

خاص نمبر

عمر

مکروہ پتھر

مکمل ناول

1101

رتے ہیں اور اپنی اس جدوجہد میں وہ اپنی تمام ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں بھروسہ اور بر موقع استعمال کرتے ہیں اور اس بات کا مکمل یقین رکھتے ہیں کہ جاکر مقاصد کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و دخل ہوتی ہے وہ وقتی دکائیوں کی آزمائش پر پورا اتر کر آخر کار حقیقی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں اور یہ ایک لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس جدوجہد کا انعام ہوتا ہے۔ آپ ان اصولوں پر عمران اور اس کے ساتھیوں کی جدوجہد کو برکسیں لگے تو آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہر مشن میں آخر کار عمران اور اس کے ساتھی ہی کیوں کامیاب ہوتے ہیں۔ جہاں تک جہد سے ملنے والے چیلنج میں حصہ داری کا تعلق ہے تو بقول عمران اسے چیلنج ہی کہنا ملتا ہے جس سے وہ کسی کو حصہ دے سکتے۔ وہ ایک محاورہ ہے کہ کئی دھوئے گی کیا اور بچوڑے گی کیا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

عمران بڑے جھکے جھکے انداز میں اپنے فیت کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ نجانے کتنی طویل مسافت پیدل شے کرتے کرتے بری طرح تھک گیا ہو اور اب سیڑھیاں چڑھتا اس کے لئے انتہائی دیر بھر ہو رہی ہوں۔ اس کے کندھے ڈھکے ہوئے تھے۔ بھر وٹکا ہوا تھا اور انھیں کچھ ہلکی سی دھکائی دے رہی تھیں۔ وہ ہر سیڑھی چڑھنے کے بعد چند سیکنڈوں کے لئے رکتا جاتا جیسے سانس لے رہا ہو۔ پھر دوسری سیڑھی کے لئے قدم اٹھاتا تھا۔ اس کے جسم پر سلیٹی رنگ کا سوٹ تھا۔

کیا ہوا ہے صاحب آپ کو..... ابھی عمران آخری سیڑھی سے کافی نیچے تھا کہ عقب سے مسلمان کی آواز سنائی دی اور عمران اس طرح مڑا جیسے فدر میں سو موشن میں کروڑ کا سر کرتے ہیں۔ وہ مسلمان تم۔ پلو اچھا ہوا تم وقت پر آگئے ورنہ مجھ میں تو

ہمت ہی نہ تھی کہ میں چابی دھونڈ کر دروازہ کھولتا..... عمران نے
بڑے صکسے سے لہجے میں کہا۔

”لیکن آپ کو کیا ہوا ہے۔ میں نے دور سے آپ کو اس انداز میں
سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تو میں بھاگتا ہوا آیا ہوں۔ کیا آپ زخمی
ہیں.....“ سلیمان نے اہتائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ زخمی تو نہیں ہوا۔ بس کچھ نہ پوچھو۔ تم بس دروازہ کھود
تاکہ میں جلد از جلد کسی کرسی تک پہنچ سکوں ورنہ ہوسکتا ہے کہ میں
لڑختا ہوا سیڑھیوں سے نیچے جا گروں۔“ نجانے میں نے کتنی مشکل
سے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا ہے.....“ عمران نے آہستہ سے کہا اور
سلیمان سر ہلاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے چابی لگا کر دروازہ
کھول دیا۔

”میں آپ کو سہارا دوں صاحب.....“ سلیمان نے مڑ کر کہا۔
”اوہ نہیں۔ ابھی میں چل سکتا ہوں.....“ عمران نے آہستہ سے
کہا اور پھر وہ اسی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا فیٹ میں داخل ہوا اور
سنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”آخر آپ کو ہوا کیا ہے۔ صبح کو تو آپ اچھے مجھے گئے تھے۔
سلیمان نے اہتائی پریشان ہوتے ہوئے پوچھا کیونکہ عمران کی حالت
فعلی بے حد خستہ نظر آرہی تھی۔

”بھرا کچھ نہ پوچھو۔ ابھی تو مجھ میں جواب دینے کی بھی ہمت نہیں
ہے۔ میرے کان اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ اب تو جہاں کی آواز کو

میں مشکل سے پہچان رہے ہیں.....“ عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر
بعد وہ سنگ روم میں پہنچ کر اس طرح کرسی پر ڈھیر ہو گیا جیسے
صدموں کے بعد اسے پیٹنے کا موقع ملا ہو۔ اس نے دونوں آنکھیں بند
کر لیں اور سر کرسی کی پشت سے لگا کر کرسی پر تقریباً ٹیٹ سا گیا۔ اس
سے چہرے اور ہنسم کے انداز سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ واقعی بے پناہ
تھکا ہوا ہے۔

”آپ کے لئے چائے بنا لاؤں.....“ سلیمان نے عمران کو غور
تہ دیکھتے ہوئے اہتائی ہمدردانہ لہجے میں کہا۔
”ہاں۔ لے آؤ۔“ عمران نے آنکھیں کھولے بغیر آہستہ سے
کہا۔

”آپ بستر پر لیٹ جائیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو فینڈی
فدورت ہے.....“ سلیمان نے کہا۔

”اب نیند کہاں مقدر میں۔ اب تو چل چلاؤ کا دور ہے۔“ عمران
نے کہا تو سلیمان بے اختیار پھل پڑا۔

”چل چلاؤ۔ کیا مطلب۔“ سلیمان چل چلاؤ.....“ سلیمان نے کہا۔
”مطلب ہے کہ آخری وقت آگیا ہے.....“ عمران نے آہستہ سے
جواب دیا۔ اس کی آنکھیں بہ ستور بند تھیں۔

”خدا نخواستہ ایسی باتیں منہ سے مت نکالیں۔ میں چائے لے آتا
ہوں.....“ سلیمان نے کہا اور تیزی سے سر کر کمرے سے باہر چلا گیا۔
اس کے قدموں کی آواز میں جیسے ہی دروازے کے باہر جا کر ختم

خود کشی اور آپ۔ کیوں!..... سلیمان نے اہتیائی حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

تم خود سوچو سلیمان۔ میری زندگی بھی کیا زندگی ہے۔ اب تک
یہ زندگی کافی ہے وہ ایک شاعر نے جس طرح کہا ہے کہ جبر مسلسل
کی طرح کافی ہے۔ قرصے سر پر چڑھ گئے ہیں۔ قرصے خول دیے پڑے
ہوئے ہیں۔ لذیذی نے گھر سے نکالا ہوا ہے۔ مانگے کے فلیٹ میں
زندگی گزار رہا ہوں۔ سو پر فیاض کی جیب سے پیسے نکوانے کے لئے
علحدہ شرمندگی اور خواری اٹھانی پڑتی ہے۔ اب تو عادت ہی پڑ گئی
ہے اس کے اگے مفلسی اور تلافی کا رد مار دینے کی۔ یہ کوئی زندگی
ہے۔ بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ خود کشی کر لوں۔ زہری کھا
لوں گا میں۔ جتنے سوچا کہ وہیں مارکیٹ میں بی کھالوں لیکن پھر مجھے
خیال آیا کہ جہاں مر گیا تو کوئی پہچانے گا ہی نہیں اور کارپوریشن
والے لاوارث قرار دے کر خاموشی سے دفنا دیں گے اس لئے میں نے
سوچا کہ فلیٹ پر جا کر ہی خود کشی کی جائے تاکہ کم از کم کفن تو من
جائے گا..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ
اس طرح سلیمان کی طرف بڑھایا جیسے اس سے شیشی مانگ رہا ہو۔
"پھر تو مجھے بھی آپ کے ساتھ ہی خود کشی کرنی چاہئے۔" سلیمان
نے شیشی کھینچے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں۔۔۔ جہاں کیا قصور۔ اصل مقدر تو میرا ہے۔ مجھے
شیشی دو۔" عمران نے کہا۔

ہو نہیں عمران نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں بلکہ ایک۔ جھٹکے سے
سینہ جا بھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی ساری سستی اور تھکاوٹ پلیر خستہ ہو
گئی تھی۔ اب چہرے اور آنکھوں میں بھی بڑی چمک تھی۔ وہ کار
غیرات میں کھڑی کر کے باہر نکل ہی رہا تھا کہ اس نے دور سے
سلیمان کو ہاتھ میں شاہنگ بیگ اٹھائے آتے دیکھا تو اس نے جان
بوجھ کر تھکاوٹ کی ایکٹنگ شروع کر دی۔ ایکٹنگ کا مقصد کوئی نہ
تھا صرف ایک شرارت تھی اور واقعی یہ عمران کی اداکاری ہی تھی کہ
سلیمان جیسا شخص بھی حقیقت نہ پہچان سکا تھا۔ عمران نے جیب
میں ہاتھ ڈالا اور پھر دوسرے لمحے اس کا ہاتھ باہر لپکا تو اس کے ہاتھ
میں ایک شیشی تھی۔ اس نے وہ شیشی سامنے دانی میز پر رکھ دی۔
اسی لمحے دور سے قدموں کی آواز سنائی دی تو عمران نے ایک بار پھر سر
کرسی کی پشت سے لگایا اور آنکھیں بند کر لیں۔ البتہ وہ درویدہ نظروں
سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد سلیمان کمرے میں
داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں چائے کی ایک پیالی موجود تھی۔ اس
نے چائے کی پیالی میز پر رکھی اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار اچھل
پڑا۔

"یہ۔۔۔ کون سی دوا ہے صاحب!..... سلیمان نے شیشی اٹھا کر
اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زہر ہے۔ خود کشی کے لئے غریب دوا ہے۔" عمران نے آہستہ
سے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

”آپ فکر نہ کریں۔ میں کام پر ہی استعمال کروں گا۔“ سہیمان کی دور سے آواز آئی اور عمران نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا کیونکہ اداکاری اسے بڑی مہنگی چڑی تھی۔ اتنی بات تو بہر حال دو جان گیا تھا کہ سہیمان اس کی اداکاری کو کچھ گھبراہٹ سے لیں یہ بات اسے کچھ نہ آ رہی تھی کہ ایسا کیوں ہو اسے کیونکہ شیشی پر باقاعدہ زہر کا غلط سرخ الفاظ میں اور نیچے موت کا نشان ایک انسانی کھوپڑی اور دو ہڈیاں بھی بنی ہوئی تھیں لیکن باقی جو کچھ لکھا ہو تھا وہ انگریزی میں تھا اور عمران جانتا تھا کہ سہیمان اتنی انگریزی بہر حال نہیں جانتا کہ وہ اسے پڑھ اور کچھ سکے کہ یہ گویاں کس مقصد کے لئے ہیں۔ اسے یقین تھا کہ موت کا مخصوص نشان دیکھ کر سہیمان یہی سمجھے گا کہ عمران نے واقعی خودکشی کے لئے یہ گویاں خریدی ہیں حالانکہ یہ گویاں اس نے خریدی نہیں تھیں بلکہ یہ شیشی اسے شہید ہونے کے لئے تیار نے دی تھی اور اسے بتایا تھا کہ یہ گویاں جو ایک خاص اور پیچیدہ مرض کے لئے تیار کی جاتی ہیں آج کل کھانے کے طور پر استعمال ہو رہی ہیں حالانکہ عام انسانوں کے لئے یہ گویاں زہر بھی ثابت ہو سکتی ہیں لیکن یہ زہر بہر حال انہیں ہلاک نہ کر سکتا تھا۔ البتہ انہیں تکلیف ضرور پہنچا سکتی تھیں۔ عمران نے وہ شیشی اس لئے لے کر جیب میں ڈال لی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ سرسطان کے ذریعے یہ شیشی وزارت صحت کے سیکرٹری کو بھجوانے کا نام کہ وہ اس معاملے کو اعلیٰ سطح پر متنبہ کر سکیں اور اس کے غلط استعمال کو روک سکیں

”نصیحت ہے۔ آپ خودکشی کر لیں۔ چائے میں خودی پیتا ہوں۔“ ظاہر ہے خودکشی کرنے والے کو تو چائے سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ سہیمان نے کہا اور شیشی میز پر رکھ کر چائے کی پیالی اٹھائے لگا۔

”ارے ارے۔ یہ آخری چائے تو پی لینے دو۔ اتنے ظالم تو نہ بنو۔۔۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”ایک شرط پر چائے پی سکتے ہیں کہ اس شیشی میں موجود ساری گویاں اکٹھی آپ کو حلق میں ڈالنا پڑیں گی۔۔۔۔۔“ سہیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا بے درد زمانہ آگیا ہے۔ آپ تو واقعی خودکشی کر لینی چاہتے۔“ اماں بی کو میرا آخری سلام دے دیتا۔۔۔۔۔ عمران نے رو دینے والے لمحے میں کہا۔

”بالکل دے دوں گا۔ لیکن پھلے میں سپیشل روم کے سیف کے قفسہ خانے میں موجود ایک لاکھ روپیہ نکال کر کسی اچھے سے ٹھکانے پر پہنچا دوں کیونکہ آپ کی خودکشی کے بعد تو ظاہر ہے سو پر فیاض نے قیامت پر قبضہ کر لینا ہے۔۔۔۔۔“ سہیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے واپس مڑنے لگا۔

”ارے ارے سنو۔ وہ تو میں نے اپنے کفن و دفن کے لئے ملحدہ رکھے ہوئے ہیں۔ سنو۔۔۔۔۔“ عمران نے اس بار بروکھلائے ہوئے لمحے میں کہا۔

مجھ سے برداشت نہیں ہوگی۔ آپ کی موت تو میرے لئے انتہائی خوش قسمت ثابت ہو رہی ہے۔ دیکھیں ابھی آپ نے مرنے کا ارادہ ہی کیا ہے اور مجھے ایک لاکھ روپے مل گئے ہیں اور اب میں یہ ایک لاکھ روپے جیب میں ڈالے ہوئے ٹیبلٹ لے کر جا رہا ہوں جہاں آج بڑا ہی خوبصورت اور دلچسپ فکشن ہے..... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تم قدم نور ہے درد آدمی ثابت ہو رہے ہو سلیمان۔ کاش خود کشی کے ارادے سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم ایسے بے درد اور سنگدل ہو تو میں تمہیں خود کشی پر مجبور کرتا۔ لیکن اب کیا جانے۔ اب میں نے قدم اٹھایا ہے لیکن یہ ایک لاکھ روپے تو کفن و دفن کے ہیں اور تم انہیں ہونٹوں میں خرچ کرنے جا رہے ہو۔ عمران نے کہا۔

آپ فکر نہ کریں۔ ان پیسوں سے میں واقعی غم و فکر کا کفن و دفن کروں گا بلکہ غم و فکر کے بڑے اہم قوانین کو لے آؤں گا۔ بہر حال جب میں واپس آؤں تو جب تک آپ کو صبر جانا چاہئے ہاں..... سلیمان نے کہا اور اطمینان بھرے انداز میں دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”رکو۔ واپس آؤ..... عمران نے ٹیگت سیہ مار کر عزتے ہوئے جے میں کہا تو سلیمان اسی طرح اطمینان بھرے انداز میں مڑا۔ اس کے چہرے پر ہرگز مسکراہٹ تھی۔

لیکن سلیمان کا رویہ اس شیشی کو دیکھتے ہی بدل گیا تھا اور یہی بات اسے سمجھ نہ آ رہی تھی لیکن اس نے بہر حال ادکاری جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور پھر شیشی اٹھا کر اسے کھولا اور آدمی سے زیادہ گولیاں اس نے نکال کر انہیں اپنی جیب میں ڈالا اور پھر شیشی بند کر کے واپس میز پر رکھ دی اور چائے کی پیالی اٹھا کر چائے کا شرونگ کر دی۔ ابھی اس نے چائے کی پیالی خالی کی ہی تھی کہ اسے دور سے سلیمان کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو عمران نے سر دوبارہ کرسی کی پشت سے اٹھا کر بیٹھے چہرے پر بے پناہ تکلیف کے آثار پیدا کر لئے۔ اسی لمحے سلیمان اندر داخل ہوا تو عمران اسے دیکھ کر بے تکلف بڑا کہ اس نے انتہائی شاندار سوٹ پہن رکھا تھا اور باقاعدہ بال جینے ہوئے تھے۔ پرفیوم کی آدمی سے زیادہ شیشی خالی کی گئی تھی اور سلیمان واقعی اس وقت خاصا وسیعہ دکھائی دے رہا تھا۔

”ارے آپ ابھی تک زندہ ہیں سچ سچ۔ تو می شیشی کیوں کھائی ہے۔ پوری شیشی کھائی چاہئے تھی آپ کو.....“ سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سلیمان۔ آؤ۔ بیچارے سلیمان۔ آدمی گولیاں چہارے سے نہیں۔ ظاہر ہے تم سے میری موت برداشت نہیں ہوتی اس لئے میں نے سوچا کہ تمہیں خود کشی کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”کمال ہے۔ یہ آپ نے خود بخود کیسے فرض کر لیا کہ آپ کی موت

”حکومت کا نعرہ ہے کہ فوری انصاف اور وہ بھی دہلیز پر۔“ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہے لیکن جہاد اس سے مطلب۔ تم رقم نکالو۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ کام حکومت نے میرے ذمے لگایا ہوا ہے کہ میں فوری انصاف بھی کروں اور آپ کی دہلیز کے اندر جا کر کروں۔ خود کشی کرنے کی کوشش کی سزا ایک لاکھ روپے جرمانہ کے ساتھ ساتھ رات کا کھانا کسی ہوٹل میں کھانے کی سزا آپ کو دی گئی ہے اور جو رقم میری جیب میں ہے وہ جرمانے کی رقم ہے الٹے آپ چاہیں تو آپ کو رسید مل سکتی ہے اور میں واقعی فکشن پر بنا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔“ سلیمان نے کہا اور مڑنے لگا۔

”ارے ایک منٹ۔ ایک منٹ۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”عدالت کا وقت ضائع کرنا بھی جرم ہے اور خاص طور پر ایسی عدالت کا جو فوری انصاف بھی دیتی ہو اور دہلیز پر نہیں بلکہ دہلیز کے اندر پہنچ کر دیتی ہو۔“ سلیمان نے مڑتے ہوئے کہا۔

”سنو۔ چلو استا ہتا دو کہ جہاد رویہ کس وجہ سے بدلا ہے۔ کیا شیشی پر تم نے کچھ پڑھ لیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”شیشی پر تو واقعی موت کا نشان بنا ہوا ہے۔ باقی جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے میں پڑھ ہی نہیں سکتا الٹے آپ نے خود کشی کی جو وجوہات

اب کیا ہو گیا ہے۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے خود کشی کا ارادہ بدل دیا ہے۔ کچھ۔ اس لئے پہ میرا سوٹ اتار دو اور رقم بھی واپس رکھ دو۔“ عمران نے اجنبانی غصیلے لہجے میں کہا۔

”لیکن وہ گولیاں۔ ان کا کیا ہو گا۔“ سلیمان نے اور زیادہ کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہیٹ میں نہیں ہیں میری جیب میں ہیں۔ بس تم رقم نکالو اور یہ سوٹ اتار دو۔ جہاد یہی سزا ہے کہ کچھ زندہ رہنا چاہئے۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”لیکن آپ کو تو معلوم ہے کہ خود کشی کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے اور آپ نے بہر حال خود کشی کرنے کی کوشش کی ہے۔“ سلیمان نے کہا۔

”کوشش نہیں کی۔ ارادہ کیا تھا اور ارادہ قتل پر تو سزا ہو سکتی ہے لیکن ارادہ خود کشی پر نہیں اور سزا بھی تب ہو سکتی ہے کہ اگر باقاعدہ پولیس میں کہیں رجسٹرڈ ہو۔ پھر عدالت فیصلہ کرے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کو معلوم ہے کہ آج کل حکومت کا کیا نعرہ ہے۔“ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”نعرہ۔ کیسا نعرہ۔“ عمران نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

بتائی ہیں اس سے میں سمجھ گیا تھا کہ آپ ادکاری کر رہے ہیں۔
سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب۔ وہ بات میں کیا لٹلٹی تھی۔۔۔۔۔ عمران نے حیرت
بھرے انداز میں کہا۔

حکیم سے نہیں چھی نہیں رہ سکتی جناب اس لئے مجھے معلوم
ہے کہ آپ کتنے مفلس اور تلاش میں اور آپ پر کتنا قرض چڑھا ہوا
ہے اور کتنے قرض خواہ آپ کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ سلیمان نے
منہ بناتے ہوئے کہا۔

چلو دوسرے نہ ہی۔ جہاں قرض تو بہر حال ہے۔ کیا وہ بھی
نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

وہ تو بہر حال ہے لیکن اس کی فکر مجھے اس لئے نہ تھی کہ آپ کی
خودکشی کے بعد بہر حال اس کی وصولی یقینی ہو جاتی۔۔۔۔۔ سلیمان
نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

کیا۔ کیا مطلب۔ وہ کیسے یقینی ہو جاتی۔۔۔۔۔ عمران نے حقیقی
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

مرنے والے کے لواحقین قرض خوانی پر اعلان کرتے ہیں کہ
مرنے والے نے اگر کسی کا قرض دیا ہو تو وہ بتا دے تاکہ قرض خوانی
سے پہلے اس کا قرض امداد دیا جائے۔ یا وہ معاف کر دے تاکہ مرنے
والے پر قرض کا بوجھ نہ رہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے ذہنی نے
بھی لامحالہ یہ اعلان کرنا تھا اور مجھے سب کچھ مع سود وصول ہو

جاتا۔۔۔۔۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہونہ۔ تو یہ بات ہے اس لئے تم میری خودکشی پر اصرار کر
رہے تھے۔ مجھے آج پتہ چل گیا ہے کہ تم کس قدر خود غرض اور
سفاک آدمی ہو۔ تمہیں اپنے قرض کا فکر ہے اور میری جوان موت کا
نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے مصنوعی طور پر عصیلے لہجے میں کہا۔

”جوان لوگوں کا قرض جلدی امداد دیا جاتا ہے کیونکہ یہ قرض اس
کے والدین امداد دیتے ہیں جبکہ بوجھوں کے قرضے بھلا ان کی اولاد
کہاں امداد دیتی ہے۔ وہ معافی پر اصرار شروع کر دیتے ہیں اور آدمی کو
سب کے سامنے اپنے آپ کو فیاض اور رحمدل ثابت کرنا پڑتا
ہے۔۔۔۔۔ سلیمان بھلا کہاں باز آنے والا تھا۔ اس نے ترکی بہ ترکی
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یا اللہ۔ کس مکار اور شاطر دماغ آدمی کا مقروض بنا دیا ہے تم
نے مجھے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”آپ اطمینان سے بیٹھ کر جوبی چاہے کہتے رہیں۔ میں فنکشن پر جا
رہا ہوں۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور اس قدر تیزی سے مڑ کر کمرے سے
باہر چلا گیا کہ عمران اپنا منہ تک نہ کھول سکا تھا۔ سلیمان بیرونی
دروازے کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

”ارے ارے۔ کیا واقعی۔ ارے۔ کیا واقعی تم فنکشن پر جا رہے
ہو۔ ارے وہ رات کا کھانا۔ اس کا کیا ہو گا۔۔۔۔۔ عمران نے چٹختے
ہوئے کہا۔

سے کر بیڈل دیا یا اور پھر ٹون آنے پر انگوٹری کے نمبر ڈائل کر دیئے۔
 "انگوٹری پلیز"..... رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔
 "فورٹ ٹاؤن کا فون نمبر اور وہاں کے سول ہسپتال کا نمبر اگر آپ کے پاس ہے تو بتا دیں"..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے دونوں فون نمبر بتا دیئے گئے۔ عمران نے جلدی سے شکریہ ادا کیا اور پھر کر بیڈل دیا یا اور ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر انگوٹری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
 "سول ہسپتال فورٹ"..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"انچارج ڈاکٹر سے بات کرائیں۔ میں دارالحکومت سے ڈپٹی ڈائریکٹر انتہیلی جنس بول رہا ہوں"..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہیں سر۔ ہولڈ آن کریں"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "ہیلو۔ میں ڈاکٹر احمد حسن بول رہا ہوں جناب۔ ہجرت نمبر بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ "مجھے مؤذبانہ تھا۔ ظاہر ہے اسے ڈپٹی ڈائریکٹر انتہیلی جنس کے بارے میں بتایا گیا ہو گا۔"
 "ڈاکٹر صاحب میرا نام علی عمران ہے۔ ابھی مجھے ایک فون موصول ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے ہسپتال میں موجود کسی شدید زخمی کی جیب سے میرا فون شہر ملا ہے اور مجھے فوراً پہنچنے کا کہا گیا ہے۔ یہ زخمی کون ہے۔ اس کا نام کیا ہے اور دوسری

"کہہ تو ہے۔ ہونٹوں سے کھالیں۔ میں فی الحال اس فلیٹ سے دوڑ رہا ہوں۔ کیونکہ بزرگ کہتے ہیں مایوسی، اداسی اور تھکاوٹ تینوں متعدی امراض کی طرح ہوتی ہیں۔ ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں"..... سلیمان کی دور سے آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"عجائے ایسے مقولے کہاں سے سن لیتا ہے لیکن بات بہر حال سچی ہے"..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ لباس تبدیل کر سکے کہ اپنا تک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔"
 عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں فورٹ ٹاؤن کے سول ہسپتال سے بول رہا ہوں۔ آپ کا یہ فون نمبر ایک شدید زخمی کی جیب سے نکلا ہے اس لئے آپ کو فون کیا گیا ہے۔ آپ فوراً سول ہسپتال پہنچ جائیں"..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ فورٹ ایک چھوٹا سا قصبہ نما شہر تھا جو دارالحکومت کے شمال میں تقریباً پندرہ دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا لیکن وہ زخمی کون ہو سکتا ہے جس کی جیب سے اس کا فون نمبر نکلا ہو گا۔ اس نے تیزی

سنائی دی۔

”حق ہاں“..... عمران نے کہا۔

”جناب اس کی جیب سے صرف ایک کالڈ نکلا ہے اور آپ کا فون نمبر اس پر درج تھا۔ یہ کالڈ یوں لگتا ہے کہ شاید کسی ڈائری سے پھٹ گیا تھا جو اس نے اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ ویسے اس کی جیب سے کافی بھاری تعداد میں کرنسی اور ایک مشین پستل بھی نکلا ہے لیکن وہ تو پولیس کے قبضے میں ہے اور کوئی شاخت موجود نہیں ہے۔“ سر..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اس کا حلیہ اور قد و قامت بتا سکتے ہیں آپ۔ وہی بتا دیں۔“ عمران نے ہوسٹ پچھتے ہوئے کہا۔

”جی صاحب۔ ایک منٹ۔ مجھے یاد کرنے دیجئے کیونکہ بہر حال میری ساری توجہ آپریشن کی طرف رہی ہے۔“ ڈاکٹر احمد حسن نے کہا اور پھر چند لمحوں کے وقفہ کے بعد اس نے رک رک کر حلیہ بتانا شروع کر دیا تو عمران کے چہرے پر یقینک استہانی پریشانی اور بے چینی کے تاثرات ابھرنے لگے کیونکہ حلیہ چوہان کا تھا۔

”اس کے قد و قامت کی تفصیل کیا تھی؟“ عمران نے بے چین ہو کر پوچھا اور ڈاکٹر نے جب قد و قامت کے بارے میں بتایا تو عمران کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ چوہان ہی ہے۔

”ڈاکٹر صاحب یہ حکومت کا خاص اور استہانی اہم آدمی ہے۔ میں وہیں فورٹ آ رہا ہوں آپ اس کا خیال رکھیں۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے

تفصیلات کیا ہیں؟..... عمران نے کہا۔

”جناب میں ابھی اس کے آپریشن سے فارغ ہو کر آفس آیا ہوں۔ اسے چھ گولیاں ماری گئی ہیں اور یہ سڑک پر زخمی پڑا تو پ رہا تھا کہ کچھ ہمدرد لوگوں نے اسے جہاں پہنچا دیا اور پھر اس کے لئے خون کا بندوبست بھی کیا ہے۔ گمبھاں بڑے ہسپتال جیسے آپریشن کی سہولیات تو نہیں ہیں لیکن زخمی کی حالت ایسی تھی کہ اگر اسے دارالحکومت شفٹ کرنے کی کوشش کی جاتی تو وہ راستے ہی میں دم توڑ دیتا اس لئے میں نے اللہ کا نام لے کر آپریشن کیا اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپریشن کامیاب رہا ہے اور اب یہ زخمی خطرے سے باہر ہے۔ مجھے اس کے بارے میں تفصیل کا علم نہیں کیونکہ اس کا لباس پہلے ہی اتار کر باہر بھجوا دیا گیا تھا۔ شاید اس لباس کی جیب سے آپ کا فون نمبر ملا ہو گا۔ بہر حال آپ ہولڈ کریں میں ابھی معلوم کر تا ہوں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی فون پر خاموشی چھا گئی۔ عمران کے چہرے پر استہانی سنجیدگی ابھرائی تھی کیونکہ چھ گولیوں کے باوجود فورٹ جیسے چھوٹے سے قصبے کے ہسپتال میں اس کا آپریشن ہونا اور پھر اس کا بچ جانا یہ تو واقعی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا اور وہ آدمی جو بھی تھا بہر حال خوش قسمت تھا لیکن اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس کے فلیٹ کا فون نمبر کیسے اس آدمی کی جیب میں ہو گا۔ یہ بات اسے کھٹک رہی تھی۔

”ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں؟.....“ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر کی آواز

سے بات کی۔ چونکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جس سے اس کی تصدیق ہوتی اس لئے میں نے ڈاکٹر سے اس کا حلیہ معلوم کیا تو اس حلیے سے متہیہ چلا کہ وہ چوہان ہے۔ میں نے کنفزم کرنے کے لئے جھپٹے چوہان کے فلیٹ پر فون کیا تو وہاں اس کا پیغام ٹیپ تھا کہ وہ صدیقی کے فلیٹ پر جا رہا ہے اس لئے تمہیں فون کیا تھا۔ بہر حال میں سپیشل ہسپتال کے ڈاکٹر صدیقی کو کہہ دیتا ہوں۔ وہ ایمبولینس اور ڈاکٹر بھیج کر اسے منگوا لیں گے لیکن میں خود فوری وہاں جا رہا ہوں۔ تم چاہو تو سپیشل ہسپتال آ جاؤ۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے کریڈل دبا دیا۔ ٹون آنے پر اس نے سپیشل ہسپتال کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ پھر ڈاکٹر صدیقی سے بات کر کے اس نے رسیور رکھا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے اس سڑک کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جو فورٹ ٹاؤن جاتی تھی۔ وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ چوہان کو کس نے ڈھکی کیا ہو گا اور چوہان جیسا آدمی اتنی آسانی سے ڈھکی کیسے ہو گیا اور پھر اس کی جیب میں سپیشل پولیس کا بیج اور ضروری شاختی کاغذات ہوں گے وہ کیا ہونے جبکہ کرنسی اور مشین پٹل اس کی جیب میں موجود تھا لیکن ظاہر ہے جب تک وہ چوہان سے مل نہیں لیتا ان سوالوں کا جواب اسے کیسے مل سکتا تھا۔

حکومت کی طرف سے اس کا صد آپ کو ملے گا۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور کریڈل دبا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

میں صدیقی کے فلیٹ پر جا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی پیپ چلنے کی آواز کے ساتھ ہی چوہان کی آواز سنائی دی تو عمران نے بجلی کی سی تیزی سے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

صدیقی بول رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

عمران بول رہا ہوں صدیقی چوہان کہاں ہے۔۔۔۔۔۔ عمران نے بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

وہ اپنے کسی دوست سے ملنے فورٹ گیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ رات کو کسی وقت واپس آ جائے گا۔ کیوں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ خیریت۔۔۔۔۔۔ صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

اود سنو۔ چوہان فورٹ ٹاؤن کے سول ہسپتال میں شدید زخمی حالت میں پڑا ہوا ہے اسے چھ گولیاں ماری گئی ہیں۔ وہاں کے ڈاکٹر نے اس کا آپریشن کیا ہے اور وہاں کے لوگوں نے اس کے لئے خون کی بوتلیں علیے میں دی ہیں۔ اس کی جیب سے ڈائری کا ایک صفحہ نکلا ہے جس پر میرا فون نمبر تھا اس لئے ہسپتال والوں نے مجھے فون کر کے صرف ڈھکی کے بارے میں اطلاع دی ہے جس پر میں نے ڈاکٹر

لجے میں کہا۔

”اچھا۔ تو مال مل گیا ہے۔ کیسا ہے۔“..... جارج نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کی ڈیمانڈ کے عین مطابق۔ میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ اسے ساتھ لایا ہوں۔“..... وکٹر نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مین برہنڈی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اور اسے نذیردوں کے سے انداز میں منہ سے لگا لیا۔

”لیکن پہلے مجھے چیک کرنا ہو گا کیونکہ چیف پچھلے مال پر بھی بے حد ناراض ہوا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کرتا ہے اس کے باوجود اسے اس کی ڈیمانڈ کے مطابق مال نہیں مل رہا۔“..... جارج نے کہا۔

”چیف بھی کمال کرتا ہے۔ اس کی ڈیمانڈ ہی اتنی سخت ہے کہ بڑی مشکل سے جا کر ایسا مال ملتا ہے لیکن جارج اصل مسئلہ اور ہے۔ چیف کی ڈیمانڈ ہے کہ مال کا تعلق انتہائی شریف گھرانے سے ہو۔ اس وجہ سے بھی خاصی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ویسے چیف اگر چاہے تو طوائفوں سے بھی تو کام چلا سکتا ہے۔ پھر وہ کیوں شریف گھرانے کی شرط لگا دیتا ہے۔“..... وکٹر نے کہا تو جارج بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہیں نہیں معلوم کہ یہ کیسا دھندہ ہے۔ چیف جو مال تیار کرتا ہے اس کی بے پناہ ڈیمانڈ ہے اور یہ ڈیمانڈ اس لئے ہے کہ اس

کمرے کا دروازہ کھلا تو صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی نے جس کے بال لچھے دار اور گردن تک آ رہے تھے اور اس کے ایک کان میں ہندا تھا اور ہرے پر مکاری اور شباشت جیسے ثبت نظر آرہی تھی نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ہاتھ میں شراب کا گلاس پکڑے بیٹھا ہوا تھا، گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے سے ایک نوجوان جس کے جسم پر جینز کی سینٹ اور پھولدار شرٹ تھی اور اس کا سوکھا ہوا چہرہ انچور جیسا تھا الٹے بھرے پر اس کے بھی شباشت موجود تھی، اندر داخل ہوا۔

”آؤ وکٹر۔ کیا ہو رہا ہے۔“..... صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی نے چونک کر کہا۔

”وکٹر کبھی ناکام نہیں رہ سکتا جارج کیونکہ وکٹر کا نام ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔“..... آنے والے نوجوان نے بڑے مسرت بھرے

نے شبّات میں سرِ بلا دیا اور پھر وہ ایک کمرے کے دروازے پر جا کر رک گئے۔

"اس کمرے میں ہے ناں۔"..... جارج نے گردن موڑ کر اپنے پیچھے کھڑے وکٹر سے کہا۔

"ہاں۔"..... وکٹر نے کہا تو جارج نے دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ایک کرسی پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کے ہاتھ اور پیر سی سے بندھے ہوئے تھے جبکہ منہ میں کپڑا لٹھسا ہوا تھا اور وہ سہمی ہوئی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہجرے پر انتہائی تکلیف اور رنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔ جارج کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ یوں اسے دیکھ رہا تھا جیسے قصائی کسی ایسی بکری کو دیکھتا ہے جسے اس نے خریدنا ہو۔

"ہاں۔ اس بار مال اچھا لگتا ہے۔"..... جارج نے آگے بڑھ کر اس لڑکی کے بازو پر ہاتھ رکھ کر دباتے ہوئے کہا۔

"ایک دم فرسٹ کلاس۔ تم دیکھنا چیف انعام بھیجے گا۔" وکٹر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ہو نہ۔ انعام۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں۔"..... جارج نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ پھر وہ دونوں باہر آگئے اور وکٹر نے دروازہ بند کر دیا۔ ایک بار پھر وہ دونوں راہداری میں پہنچے ہوئے واپس اسی کمرے میں پہنچ گئے۔ جارج نے دیوار میں موجود ایک سیف کھولا اور اس میں سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی چار گڈیاں نکال کر اس نے وکٹر کی

میں شریف گھرانے کا مال کام دیتا ہے ورنہ طوائفوں والا مال تو ہر جگہ آسانی سے مل جاتا ہے۔"..... جارج نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ بہر حال تم مال چیک کر لو اور مجھے اوائیٹی کرو تاکہ میں جاؤں۔"..... وکٹر نے کہا۔

"ہاں۔ آؤ دیکھ لیتے ہیں۔ ویسے کوئی پرابلم تو نہیں ہوا۔" جارج نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہوا تو تھا لیکن تم جانتے ہو کہ وکٹر کے سامنے سب پرابلم غائب ہو جاتے ہیں۔"..... وکٹر نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا پرابلم تھا۔"..... جارج نے دروازے کی طرف ہنستے ہوئے کہا۔

"میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مال کی تفصیلی چیکنگ میں مصروف تھا کہ اچانک مال بھاگ کھڑا ہوا۔ ہم اس کے پیچھے دوڑے تو باہر لگی میں ایک آدمی جا رہا تھا۔ مال بچھتا ہوا اس سے چانکرایا اور بچانے کے لئے کہا۔ اوپر ہم پہنچ گئے۔ ہم نے مال کو کھینچا تو اس آدمی نے پرابلم پیدا کرنے کی کوشش کی تو ہم نے اس پر فائر کھول دیتے اور وہ وہیں گر گیا۔ ہم مال کو واپس لے آئے اور پھر ہم نے اس کی تفصیلی چیکنگ کی۔ اس کے بعد ہم اسے یہاں لے آئے ہیں۔" باہر راہداری میں پہنچے ہوئے وکٹر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس آدمی کا کیا ہوا۔"..... جارج نے پوچھا۔

"ہونا کیا ہے۔ مر گیا ہو گا۔"..... وکٹر نے جواب دیا اور جارج

”ٹھیک ہے میں لے جاؤں گا اور پہنچ جائے گا“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے“..... جارج نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے ایک بار پھر اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ریک میں پڑی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اور اسے کھول کر شراب گلاس میں اندر دینا شروع کر دی۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے سر سے اتر گیا ہو۔

حرف بڑھا دیں۔
”گن لو پوری ہیں“..... جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”اس کی ضرورت نہیں ہے اور کوئی کام بناؤ جارج“..... وکٹر نے اچھائی مسرت بھرے لہجے میں گڈیاں اٹھا کر جیکٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”ایک اور پارٹی کی طرف سے ڈیمانڈ ہے لیکن ابھی معاوضہ کنفرم نہیں ہوا۔ جیسے ہی کنفرم ہوا میں جیسے کال کر لوں گا۔ اب تم جاؤ“..... جارج نے کہا اور وکٹر نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ جارج نے مینبر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔
”راجو کلب“..... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد سخت تھا۔

”جارج بول رہا ہوں۔“ راجو سے بات کراؤ“..... جارج نے کہا۔
”اوو اچھا۔ ہولڈ کرو“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
”ہیلو راجو بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد راجو کی آواز سنائی

دی۔
”راجو۔ مال میرے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے اسے بڑے سٹیج کے پاس پہنچانا ہے“..... جارج نے کہا۔
”ایک دانہ ہے کہ دو“..... راجو نے پوچھا۔
”ایک ہے“..... جارج نے کہا۔

آل بہن رکھا تھا۔

’آپ ڈاکٹر احمد حسن ہیں‘..... عمران نے حیران ہو کر پوچھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ڈاکٹر احمد حسن ادھیہ عمر اور انتہائی تجربہ کار آدمی ہو گا جبکہ یہ نوجوان تھا۔ گو فون پر بات کرتے ہوئے اسے احساس ہو رہا تھا کہ دوسری طرف سے بولنے والا نوجوان ہے لیکن اس نے یہ خیال اپنے ذہن سے تھلک دیا تھا کہ بعض ادھیہ عمر افراد کی آواز بھی قدرتی طور پر نوجوانوں جیسی ہوتی ہے۔

’جی ہاں۔ فرمائیے‘..... اس نوجوان نے کہا۔

’مجھے علی عمران کہتے ہیں‘..... عمران نے کہا تو ڈاکٹر احمد حسن بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

’اوہ آپ۔ مجھے آپ ہی کا انتظار تھا‘..... ڈاکٹر احمد حسن نے کہا۔

’کیوں۔ کیا ہوا‘..... عمران بری طرح چونک پڑا اور ڈاکٹر کی بات سن کر اس کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا۔

’اوہ۔ ایسی کوئی خاص بات نہیں۔ آپ چونکہ دارالحکومت کے بڑے افسر ہیں اس لئے میں آپ کے استقبال کے لئے یہاں آفس میں موجود تھا‘..... ڈاکٹر احمد حسن نے عمران کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

’مریض کی کیا پوزیشن ہے‘..... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

عمران کی کار فورٹ ٹاؤن کے سول ہسپتال کے گیٹ میں داخل ہوتی تو یہاں قصبہ ہونے کی وجہ سے کافی اندھیرا تھا۔ عمران نے کار ایک سائیڈ پر موجود پارکنگ میں موڑ کر روکی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اندرونی طرف کو بڑھ گیا۔

’جی صاحب‘..... ایک کمرے سے نکلنے والے آدمی نے عمران کو دیکھ کر پوچھا۔

’ڈاکٹر احمد حسن صاحب کہاں ہیں‘..... عمران نے پوچھا۔

’وہ سامنے جس کمرے میں روشنی ہو رہی ہے جتاپ۔ اس میں‘..... اس آدمی نے کہا اور عمران تیز تیز قدم اٹھاتا اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کمرہ آفس کے انداز میں سجھا ہوا تھا لیکن فرنیچر انتہائی سادہ تھا۔ ایک کرسی پر ایک نوجوان آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر عینک تھی اور اس نے سفید اور

"اوہ ہاں۔ وہ ڈائری کا صفحہ پھٹ گیا تھا۔ میں نے ویسے ہی اٹھا کر جیب میں رکھ لیا تھا۔"..... چوہان نے کہا۔
 "جیسے تو مبارک باد قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔"..... عمران نے کہا۔
 "آپ کا شکریہ عمران صاحب۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔" چوہان نے کہا۔

"جنتاب۔ زیادہ باتیں نہ کریں تو بہتر ہے۔"..... بیڈ کی دوسری طرف موجود ڈاکٹر نے کہا۔
 "چوہان تم کہاں زخمی ہوئے تھے اور کس نے کیا تھا۔ مختصر بتا دو۔"..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں یہاں ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک مکان کے دروازے سے ایک نوجوان لڑکی نکل کر بھاڑ بھاڑ کھتی ہوئی سیدھی مجھ سے آنکرائی۔ اس کے پیچھے اچانک دروازے سے دو آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ایک نے لڑکی کو پکڑنا چاہا۔ میں ابھی پوری کوششیں کو سمجھ ہی نہ سکا تھا بہر حال میں نے لاشعوری طور پر لڑکی کو بچانا چاہا تو ایک آدمی نے ہاتھ میں موجود مشین پستل سے مجھ پر فائر کھول دیا اور پھر میں بے ہوش ہو گیا۔ آٹھ گھنٹے بعد تو یہاں ہسپتال میں تھا۔"..... چوہان نے رک رک کر کہا اور پھر بات ختم کر کے اس نے لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیے۔

"جنتاب۔ اب بہت ہو گیا۔ آئیے۔ مریض کی حالت ٹھیک نہیں

"اللہ کا کرم ہے جنتاب۔ وہ انتہائی تیزی سے بہتر ہو رہا ہے۔ ویسے جیسا مریض میں نے پہلی بار دیکھا ہے جس کے اندر اس قدر قوت مدافعت ہے کہ میرے تصور میں بھی نہ تھا۔"..... ڈاکٹر احمد حسن نے کہا۔
 "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کیا مریض ہوش میں ہے۔"..... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کیوں۔"..... ڈاکٹر نے چونک کر کہا۔
 "میں خود اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"..... عمران نے کہا تو ڈاکٹر نے احبات میں سر ہلایا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران بھی اٹھا اور پھر وہ دونوں راہداری سے گزر کر ہسپتال کے ایک کمرے میں داخل ہوئے تو بیڈ پر چوہان لیٹا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔

"چوہان۔"..... عمران نے آہستہ سے کہا تو چوہان نے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر ملامت انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"عمران صاحب آپ کو کیسے اطلاع مل گئی۔"..... چوہان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے اپنی جیب میں میرا فون نمبر لکھ کر رکھا ہوا تھا اور خود ہی پوچھ رہے ہو۔"..... عمران نے بیڈ کے ساتھ بیڈی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

کہا۔

"یہ سپیشل ہسپتال کی ایمبولینس ہے۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ وہ یہاں پہنچ جائیں کیونکہ مریض کو سپیشل ہسپتال پہنچانا ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔" عمران نے کہا اور اچھے کرتیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔ پھر جب وہ باہر برآمدے میں پہنچا تو ایمبولینس اسی وقت وہاں آکر رکی اور پھر ڈاکٹر صدیقی تیزی سے اچھل کر باہر آگئے۔ "السلام علیکم۔ آپ خود آگئے۔ میں نے تو کہا تھا کہ کسی ڈاکٹر کو بھیج دیں۔" عمران نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"جوہان کی حالت اب کیسی ہے۔ تم نے جو گولیوں اور آپریشن کا کہہ کر مجھے پریشان کر دیا۔ اس قصبے میں مجھے آپریشن ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر صدیقی نے استہانی پریشان سے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے ڈاکٹر احمد حسن بھی وہاں پہنچ گئے۔

"آپ بے فکر رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ یہ ڈاکٹر احمد حسن ہیں جنہوں نے جوہان کا آپریشن کیا ہے اور ڈاکٹر احمد صاحب یہ ڈاکٹر صدیقی ہیں۔" عمران نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ جناب یہ میرے استاد ہیں۔ اوہ۔ آپ خود یہاں تشریف لائے ہیں۔" ڈاکٹر احمد حسن نے کہا اور استہانی عقیدت بھرے انداز میں آگے بڑھا۔

"اوہ۔ احمد حسن تم اور یہاں۔" ڈاکٹر صدیقی نے بھی چونک کر کہا اور پھر انہوں نے بڑے گرجھوشانہ انداز میں مصافحہ کیا۔

ہے۔ آپ دفتر میں بیٹھیں میں آ رہا ہوں۔" ڈاکٹر نے تیز لہجے میں کہا تو عمران اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ پھر وہ اسی آفس میں آکر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ڈاکٹر واپس آگیا۔

"کیا ہوا۔" عمران نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ مریض کمزور ہے اس لئے مسلسل ہولتے ہوئے تھک گیا تھا۔ بہر حال وہ ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ کا کتنا تجربہ ہے آپریشن کرنے کا۔" عمران نے پوچھا تو ڈاکٹر بے اختیار چونک پڑا۔

"یہاں میری پہلی پوسٹنگ ہے جناب۔ مجھے جہاں آئے ہوئے دو سال ہو گئے ہیں۔" ڈاکٹر احمد حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کے باوجود آپ نے اس قدر سیریس آپریشن کر لیا ہے۔ حیرت ہے۔" عمران نے کہا۔

"کیس واقعی بے حد سیریس تھا اور شاید میں ہمت نہ کرتا لیکن ایک انسانی جان کا مسئلہ تھا اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ کا کرم ہو گیا۔" ڈاکٹر احمد حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر سے ایمبولینس کا مخصوص سائرن سنائی دینے لگا تو ڈاکٹر احمد حسن بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ کوئی اور امیر جنسی۔" ڈاکٹر احمد حسن نے چونک کر

ڈاکٹر صاحب۔ میری یہاں پوسٹنگ ہوئی ہے۔..... احمد حسن

نے کہا۔

تم نے جوہان کا آپریشن کیا ہے۔ اوہ۔ وری گڈ۔ مجھے فخر ہے تم پر..... ڈاکٹر صدیقی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ سے تھپکی دیتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احمد حسن کا چہرہ گلاب کے بھول کی طرح کھل اٹھا۔

یہ سب آپ کا ہی تو سکھایا ہوا ہے ڈاکٹر صاحب۔ میں نے بس صرف یہ سوچا تھا کہ میں نہیں آپ آپریشن کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا..... ڈاکٹر احمد حسن نے انتہائی عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران ایک طرف کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ موجود تھی۔

ڈاکٹر صدیقی صاحب آپ ڈاکٹر احمد حسن کو اپنے سٹاف میں شامل کر لیں۔ اس نوجوان نے جو کچھ کیا ہے وہ واقعی انتہائی حیرت انگیز ہے اور اب جس انداز میں اس نے بات کی ہے اس سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس کے اندر بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ اسے ان صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع ملنا چاہیے تاکہ ملک و قوم کو اس سے فائدہ حاصل ہو سکے..... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار چونک پڑے۔ وہ اب ڈاکٹر احمد حسن کے آفس میں آکر بیٹھ چکے تھے۔

لیکن عمران صاحب آپ تو جانتے ہیں کہ اس ہسپتال میں کسی کو لے آنا کتنا بڑا مسئلہ ہے۔ کس قدر سخت پیکیٹنگ اور کس قدر

مسائل ہوتے ہیں..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

آپ فکر مت کریں۔ آپ صرف ہاں کر دیں۔ باقی کام میں کر لوں گا..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اوہ۔ پھر تو یہ بات یقینی ہو گئی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کی بات سر سلطان تو ایک طرف چیف بلکہ صدر مملکت تک نہیں ٹال سکتے..... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا تو ڈاکٹر احمد حسن جو یہ بات سن رہا تھا بے اختیار چونک پڑا۔

کیا مطلب سر۔ عمران صاحب تو سنٹرل انٹیلی جنس میں ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں۔ ان کی بات صدر مملکت بھی نہیں ٹال سکتے۔ اس کا کیا مطلب ہوا..... ڈاکٹر احمد حسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ سر سلطان کو وہ شاید جانتا ہی نہ تھا اور چیف کی اسے سمجھ ہی نہ آتی تھی۔

یہ خود تو کچھ بھی نہیں کرتے اور سب کچھ کرتے ہیں۔ ویسے ان کے والد سر عبدالرحمن سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ بہر حال آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ عمران صاحب نے آپ کے لئے حامی بھرنی ہے ورنہ ایسا ہونا ناممکن تھا..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

میں آپ کا ہمیشہ شکر گزار رہوں گا..... ڈاکٹر احمد حسن نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں ڈاکٹر صاحب۔ وہی عزت دینے والا ہے

جاتے تھے الہہ اکا دکا دکا نہیں کھلی ہوئی تھیں۔ عمران مختلف لوگوں سے پوچھتا ہوا آخر کار راجہ گلی تک پہنچ گیا۔ یہ گلی خاصی تنگ تھی۔ عمران نے کار گلی کے کنارے پر روکی اور پھر پیدل چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اعظم خان کے مکان کی نشانی اسے معلوم ہو گئی تھی اس لئے وہ ایک سرخ رنگ کے پتھروں سے بنے ہوئے مکان کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس نے دروازے کی کھڑکی بجائی تو تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک اوجیز عمر لیکن خاصا صحت مند آدمی باہر آگیا۔

”جی فرمائیے“..... آنے والے نے حیرت سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے اعظم خان سے ملنا ہے“..... عمران نے کہا۔

”جی۔ میرا نام اعظم خان ہے فرمائیے“..... اس آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا نام عمران ہے۔ میرے ساتھی کو یہاں چند لوگوں نے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا تھا اور آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے اٹھا کر ہسپتال لے گئے تھے۔ میں اس سلسلے میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں اور چند باتیں بھی کرنی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ جناب یہ تو میرا فرض تھا کہ ہم حق الوسع انسانی جان بچانے کے لئے تنگ و دو کریں۔ بہر حال دو منٹ توقف کیجئے میں یہ تک کھوتا ہوں“..... اعظم خان نے اٹھسارہ لہجے میں کہا اور پھر میز سے مڑ کر واپس دروازے کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سامنے

اور وی سبب الاسباب ہے۔ اب دیکھیں آپ اس قصبے میں موجود ہیں اگر میرا ساتھی چوہان یہاں آکر زخمی نہ ہوتا اور آپ اکیلے اس کا پریشانی نہ کرتے تو ظاہر ہے آپ کا سپیشل ہسپتال کے سٹاف میں شام ہونے کا کوئی سلسلہ ہی نہ بنتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسباب بنا دیئے۔ بہر حال ڈاکٹر صدیقی صاحب آپ چوہان کو لے جائیں میں نے اس سلسلے میں مزید کام کرنا ہے..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ڈاکٹر احمد حسن صاحب کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ چوہان کو یہاں کون لے آیا تھا۔ کوئی نام، کوئی کلیو“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ میں یہاں دو سال سے ہوں اس لئے اس چھوٹے سے قصبے کے اکثر لوگوں کو میں جانتا ہوں۔ انہیں یہاں لے آنے والوں میں اعظم خان شامل تھے بلکہ وہی پیش پیش تھے۔ راجہ گلی میں ان کا مکان ہے اور وہ اس علاقے کے سمنی لیڈر ہیں اور انتہائی ٹیک اور اچھے آدمی ہیں“..... ڈاکٹر احمد حسن نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر ڈاکٹر صدیقی اور ڈاکٹر احمد حسن سے مصافحہ کر کے وہ ہسپتال سے باہر آگیا۔ اب چوہان کی طرف سے اسے تسلی ہو گئی تھی اس لئے اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی کون تھی اور چوہان پر فائرنگ کرنے والے کون تھے اور انہوں نے کیوں ایسا کیا ہے۔ پتہ چنانچہ وہ کار لے کر ہسپتال سے روانہ ہوا۔ اب چونکہ رات کافی ہو گئی تھی اس لئے اس چھوٹے سے قصبے کے بازار وغیرہ اکثر بند ہو

”اب آپ مجھے تفصیل بتادیں“..... عمران نے چائے پیٹے ہوئے کہا۔

”آپ نے اپنا نام علی عمران بتایا تھا ناں“..... اعظم خان نے کہا۔

”جی ہاں“..... عمران نے جواب دیا۔

”تو عمران صاحب میں اپنے گھر میں تھا کہ اچانک دور سے میں نے فائرنگ کی آوازیں سنیں۔ میں گھر سے نکلا اور اس طرف کو بڑھ گیا بعد ازاں سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں سمجھا کہ شاید ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ بہر حال جب میں پتروں والی گلی میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک آدمی کو گلی کے اندر بڑے چھپتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جسم سے خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔ وہاں کوئی آدمی بھی نہ تھا لیکن اتنی دیر میں ادھر ادھر سے لوگ وہاں آگئے۔ میں نے ان آدمیوں کی مدد سے اس زخمی کو اٹھایا اور پھر ہم ہسپتال کی طرف بھاگ پڑے اور بہت سے لوگ بھی آگئے۔ جب ہم ہسپتال پہنچے تو کافی لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ وہاں ڈاکٹر صاحب انہیں آپریشن روم میں لے گئے اور ہمیں کہا کہ ہم یہاں ٹھہریں کیونکہ اس قدر زخمی کو خون دینا ہوگا۔ ہم سب وہیں ٹھہر گئے لیکن پھر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ زخمی کی حالت بے حد خراب ہے اسے چھ گولیاں لگی ہیں۔ وہ اکیلے تھے اور اتنا بڑا آپریشن کرنے سے گھبرا رہے تھے لیکن مرثیہ کی حالت ایسی نہ تھی کہ اسے وارنٹ لکومت کے کسی بڑے ہسپتال تک لے جایا جاتا اس

پر موجود ایک دروازہ کھلا تو دروازے میں اعظم خان موجود تھا۔
”آئیے۔ تشریف لائیے“..... اعظم خان نے کہا تو عمران سر ہلاتا ہوا اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ عام سا کمرہ تھا جس میں ایک میز اور چند کرسیوں کے ساتھ ساتھ ایک کونے میں ایک چارپائی بھی بچھی ہوئی تھی۔ دیواروں پر موجود وہ سال کے ساتھ ساتھ پچھلے سالوں کے کیلنڈر بھی لٹک رہے تھے جن پر مقدس آیات لکھی ہوئی تھیں۔
”تشریف رکھیں۔ میں آپ کے لئے چائے بنواتا ہوں“۔ اعظم خان نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ اس وقت آپ تکلیف نہ کریں“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”مہمان داری ہمارا خاندانی ورثہ ہے جناب“..... اعظم خان نے جواب دیا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ اعظم خان اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں چائے کی دو پیالیاں اور ایک پلیٹ میں بسکٹ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے چائے کی پیالیاں اور بسکٹ کی پلیٹ میز پر رکھی اور پھر میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔
”لیجئے۔ میں شرمندہ ہوں کہ اس وقت اس سے زیادہ نہیں کر سکتا“..... اعظم خان نے کہا۔

”سبھی بہت ہے خان صاحب“..... عمران نے کہا اور چائے کی پیالی کے ساتھ ساتھ پلیٹ سے ایک بسکٹ اٹھایا۔

”جی جے ظاہر ہے وہ ٹھیک ہو کر چلا جائے گا جبکہ میں نے جہاں رہنا ہے“..... اعظم خان نے کہا۔

”آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کی جرح تو آپ کو اللہ تعالیٰ دے گا اللہ میرا وعدہ ہے کہ آپ کا نام سامنے نہیں آئے گا۔ آپ جو کچھ جانتے ہیں مجھے بتادیں۔ زخمی میرا ساتھی ہے اور ہمارا تعلق سپیشل پولیس سے ہے اس لئے اب یہ معاملہ عام پولیس کا نہیں رہا بلکہ سپیشل پولیس کا ہو گیا ہے اس لئے پولیس آپ کو کچھ نہ کہے گی اور مجرموں تک آپ کا نام بھی نہیں جانے گا حتیٰ کہ میں بھی آپ کا نام سامنے نہیں لاؤں۔ بعد آپ بھی لوگوں کو صرف یہ بتائیں کہ میں زخمی کا ساتھی ہوں اور صرف شکر یہ ادا کرنے آیا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”جائے کیا بات ہے کہ آپ کی بات پر مجھے یقین آ رہا ہے۔ بہر حال جو کچھ میں جانتا ہوں بتا دیتا ہوں۔ زخمی کی طرف سے طمّان ہونے کے بعد ہم واپس آئے تو ایک آدمی نے رازدارانہ انداز میں مجھے بتایا کہ یہ کام جہاں کے بڑے بد معاش سلامو کے آدمیوں نے کیا ہے۔ اس آدمی نے بتایا تھا کہ سلامو کے آدمی نواحی گاؤں سے کوئی نوجوان لڑکی لٹھا کر سلامو کے ڈیرے پر لے آئے تھے۔ یہ اسی کا چکر ہے لیکن ظاہر ہے میں اس سلسلے میں مزید کوئی چھان بین نہ کر سکتا تھا کیونکہ سلامو جہاں کا نہ صرف بڑا بد معاش ہے بلکہ اس کے ہاتھ بڑے لمبے ہیں اور پولیس بھی اس کی ہے اور جہاں کے فسر بھی“..... اعظم خان نے کہا۔

میں نے ڈاکٹر صاحب کی ہمت بندھائی اور پھر میں نے اور باقی لوگوں نے خون دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آپریشن شروع کر دیا اور پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ جب مجھے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس آئے۔ میں نے جا کر پولیس اسٹیشن رپورٹ درج کرائی اور پھر میں گھر آ گیا..... اعظم خان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”آپ واقعی عظیم آدمی ہیں اعظم خان صاحب۔ آپ نے ایک اجنبی کے لئے اتنا کچھ کیا لیکن کیا آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ گولیاں کس نے چلائی تھیں“..... عمران نے کہا تو اعظم خان کے چہرے پر تذبذب کے آثار پیدا ہو گئے۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب“..... اعظم خان نے آخر کار کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور عمران سمجھ گیا کہ اعظم خان بہر حال اس بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے لیکن شاید وہ کسی چکر میں پھنسنے سے بچنے کے لئے بات کرنے سے کترا رہا ہے۔

”اعظم خان صاحب کیا آپ مجرموں سے خوفزدہ ہیں یا پولیس کی وجہ سے ڈر رہے ہیں۔ آپ جیسے آدمی کو اس طرح ڈرنا تو نہیں چاہیے“۔ عمران نے کہا۔

”جناب۔ میں ڈرنا نہیں ہوں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا وہی ہو گا لیکن میں خواہ مخواہ کے چکر میں بھی نہیں پھنسنے چاہتا۔ زخمی

جس لڑکی کی بات کی گئی ہے وہ کس گاؤں سے لائی گئی تھی۔

عمران نے پوچھا۔

مجھے تو معلوم نہیں جناب۔ شاید پولیس کے پاس کوئی رپورٹ

آئی ہو..... اعظم خان نے کہا۔

اچھا۔ اب آپ یہ بتا دیں کہ پتوں والی گلی جہاں میرے ساتھی
پرفارمنگ کی گئی تھی کیا سلامو کا ڈیرہ اسی گلی میں ہے..... عمران

نے پوچھا۔

جی نہیں۔ ڈیرہ تو شہر سے ہٹ کر علیحدہ علاقے میں بنا ہوا ہے

البتہ اس گلی میں سلامو کا ایک مکان موجود ہے جو اکثر خالی پڑا رہتا
ہے۔ کبھی کبھی کچھ لوگ وہاں آکر رہتے ہیں اور پھر چلے جاتے

ہیں..... اعظم خان نے جواب دیا۔

یہ احاطہ کہاں ہے۔ کیا آپ مجھے پوری تفصیل بتا سکتے ہیں۔

عمران نے کہا تو اعظم خان نے تفصیل بتا دی۔

ٹھیک ہے آپ کا شکریہ اب آپ سب کچھ بھول جائیے۔ عمران

نے اٹھتے ہوئے کہا۔

آپ کی مہربانی ہو گی۔ میں بہر حال سلامو کا مقابلہ نہیں کر

سکتا..... اعظم خان نے پھینکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

آپ بے فکر رہیں۔ آپ پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ عمران نے

کہا اور پھر اعظم خان سے مصافحہ کر کے اور اجازت لے کر وہ ہنسنے

سے باہر آیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے کار سپر کلب کی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ
تیز تیز قدم اٹھاتا کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن ابھی
وہ کلب کے مین گیٹ تک نہ پہنچا تھا کہ اچانک ایک طرف سے
ایک ادھیڑ عمر آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ٹائیگر کی طرف بڑھا۔

”پلیز ایک منٹ..... اس ادھیڑ عمر آدمی نے کہا تو ٹائیگر چونک
کر اسے دیکھ کر رک گیا۔

”آپ کا نام ٹائیگر ہے..... ادھیڑ عمر آدمی نے قریب آکر کہا۔

”جی ہاں۔ مگر..... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ

وہ اس آدمی کو پہچانتا نہ تھا۔ ویسے وہ آدمی اپنے انداز اور لباس سے

عام سا شریف آدمی لگ رہا تھا۔

”کیا آپ مجھے چند منٹ دیں گے۔ میں نے آپ سے ایک ضروری

بات کرنی ہے..... اس آدمی نے کہا۔

شمس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”ویڈیو کمپنئس کے سلسلے میں مجھ سے آپ ملنا چاہتے تھے۔ کیا مطلب۔ میرا تو ویڈیو کمپنئس کے بزنس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“
 ٹائیگر نے کہا۔ اسی لمحے دیر نے کافی کے۔ جن لگا دیے۔
 ”بیچے اور مجھے تفصیل بتائیے۔“ ٹائیگر نے کہا اور اپنے سامنے رکھی چائی اٹھائی۔

”سپر کلب کا سپروائزر جی ہے۔ آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ جی بھی میرے علاقے میں رہتا ہے اور ابتدائی خطرناک غلطیوں اور معاش ہے۔ میرے بیٹے نے جو دکان بنائی ہے اس میں عام سی کمپنئس رکھی جاتی ہیں لیکن اس علاقے میں ایک اور دکان ہے جس کا نام ریڈ لائن ہے۔ یہ بہت بڑی دکان ہے اور حقیقت میں یہ جی بی اس کا مالک ہے لیکن وہاں پر اس کا بھائی کام کرتا ہے۔ وہاں ابتدائی فٹس ویڈیو پر تنیس کا وسیع پیمانے پر دھندہ ہوتا ہے۔ ہم نے بہر حال اس کی پروا نہیں کی۔ ہمیں کیا مطلب۔ یہ ہی ہم اس کام کو کر سکتے ہیں لیکن پچھلے دنوں ایک بمبوسٹ نے اپنا کسٹمر ریڈ لائن پر چھاپ مارا اور وہاں سے ابتدائی فٹس فلموں پر مبنی لاتعداد کمپنئس بکری گئیں۔ جی کے بھائی کو گرفتار کر لیا گیا اور دکان سیل کر دی گئی لیکن چند دنوں کے بعد دکان دوبارہ کھل گئی اور جی کے بھائی کی ضمانت ہو گئی اور وہی کاروبار دوبارہ شروع ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی شامت آگئی۔ جی کو وہم ہو گیا کہ ہم نے اس سے ابتدائی

”آئیے۔ اندر بیٹھتے ہیں۔“ ٹائیگر نے کہا اور پھر وہ ہال میں داخل ہوا اور کونے میں موجود دھانی میز کی طرف بڑھ گیا۔ وہ آدمی بھی ساتھ تھا۔

”تشریف رکھیں اور بتائیں کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”آپ تلفظ نہ کریں بلکہ مجھے آپ سے کام ہے اس لئے میں آپ کو پلاتا ہوں۔“ اس آدمی نے کہا۔

”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ویڈیو کو بلا کر دو کپ ہاٹ کافی لانے کے لئے کہا تو وہ آدمی بے اختیار چونک پڑا۔

”آپ شراب نہیں پیتے یا آپ نے میری وجہ سے ہاٹ کافی منگوائی ہے۔“ اس آدمی نے کہا۔

”میں شراب پیتا ہوں اور نہ کسی کو پلانا پسند کرتا ہوں۔ آپ بہر حال بتائیں کہ آپ کون ہیں اور آپ کو مجھ سے کیا کام ہے اور آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”میرا نام شمس ہے۔ میں کنٹونمنٹ بورڈ میں ہیڈ ٹرک تھا اور اب ریٹائر ہو چکا ہوں۔ میرے دو بیٹے ہیں جن میں سے ایک انجینئر ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے ساتھ طلعہ رہتا ہے جبکہ دوسرا بیٹا عدنان ہے۔ وہ میرے ساتھ رہتا ہے اس نے کینٹ میں ویڈیو کمپنئس کی دکان بنائی ہوئی ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔“

میں داخل ہوئی تو ایک بیرے نے اڑاؤ بھردی مجھے بتایا کہ آپ کا نام نانگیر ہے۔ آپ بد معاش ضرور ہیں لیکن شریف بد معاش ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میرا کام ہو سکتا ہے اس لئے میں نے آپ کو روکا ہے۔ پلیز میری مدد کریں ورنہ میں کیا میرا پورا خاندان جیتے جی مر جائے گا اور مجھے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو قتل کرنا پڑ جائے گا۔ پلیز فار گاڈ سیک۔ پلیز۔۔۔۔۔ شمس نے روہیتے والے لہجے میں کہا۔

آپ بے فکر رہیں شمس صاحب اور گھبراہٹیں نہیں۔ جی کیا کسی کی یہ جرأت نہیں ہے کہ کسی شریف لڑکی کی طرف نیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے لیکن کیا آج جی کلب میں نہیں آیا ورنہ تو وہ آپ کی جہاں موجودگی کو بھی پروا نہ کرتا۔۔۔۔۔ نانگیر نے کہا۔

جی ہاں۔ وہ آج گھر پر ہے۔ سنا ہے اس کے گھر پر کوئی مہمان آیا ہوا ہے اس لئے اس نے جہاں سے چھٹی کی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ شمس نے کہا۔

آپ نے جی کا گھر دیکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ نانگیر نے کہا۔

جی۔ ہمارے ہی علاقے میں ہے۔۔۔۔۔ شمس نے کہا۔

نصیحت ہے تو پھر آئیے میرے ساتھ۔ اس کے گھر چلتے ہیں۔۔۔۔۔ نانگیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اوہ۔ اوہ۔ جناب اس طرح تو ہم جیتے جی مر جائیں گے۔ وہ تو

انتہائی خطرناک خنڈہ ہے۔ اس نے تو ہمارے پورے گھر کو اکھاڑا

بنا دینا ہے۔ پلیز خدا کے لئے ایسا نہ کریں۔۔۔۔۔ شمس نے انتہائی

کی مخبری کی ہے حالانکہ میں اور میرا بیٹا حلف دینے کو تیار ہیں کہ ہم نے کبھی کسی سے بات نہیں کی لیکن جی بات نہیں مانتا اور مسلسل دھمکیاں دے رہا ہے۔ گزشتہ روز اس نے اور اس کے ساتھیوں نے میرے بیٹے عدنان کو دکان سے پکڑ کر باہر گھسیٹا اور آہنی ٹوکوں اور لوہے کے ڈنڈوں سے اس قدر مارا کہ اس کی کئی پسلیاں نوٹ گئیں۔ جبراً نیوچا ہو گیا۔ وہ شدید زخمی ہوا۔ کچھ دکانداروں اور لوگوں نے بڑی مشکل سے اسے چھڑوایا ورنہ یہ لوگ اسے مار دیتے۔ اس وقت عدنان ہسپتال میں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جی نے دھمکی دی ہے کہ وہ میری جوان بیٹی کو زبردستی انھا کر لے جائے گا اور اسے وہاں پہنچا دے گا جہاں لڑکیوں کی عریاں فلمیں بنائی جاتی ہیں اور پھر یہ فلمیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں پورے ملک کی ایسی ہی ویڈیوز شاہیں میں پہنچا دی جائیں گی جہاں سے اوباش لوگ یہ فلمیں لے جا کر گھروں میں دیکھتے ہیں۔ میں یہ سن کر بے حد پریشان ہوا۔ میں نے جی کے گھر جا کر اس کی مٹیس کیں کہ ہم اس علاقے سے چلے جاتے ہیں۔ دکان بند کر دیتے ہیں۔ وہ ایسا نہ کرے لیکن وہ کہتا ہے کہ چاہے ہم دنیا کے کسی خطے میں چلے جائیں وہ ہمارا چھٹا چھوڑے گا۔ میں جہاں آیا تاکہ معلوم کر سکوں کہ میں کس سے کہہ کر اس سے اپنا چھٹا چھوڑاؤں۔ یہاں کا شیخرونی ہے۔ میں اس سے طالعین اس سہمہ مجھے دھتکار کر نکال دیا۔ میں بے حد پریشان تھا۔ میں باہر کھڑا یہ ہے۔ وہ تھا کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں کہ آپ کی کار کیاؤنڈ دکان بنا

تھانگن اس نے جب ٹائیگر کے پیچھے شمس کو اندر داخل ہوتے دیکھا تو اس نے ہونٹ بھیج لئے۔

تم پھر آگے ہو۔ میں نے جہیں کہا ہے کہ میں اپنے سٹاف کے معاملات میں دخل نہیں دیا کرتا..... ٹوٹی نے شمس سے مخاطب ہو کر منت لگے میں کہا۔

”یہ میرے ساتھ آئے ہیں۔ بیٹھے شمس صاحب..... ٹائیگر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”جہار سے ساتھ۔ مگر..... ٹوٹی نے گلو بڑا کر کہا۔

”جی کو اس کے گھر سے یہاں بلاؤ۔ ابھی اور اسی وقت۔“ ٹائیگر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ شمس بھی دبے انداز میں ایک طرف پیچھ گیا تھا۔

ٹائیگر۔ تم کھوں کے معاملات کو اچھی طرح جانتے ہو اس لئے..... ٹوٹی نے بھی کرسی پر پیچھ کر احتجاجاً کچھ کہنا چاہا۔

”میں نے جو کہا ہے ٹوٹی وہ کرو اور تم جانتے ہو کہ تم رہو گے اور نہ جہار اکب اور نہ ہی جی۔ کچھ۔ بلاؤ اسے..... ٹائیگر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو شمس انتہائی حیرت بھرے انداز میں ٹائیگر کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے شاید یہ تصور ہی نہ تھا کہ ٹائیگر اتنے بڑے بد معاش سے اس انداز میں بھی بات کر سکتا ہے اور ٹوٹی نے انہر کام کار سیور اٹھایا اور دو ٹیبلر پر پس کر دیئے۔

”جی کو اس کے گھر سے بلاؤ۔ اسے ساتھ لے آنا۔ اسے کہنا کہ

گھر آئے ہوئے لگے میں کہا۔

”تو پھر کیا کروں۔ آپ بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں..... ٹائیگر نے کہا۔

”آپ اس سے ہمیں معافی دلوا دیں اور پس۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے بیٹے نے اس کے کاروبار کی ٹیبلر نہیں کی لیکن اس کے باوجود ہمیں اس سے معافی دلوا دیں۔ ہم جلد از جلد اپنا مکان اور اپنی دکان فروخت کر کے کسی اور علاقے میں چلے جائیں گے۔“ شمس نے کہا۔

”لیکن اس کے لئے بھی تو اس کے گھر جانا پڑے گا..... ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ کسی طرح اسے یہاں بلا لیں اور مجھے معافی دلوا دیں۔ میں اپنی بیٹی کی عزت بچانے کے لئے اس کے پیروں پر سر رکھنے کے لئے تیار ہوں۔“ شمس نے کہا۔

”فحشیک ہے۔ ایسے..... ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ شمس بھی کھڑا ہو گیا۔

”آئیے میجر کے پاس چلتے ہیں اور اس سے کہہ کر جی کو وہیں ہوا لیں گے اور پھر وہیں ساری بات ہوگی..... ٹائیگر نے کہا اور شمس نے اہمات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر میجر ٹوٹی کے آفس میں داخل ہوا تو ٹوٹی بے اختیار اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ وہ ٹائیگر کا دوست تھا اور ٹائیگر اکثر اس کے پاس آتا جاتا رہتا

"تم۔ تم یہاں..... جی نے اہتائی سخت لہجے میں شمس سے کہا۔

”جی تم مجھے جانتے ہو“..... ناٹیگر نے کہا تو جی نے چونک کر ناٹیگر کی طرف دیکھا۔

”جی ہاں۔ جانتا ہوں۔ آپ باس کے دوست ہیں اور میں آپ کو..... جی نے کہنا شروع کیا۔“

تم نے شمس صاحب کے بیٹے کو زخمی کیا ہے اور اب تم نے انہیں دھمکی دی ہے کہ تم ان کی بیٹی کو اغوا کر کے اسے لوگوں کے پاس بھجوا دو گے جو عریاں فلمیں بناتے ہیں۔ کیوں..... ناٹیکر نے سخت لہجے میں کہا۔

ہاں۔ میں نے کہا ہے اور میں ایسا ہی کروں گا۔ ان لوگوں نے میرے بھائی کے خلاف خبری کی ہے۔ اب میں ان کا عبرتناک انجام کروں گا۔..... جی نے خرتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”مم۔ مم۔ میں معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں بھابھ۔“ تمس نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ اب کسی معافی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ اب تو ایسا ہو گا۔ باس آپ نے مجھے بلایا ہے۔“..... جی نے بڑے اُکڑے ہوئے لہجے میں جیسے شمس کو جواب دیا اور پھر ٹوٹی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”جی۔ ٹائیکر میرا دوست ہے اور اس کے علاوہ اس کے ہاتھ بھی بے حد لمبے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی چکر میں پھنسو۔ اس لئے

اجتہائی ضروری اور فوری نوعیت کا کام ہے۔ جلدی لے آؤ اسے۔
نوٹی نے تیز سچے میں کہا اور ریسپورر رکھ دیا۔

”ان صاحب کے ساتھ جی نے جو کچھ کیا ہے یا کرنا چاہتا ہے وہ کلب کا معاملہ نہیں ہے نا نیکر اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ کلب میں کوئی ہنگامہ کھڑا کروں لیکن اب تمہاری وجہ سے میں اسے سکھا دوں گا۔ وہ آئندہ انہیں پریشان نہیں کرے گا“..... ثونی نے کہا۔

”اسے آئیے دو چہر بات ہوگی“..... نا نیکر نے اسی طرح سر دلیجے میں جواب دیا۔

تم کیا یہ مٹا پسند کرو گے۔۔۔۔۔ نونی نے کہا۔
ابھی کچھ نہیں۔ ہم نے ہال میں ہاٹ کافی پی ہے۔۔۔۔۔ ناٹیکر نے کہا۔

”جنتاب میں جی صاحب سے ہر طرح سے معافی مانگنے کے لئے
تمہارہوں.....“ شمس نے گڑگڑاتے ہوئے منجھ میں کہا۔

”آپ خاموش رہیں۔ آپ نے جو کچھ کرنا ہے وہ مجھے معلوم ہے۔“ ناٹیک نے کہا تو شمس ہونٹ بھیج کر خاموش ہو گیا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور جی اندر داخل ہوا۔ وہ خامے ہماری لیکن ورڈشی جسم کا مالک تھا۔ جبرے پر خباثت اور شیطیت نمایاں نظر آرہی تھی۔ اس نے پتلون اور شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ آنکھ میں داخل ہو کر جب اس کی نظریں شمس پر پڑیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

بہتر ہے کہ تم میں صاحب کو معاف کر دو۔۔۔۔۔ نوئی نے کہا۔

ہاں۔ یہ معاملہ میرا ذاتی ہے۔ میں نے اس علاقے میں زندہ رہنا ہے اس لئے یہ کہیے ہو سکتا ہے کہ ان کو کوئی عبرتناک سبق نہ سکھایا جائے۔ یہاں تک نائیکر صاحب کا تعلق ہے تو مجھے ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے لیکن انہیں بھی یقیناً معلوم ہو گا کہ جی صرف سپروائزر ہی نہیں۔۔۔۔۔ جی نے اسی طرح اکرے ہوئے لکھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو ایسی قسمیں بناتے ہیں۔

نائیکر نے کہا۔

ایسے لوگوں کو براہ راست تو نہیں جانتا لیکن ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو انہیں لڑکیاں سپلائی کرتے ہیں۔۔۔۔۔ جی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

کون لوگ ہیں وہ۔۔۔۔۔ نائیکر نے پوچھا۔

میں کیوں بتاؤں۔ اور باس اب میں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ جی نے کہا اور ایک بار پھر شمس کی طرف دہریلی نظروں سے دیکھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

ر کو جی۔۔۔۔۔ نائیکر نے کہا لیکن جی ر کے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ شمس کا چہرہ ہری طرح لٹک گیا تھا۔ شاید اس کی آخری امید بھی ختم ہو گئی تھی۔

یہ اکبر دماغ آدمی ہے۔ بہر حال تم فکر نہ کرو میں اسے سمجھا لوں

گا۔۔۔۔۔ نوئی نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ اسے سمجھا لینا۔ آئیے شمس صاحب۔۔۔۔۔ نائیکر نے اٹھتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ شمس نے نوئی کو سلام کیا اور پھر ڈھیٹے ڈھیٹے قدموں سے نائیکر کے پیچھے آفس سے باہر آ گیا۔

شمس صاحب۔ گھبرائیے نہیں۔ آپ کا کوئی کچھ نہیں بگڑ سکے گا۔ آپ صرف مجھے اپنا پتہ بتا دیں اور گھر چلیے۔۔۔۔۔ صبح کو آپ کو اطلاع مل جائے گی کہ آپ کا کام ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ نائیکر نے کہا۔

تک۔۔۔۔۔ کیسا کام۔۔۔۔۔ شمس نے پوچھا۔

میری معافی والا۔۔۔۔۔ نائیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ جی تو ماش کے آنے کی طرح اکڑا ہوا ہے۔ پھر۔۔۔۔۔ شمس نے کہا۔

اس کی آپ فکر مت کریں اس کے کسی بل نکل جائیں گے اور وہ آپ کی معافی کو قبول کرے گا اور آئندہ آپ کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ یہ میری گارنٹی ہے۔۔۔۔۔ نائیکر نے کہا تو شمس کے چہرے پر پہلی بار مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

میں آپ کا مشکور ہوں لیکن خیال رکھیے گا کہ میرے خاندان کی عزت اور زندگی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔۔۔۔۔ شمس نے کہا۔

میں کون ہوتا ہوں کسی کی عزت اور زندگی کا محافظ۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے اس لئے آپ نے شکر یہ اس کا ادا کرنا ہے۔۔۔۔۔ نائیکر

نائیگر نے ٹریگر سے انگلی ہٹائی اور پستل کو جیب میں ڈال کر وہ اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر وہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر جا کر کچھ دیر بیٹھا رہا۔ جب اس کے خیال کے مطابق بے ہوش کر دینے والی گیس کے اثرات ہوا میں سے غائب ہو گئے ہوں گے تو اس نے کار سٹارٹ کی اور پھر وہ اسے اسی عقبی گلی میں لے آیا۔ اس نے کار پھانک کے ساتھ کھڑکی کی اور پھر باہر نکل کر اس نے جپ لگایا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہ کار کی چھت پر نظر آئے اور دوسرے لمحے وہ پھانک کے اوپر سے ہوتا ہوا اندر کود چکا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کافی بڑا مکان تھا۔ وہاں صرف چار مرد تھے جن میں جی جی بھی تھا اور کوئی نہ تھا۔ یہ چاروں ایک ہی کمرے میں موجود تھے اور یہ سب ہی شکل و صورت سے چھپنے ہوئے بد معاش اور غصے و کھائی دے رہے تھے۔ نائیگر نے پورا گھر چیک کیا لیکن وہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ چاروں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ نائیگر نے آگے بڑھ کر جی کو اٹھا کر کاندھے پر لاد دیا اور تیزی سے مڑ کر واپس اس پھانک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے پھانک کی چھوٹی کھڑکی کھولی اور پھر سر باہر نکال کر دیکھا۔ گلی خالی تھی۔ وہ باہر آ گیا۔ اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور جی کو کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان ٹھونس دیا اور پھر اس نے دروازہ بند کر دیا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کینٹ کے علاقے سے نکل کر وقاص ٹاؤن پہنچا جہاں ایک

نے کہا۔ وہ دونوں اب کھب سے باہر آچکے تھے۔ پھر شمس نے اپنا پتہ بتایا۔ نائیگر نے اس جی کی دکان کا پتہ بھی پوچھا اور پھر وہ اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جی کو اس لئے آفس میں کچھ نہ کہا تھا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شمس کے سامنے کچھ ہو۔ وہ کار لے کر سیدھا کینٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کینٹ وہاں سے کافی فاصلے پر تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کینٹ میں پہنچ گیا۔ اس نے سب سے پہلے وہ دکان دیکھی اور پھر وہ کار لے کر اس علاقے کی طرف بڑھ گیا جہاں جی کا مکان تھا۔ اس نے کار ایک سائٹ پر روکی اور کار کی فرمٹ سیٹ اٹھا کر اس نے اس کے نیچے موجود باکس میں سے بے ہوش کرنے والی گیس کا پستل اٹھا لیا اور باکس بند کر کے اس نے پستل کا میگزین چیک کیا اور پھر پستل کو جیب میں ڈال کر وہ کار سے اترا اور تیزی سے قدم اٹھاتا اس مکان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ شمس نے اس مکان کی چند ایسی نشانیوں سے بتائی تھیں کہ اسے اس بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑی تھی۔ مکان کا دروازہ بند تھا۔ نائیگر قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر پچھلے کٹ کر وہ اس کی عقبی طرف آیا تو وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ عقبی طرف بھی ایک خاصی کھلی گلی تھی۔ ایک بڑا سا پھانک اس گلی میں بھی تھا۔ نائیگر سمجھ گیا کہ یہ پھانک کسی خاص مال کو اندر لے جانے کے لئے کھولا جاتا ہو گا۔ اس نے جیب سے پستل نکالا اور اس کا رخ اندرونی طرف کر کے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھک ٹھک کی آوازیں کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے چار کیپول اندر جا گرے تو

کرنے شروع کر دیئے۔

"روڈی بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چمکتی ہوئی سی کرشت آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں روڈی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ ٹائیگر تم۔ کیسے فون کیا ہے۔ کوئی حکم۔۔۔۔۔ اس بار دوسری طرف سے بولنے والے کے لئے میں نرمی آگئی تھی۔

"ایک کام ہے تمہارے لئے۔ معاوضہ معقول ملے گا۔ بولو کرنا ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"معاوضہ بھی مل رہا ہو اور کام بھی تمہارا ہو تو میں انتظار کیسے کر سکتا ہوں۔ بولو۔۔۔۔۔ روڈی نے کہا۔

"کیٹس کے علاقے میں ایک ویڈیو کمیشن کی دکان ہے۔ اس کا تمام ریٹ لائن ہے۔ اس کا تفصیلی پتہ میں بتا دیتا ہوں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس کا تفصیلی پتہ بتا دیا۔

"فھیک ہے۔ میں کچھ گیا۔۔۔۔۔ روڈی نے کہا۔

"اپنے آدمی لے کر جاؤ اور اس دکان پر پہنچو۔ پھر وہاں سے اسے اگل لگاؤ۔ اس کے مالک کو گویوں سے ازاؤ۔ کسی بے گناہ آدمی کو سزا نہیں چاہئے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"ہو جائے گا۔ اور۔۔۔۔۔ روڈی نے کہا۔

"اب ایک مکان کا پتہ بھی سن لو۔ یہ بھی اسی علاقے میں ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے اس مکان کا پتہ بھی تفصیل

چھوٹی سی کونھی اس نے اس لئے لے رکھی تھی کہ کسی بھی لمحے وہ اسے ایمر جنسی میں استعمال کر سکے۔ یہ کونھی اس نے باقاعدہ خریدی تھی اور یہاں اس کا ایک خاص آدمی سیف رہتا تھا۔ اس کونھی میں ٹائیگر نے اپنے طور پر کافی کام کر رکھا تھا۔ کار بھانگ کے سامنے روک کر اس نے مخصوص انداز میں تین بار بارن دیا تو سائیڈ بھانگ کھلا اور ایک لمبے قد کا نوجوان باہر آگیا۔

"سیف۔ بھانگ کھولو۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"اچھا ہاس۔۔۔۔۔ سیف نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد بھانگ کھل گیا تو ٹائیگر کار اندر لے گیا۔ اس نے کار پورچ میں روکی اور پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ سیف بھی بھانگ بند کر کے واپس آگیا۔

"عقبی سیٹوں کے درمیان ایک آدمی بے ہوش پڑا ہوا ہے اسے اٹھا کر نیچے جہ خانے میں لے جاؤ اور راڈز میں جکڑ دو۔ میں ایک فون کر کے وہیں آ رہا ہوں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے سیف سے کہا۔

"ہاس ہاس۔۔۔۔۔ سیف نے جواب دیا اور ٹائیگر سر ملاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کونھی کا ایک کمرہ اس نے آفس کے طور پر سجایا ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھار اس کونھی میں آتا تھا اور جب آتا تھا تو اس آفس کو کھولتا تھا ورنہ یہ بند ہی پڑا رہتا تھا البتہ سیف اس کی اندرونی صفائی کر دیا کرتا تھا۔ ٹائیگر نے آفس کھولا اور اندر داخل ہو کر وہ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پر پس

سے بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔“..... روڈی نے کہا۔

”اس مکان میں تین آدمی بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں گولیوں سے اڑا دو اور پھر اس مکان کو بھی آگ لگا دو۔ اس طرح کہ اس کے اندر موجود تمام سامان جل کر راکھ ہو جائے۔“..... ٹائیگر نے کہا۔

”یہ بھی ہو جائے گا اور کچھ۔“..... روڈی نے کہا۔

”کتنی دیر لگاؤ گے ان دونوں کاموں میں۔“..... ٹائیگر نے کہا۔

”زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے۔“..... روڈی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دو گھنٹے بعد تمہیں فون کروں گا۔ کام بے داغ انداز میں ہونا چاہئے البتہ یہ میں بتا دوں تمہیں کہ یہ مکان سپر کلب کے سپروائزر جی کا ہے اور دکان بھی اس کے بھائی کی ہے۔ اب بتاؤ کام کرو گے یا نہیں۔“..... ٹائیگر نے کہا۔

”کام کیوں نہیں کروں گا۔ جی کی میرے سامنے کیا حیثیت ہے۔“..... روڈی نے جواب دیا۔

”اوکے۔ میں دو گھنٹے بعد فون کروں گا۔“..... ٹائیگر نے کہا اور

رسیور رکھ دیا۔

عمران لوگوں سے پوچھتا ہوا تھانے پہنچ گیا۔ تھانہ ایک چھوٹی سی عمارت میں تھا۔ عمران نے کار گیٹ کے سامنے روکی اور پھر صبحے ہی وہ نیچے اترا اسے تھانے کے اندر سے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ چونک کر کھلے پھانک کے اندر دیکھنے لگا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ عمران اندر داخل ہوا۔ ابھی وہ ایک برآمدے کے سامنے ہی پہنچا تھا کہ ایک سپاہی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بڑے موڈ بانڈ انداز میں عمران کو سیلوٹ کیا۔

”آئیے جناب۔ ایس ایچ او صاحب اندر موجود ہیں جناب۔“..... سپاہی نے کہا۔

”کیا نام ہے جہاد؟“..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”مم۔ مم۔ میرا نام اسلم ہے جناب۔“..... سپاہی نے گھبراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اس کا چہرہ یکجہت زرد پڑ گیا تھا۔

"حق۔ جی۔ میرا نام عبدالصمد خان ہے اور میں یہاں ایس ایچ او ہوں۔۔۔۔۔ ایس ایچ او نے اجتنائی موڈ بانٹ لکھے ہیں کہا۔

"میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور میں دارالحکومت سے آیا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوو۔ اوو جناب۔ حکم فرمائیے جناب۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ ایس ایچ او شاید ڈگریاں سن کر مزید مرعوب ہو گیا تھا۔

"ایک شخص کو یہاں پتروں والی گلی میں فائرنگ کر کے شدید زخمی کیا گیا ہے۔ اس کی رپورٹ آپ کے پاس درج کرائی گئی ہوگی اس مسئلے میں آپ نے اب تک کیا کیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اجتنائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"رپورٹ درج ہے جناب اور تفحیش جاری ہے۔۔۔۔۔ ایس ایچ او نے اس انداز میں مسکراتے ہوئے کہا جیسے تفحیش جاری کے غلط کہہ کر اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

"کس زاویے پر تفحیش کر رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جناب۔ یہ جہاتی علاقہ ہے۔ یہاں شہروں والے انداز میں تو تفحیش نہیں ہو سکتی۔ ہم نے نزدیکی گاؤں سے کھیتی منگوائے ہیں وہ پکچہ جائیں گے اور پھر مزموموں کے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے مزموموں تک پہنچ جائیں گے۔۔۔۔۔ ایس ایچ او نے کہا۔

"تو پھر تفحیش تو صبح ہی ہوگی۔ اب کیسے جاری ہے۔" عمران

"تو اسلام صاحب کیوں نہ آپ کو اس تھانے کا ایس ایچ او بنا دیا جائے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ بہر حال اتنی بات تو اس سمجھ گیا تھا کہ اس چھوٹے سے قصبے کے تھانے کے گیٹ پر اس کی سنے ماڈل کی اور اجتنائی قیمتی کار کے آنے کی وجہ سے یہاں ہنگامہ دوڑ شروع ہوئی ہے اور اسلام نے جس طرح قمیض پہنی ہوئی تھی وہی اس کی بوکھلاہٹ کے لئے کافی تھی کیونکہ قمیض الٹی پہنی ہوئی تھی اور ایک پاؤں میں جراب تھی جبکہ دوسرے میں نہ تھی۔ ظاہر ہے کار دیکھ کر انہیں لگا کہ دارالحکومت سے کوئی بڑا افسر اچانک پہنچا مارنے آیا ہے اس لئے سب الرٹ ہو رہے تھے۔

"جی جی جی۔ میں تو۔ میں تو جناب۔ ایس ایچ او صاحب تو اندر ہیں جناب۔ آئیے جناب۔۔۔۔۔ اسلام نے اجتنائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران مسکراتا ہوا آگے بڑھا تو اسلام اسے ایک کمرے میں لے آیا جہاں واقعی ایک اوجھڑا عمر اور بڑی بڑی موٹھوں والا ایس ایچ او کرسی پر بیٹھا ہوا اس طرح سامنے رکھی ہوئی فائل پڑھنے میں مگن تھا جیسے وہ اجتنائی مسرور ہو لیکن عمران اس کے سر پر رکھی ہوئی مخصوص کیپ کو دیکھ کر مسکرا دیا کیونکہ کیپ بلدی میں الٹی رکھی گئی تھی۔ عمران اندر داخل ہوتے ہوئے کھنکھار تو ایس ایچ او نے اس طرح سر اٹھا کر دیکھا جیسے وہ اس مداخلت پر خاصا برہم ہوا ہو لیکن پھر وہ اس طرح ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوا جیسے کرسی کی سیٹ میں موجود طاقتور سپرنگ اچانک کھل گیا ہو۔

”جواب۔ ہوگا کوئی۔ آپ فرمائیں۔ اس وقت آپ کی کیا خدمت کی جائے۔ ویسے یہاں ایک گھر مہمانوں کے لئے کھلا رہتا ہے۔ جتنا مہمان کے ایک بڑے آدمی ہیں۔ جتنا سلامت صاحب ان کی طرف سے یہ مہمان نوازی ہوتی ہے۔ اگر آپ رات کو آرام کرنا چاہیں تو گھر آپ کے لئے حاضر ہے۔“ ایس ایچ او نے موضوع تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

”سلامت صاحب یا سلامو بد معاش۔“ عمران نے ہونٹ جھاتے ہوئے کہا تو ایس ایچ او بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ نہیں۔ جتنا۔ لوگ تو خولو خولو دوسروں کو بدنام کر دیتے ہیں۔ سلامت صاحب تو بہت شریف اور معزز آدمی ہیں۔“ ایس ایچ او نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ اسی لمحے اسے دور سے ایک پار پھر رونے اور کسی کے زیادہ سختی سے ڈانٹنے کی آواز سنائی دی تو عمران بغلت اٹھا اور بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

”جتنا۔ جتنا آپ۔“ اسے لپٹے چمچے ایس ایچ او کی بو کھٹائی ہوئی آواز سنائی دی لیکن عمران سنی ان سنی کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ برآمدے کے آخری کمرے کے دروازے سے روشنی باہر آ رہی تھی اور عمران کو یقین تھا کہ رونے اور ڈانٹنے کی آوازیں اس نے اسی کمرے سے آتی ہوئی سنی تھیں۔ عمران تیزی سے مڑ کر کمرے میں داخل ہوا تو وہ بے اختیار فٹھک کر رک گیا۔ اس نے ایک اوجھڑ

نے کہا۔

”جتنا۔ سپاہی کھوجی کو بلانے گیا ہوا ہے اس لئے تفتیش تو ہو رہی ہے جتنا۔“ ایس ایچ او نے کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے اشیات میں سر ہلادیا۔

”نہیں آپ کو یہ تو معلوم ہوگا کہ اس چھوٹے سے قصبے میں کس کے پاس اس قدر جدید مشین پشیل ہو سکتا ہے۔“ عمران نے کہا تو ایس ایچ او چونک پڑا۔

”جدید مشین پشیل۔“ ایس ایچ او نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اس آدمی کو جس انداز میں گولیاں ماری گئی ہیں اس کے دشمنوں سے صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کام جدید مشین پشیل سے کیا گیا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”جتنا۔ یہ بات تو شہر والے ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں مہماتی طرز کے تھانوں میں بیٹھ کر اتنی اونچی بات کہیں سوچ سکتے ہیں۔“ ایس ایچ او نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پولیس نے اس معاملے میں کچھ نہیں کرنا اس لئے یہاں اس کا وقت ہی ضائع ہو سکتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی مزید بات کرتا اچانک اسے دور سے کسی کے رونے اور پچکیاں بیٹنے اور کسی کے اسے ڈانٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔

”یہ کون رورہا ہے۔“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

بوڑھا اس طرح ہے اور ڈرے انداز میں یہ مخاطب ہے وہ کسی عام کرسی کی بجائے موت کی سزا دینے والی کرسی پر بیٹھ گیا ہو۔ ایسے ایچ او اب عمران کے نیچے جرموں کی طرح کھڑا تھا۔

”آپ بھی بیٹھیں۔ ایسے ایچ او صاحب اور یہ سن لیں کہ جو آدمی زخمی ہوا ہے اس کا تعلق حکومت کی ایک بہت بڑی سیکورٹی مینس سے ہے اس لئے اگر آپ نے کسی سلامت یا سلام و غیرہ کو بھانے کی کوشش کی تو آپ تو کیا آپ کا پورا خاندان بھی جیل پہنچ جائے گا لیکن اگر آپ نے مکمل تعاون کیا تو پھر آپ کو ڈی ایس پی بھی بنایا جاسکتا ہے۔“ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”جنتاب۔ جنتاب۔ میں آپ کا خادم ہوں جنتاب۔“ ایسے ایچ او نے کہا اور پھر وہ بھی اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے بوڑھا بیٹھا تھا۔

”ہاں بابا۔ کیا نام ہے جہارا۔“ عمران نے پوچھا۔

”جی اللہ بخش جنتاب۔“ بوڑھے نے جواب دیا۔

”جہارا بیٹی کب غائب ہوئی ہے اور کیسے۔ پوری تفصیل بتاؤ۔“ عمران نے پوچھا تو بوڑھے نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

”عبد الصمد خان صاحب۔ اب آپ سن لیں کہ اگر آپ ابھی اور اسی وقت ڈی ایس پی بننا چاہتے ہیں تو مجھے بتائیں کہ بوڑھے کی بیٹی کہاں ہے اور اس آدمی کو گلی میں کس نے زخمی کیا تھا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو ہر بات کا علم ہے۔“ عمران نے کہا۔

”جنتاب۔ اب میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ سلامو بہاں کا

عمر صہبائی کو دیوار کے ساتھ لگے کھڑے دیکھا جبکہ ایک سپاہی اس کے سامنے ڈنڈا اٹھائے کھڑا تھا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔“ عمران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میری بیٹی جنتاب اٹھا ہو گئی ہے لیکن یہاں کوئی سنتا ہی نہیں۔“ بوڑھے نے ناکت اپنی آواز میں روتے ہوئے کہا اور عمران سمجھ گیا کہ جس لڑکی کا ذکر وہاں نے کیا تھا وہ اس بوڑھے کی بیٹی ہو گی۔

”جنتاب۔ جنتاب۔“ ایسے ایچ او نے ایک بار پھر داخلہ کرنے کی کوشش کی۔

”خاموش رہیں آپ ورنہ آئی سی اور ڈی آئی سی دونوں کو جیسے کال کروں گا۔“ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا تو ایسے ایچ او کا نہ صرف چہرہ زرد پڑ گیا بلکہ اس کا پورا جسم بے اختیار اس طرح کانپنے لگ گیا تھا جیسے اسے اچانک جازے کا بخار چڑھ گیا ہو۔ عمران اس روتے ہوئے بوڑھے کو لے کر ایسے ایچ او کے کمرے میں آگیا۔

”بیٹھو بابا۔“ عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ میں تو جنتاب طرب آدمی ہوں۔ میں نیچے بیٹھ جاتا ہوں جنتاب۔“ اس بوڑھے نے کہا۔

”میں کہہ رہا ہوں آپ اس کرسی پر بیٹھیں۔“ عمران نے کہا تو

پاس سرکاری ریو اور موجود ہے لیکن جناب آج تک اس کا میگزین ہی حکام نے ایٹھ نہیں کیا۔ اب ہم نگزی کی بند قوں اور بغیر میگزین کے ریو اور سے ان کے خلاف کیا کر سکتے ہیں۔ پھر اعلیٰ حکام ہی جب اس کے ساتھ ہو جائیں۔۔۔۔۔ عبد الصمد نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا۔

”نصیحت ہے۔ آپ ایک سپاہی میرے ساتھ کر دیں۔ وہ مجھے صرف اس سلاموں کا ذریعہ بتا دے پھر واپس آجائے اور بابا اللہ بخش تم نے ابھی نہیں رہتا ہے میں اس سلاموں سے بات کر کے واپس آتا ہوں۔ پھر ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ دارالحکومت لے جاؤں تاکہ وہاں سے جہادری بیٹی کو برآمد کیا جاسکے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو بابا اللہ بخش نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”جناب۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔۔۔۔۔ عبد الصمد نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ آپ یہیں رہیں ورنہ آپ کا سپاہی ہم سے پہلے سلاموں کے ذریعے تک پہنچ جائے گا اور وہ غالب ہو جائے گا۔ آپ نے اس کا بھی خیال رکھنا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو امیں اتج او نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اسی سپاہی اسلم کو بلا کر اس نے کچھ کھایا اور پھر اسے عمران کے ساتھ بھیج دیا۔ اس کو کار میں بٹھا کر عمران نے کار آگے بڑھا دی اور پھر تھوڑی دیر بعد اس قصبے کے ایک علیحدہ حصے میں بنے ہوئے دھبائی انداز کے ڈرے پر وہ دونوں پہنچ گئے۔

بہت بڑا بد معاش ہے اور اس کے اعلیٰ حکام سے بہت قریبی تعلقات ہیں اس لئے مجھ جیسے چھوٹے افسر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ورنہ نہ صرف ہماری نوکریاں ختم ہو جاتی ہیں بلکہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو ہلاک بھی کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال میں بتا دیتا ہوں کہ سلاموں کے آدمیوں نے اس پورے کی اپنی اسما کو اغوا کیا اور اسے وہاں ایک مکان میں بند کر دیا۔ پھر سلاموں کے مہمان آئے اور وہ اس لڑکی کو لے جانے لگے تو لڑکی کسی طرح بھاگ کر گلی میں پہنچ گئی۔ وہاں وہ اجنبی موجود تھا۔ سلاموں کے مہمان اس لڑکی کے پیچھے گئے تو اس اجنبی نے لڑکی کو بچانے کی کوشش کی جس پر سلاموں کے مہمانوں نے اس پر فائر کھول دیا اور لڑکی کو زبردستی اٹھا کر واپس لے گئے اور پھر وہ اسے کار میں ڈال کر فوری طور پر دارالحکومت چلے گئے ہیں۔ سلاموں نے مجھے بلا کر کہا تھا کہ اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہ کروں ورنہ وہ میرا حشر کر دے گا۔۔۔۔۔ عبد الصمد خان نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”حیرت ہے۔ پولیس آفیسر ہو کر مجرموں سے ڈرتے ہو۔ کہاں ہے وہ سلام۔۔۔۔۔ عمران نے ہوسٹ چباتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ وہ انتہائی خطرناک بد معاش ہے۔ اس کے ڈرے پر دس بارہ مسلح آدمی ہر وقت موجود رہتے ہیں جبکہ میرے پاس تو ایک ہیڈ کانسٹیبل اور دو سپاہی ہیں اور ان لوگوں کے پاس تو انتہائی جدید اسلحہ ہوتا ہے جبکہ ہمارے پاس تو نگزی کی بند و قیں ہیں البتہ میرے

ہے۔ اس کی سیاہ رنگ کی بڑی بڑی موٹھیں اکڑی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں تیز سرنی تھی۔ ایک کان میں بالی بھی نظر آرہی تھی اور وہ اپنے چہرے مہرے اور انداز سے ہی ایک چمٹا ہوا بد معاش دکھائی دے رہا تھا۔

”کون ہیں آپ“..... سلامو نے آگے بڑھتے ہوئے حیرت مجرے لہجے میں کہا۔

”علی عمران اور میرا تعلق سپیشل پولیس سے ہے“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ پھر تو آپ اپنے ہی آدمی ہوئے۔ آئیے آگے تشریف لائیے۔ چشمو بھاگ کر جا اور سپیشل پولیس لٹھا کر لا۔“ سلامت نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے عمران سے مصافحہ کرنے کی عرض سے ہاتھ بڑھایا۔

”میں بد معاشوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔“ تجھے..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ“..... سلامو نے ٹکھٹ بھوک کر کہا جبکہ باہر کی طرف جاتا ہوا چشمو بھی ٹکھٹ رک گیا تھا۔ وہ بھی مڑ کر حیرت مجری نظروں سے عمران اور سلامو کو دیکھ رہا تھا جبکہ سلامو کی آنکھوں میں ٹکھٹ شعلے سے تپنے لگ گئے تھے۔

”انداز چلو تم سے انتہائی ضروری باتیں کرنی ہیں“..... عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے کی طرف بڑھ

”یہ ڈرہ ہے جناب“..... اسلام سپاہی نے کہا تو عمران نے کار روک دی۔

”ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو“..... عمران نے کہا تو اسلام نے دروازہ کھولا اور خاموشی سے اتر کر واپس چلا گیا تو عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ ڈرے کا ککڑی کا پھانک کھلا ہوا تھا۔ عمران کا اندر لے گیا تو وہاں ویرانی سی چھائی ہوئی تھی البتہ ایک طرف برآمدے کے چپے ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ عمران نے کار برآمدے کے سامنے روکی تو کمرے میں سے ایک مضبوط جسم کا مہباتی سا آدمی باہر آ گیا۔

”کون ہو تم“..... اس نے حیرت مجرے لہجے میں کہا۔

”سلامت کہاں ہے“..... عمران نے کار سے نیچے اتر کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”کون ہے چشمو“..... اسی لمحے کمرے کے اندر سے ایک سخت اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”جناب۔ کار پر کوئی صاحب آئے ہیں“..... اس مہباتی نے کہا۔

”یہی سلامت صاحب ہیں“..... عمران نے کہا تو مہباتی نے اجابت میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک بھینسے کے جسم والا آدمی پہلو انوں کے سے انداز میں چلتا ہوا باہر آ گیا۔ اس نے ہاتھوں اور قمیص پہنی ہوئی تھی لیکن چہرے مہرے اور انداز سے ہی صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ لباس اس نے زبردستی اپنے اوپر چسما رکھا

بتایا ہے کہیں۔ مجھے بتاؤ اور سنو تم سپیشل پولیس کے آفیسر ہو گے
لیکن میرے تعلقات آئی جی سے ہیں..... سلامو نے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو واقعی مجھے غلط فہمی ہوئی ہے.....“ عمران نے ایک
طویل سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے
مڑا اور کمرے سے نکل کر برآمدے میں سے ہوتا ہوا کار میں آکر بیٹھ
گیا اور جب تک حتمو اور سلامو باہر نکلے عمران نے سائیڈ سیٹ
دھماکی اور اس کے نیچے موجود ہاکس میں سے بے ہوش کر دینے والی
گیس کا پستل اور سائیٹسرنگ ایک مشین پستل نکال کر اس نے
پسٹ بند کر دی۔ سائیٹسرنگ مشین پستل اس نے جیب میں ڈالا اور
گیس پستل ہاتھ میں لے کر کار سے باہر آگیا۔ سلامو اور حتمو دونوں
اب برآمدے میں موجود تھے۔ عمران نے کار سے باہر نکل کر گیس
پستل کا ٹریگر دبایا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی پستل سے نکل کر ایک
کیپول ان دونوں کے پیروں میں گرنا اور وہ دونوں اچھل پڑے لیکن
دوسرے لمحے وہ دونوں ہی لہرا کر نیچے گرے اور ساکت ہو گئے۔
عمران سانس روکے کھڑا تھا۔ اس نے چونکہ اس سلامو سے تفصیل
سے پوچھ گچھ کرتی تھی اس لئے اس نے یہ کارروائی کی تھی۔ چند لمحوں
بعد جب اس کے خیال کے مطابق گیس کے اثرات ختم ہو گئے تھے تو
اس نے آہستہ سے سانس لیا اور پھر زور سے سانس لے کر وہ آگے
بڑھا۔ اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے سلامو کو بازو سے پکڑا
اور گھسیٹا ہوا کمرے کے اندر لے گیا اور پھر ایک جھکے سے اس نے

گیا۔ سلامو بھی ہونٹ چباتا ہوا اس کے پیچھے اندر آگیا۔ یہ ایک خاصا
بڑا کمرہ تھا۔ اس میں میز کے ساتھ کئی کرسیاں موجود تھیں۔ فرش پر
قالین پکھا ہوا تھا اور میز پر شراب کی ایک خالی بوتل اور ایک گلاس
رکھا ہوا تھا۔

”بیٹھو سلامو.....“ عمران نے کہا اور خود ایک کرسی کھینچ کر اس
پر بیٹھ گیا تو سلامو بھی اسی طرح ہونٹ بھینچے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس
کے ہجرے پر غصے کے ساتھ ساتھ کبیدیگی کے تاثرات نمایاں تھے
جبکہ حتمو دروازے کے اندر آکر ایک سائیڈ پر کھڑا ہو گیا تھا۔

”تم باہر جاؤ بلکہ درے سے بھی باہر چلے جاؤ.....“ عمران نے
حتمو سے کہا۔

”نہیں۔ یہ ہمیں رہے گا اور تم بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں تو
جہادری حمت کر رہا تھا لیکن.....“ سلامو نے استہائی بگڑے ہوئے
لہجے میں کہا۔

”باقی باتیں بعد میں کر لیں گے۔ پہلے بتاؤ کہ وہ لڑکی کہاں ہے
جسے جہادے آدمی قریبی ہستی نور پور سے اٹھا لائے تھے۔ وہ لڑکی جس
کا نام اسماء ہے.....“ عمران نے سرد لہجے میں کہا تو سلامو بے اختیار
اچھل پڑا۔ اس کے ہجرے پر حمت کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن
دوسرے لمحے اس نے لپٹے آپ کو سنبھال لیا۔

”لڑکی اور میرے آدمی اٹھا لائے تھے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔ میں
تو اس علاقے کا شریف آدمی ہوں۔ میں ایسے نہیں کیا کرتا۔ کس نے

اجتہائی کر بناک جیج نکل گئی۔ عمران نے خون آلود خنجر میں بر رکھ دیا۔
سلامو کے دونوں تختے آدھے سے زیادہ کٹ چکے تھے۔

"بتاؤ کہاں ہے لڑکی؟"..... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مزی ہوئی انگلی کا ہک سلامو کی پیشانی پر رسید کر دیا۔ کمرہ ایک بار پھر اجتہائی کر بناک جیجوں سے گونج اٹھا۔ سلامو کے ہجرے پر پسمینہ بیٹنے لگا تھا۔

"بولو۔ کہاں ہے وہ لڑکی۔ بولو؟"..... عمران نے عزاتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔ تم بھگتو گے۔ ابھی میرے آدمی آ جائیں گے۔ تم بھگتو گے؟"..... سلامو نے چھتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن عمران نے دوسری ضرب لگا دی اور کمرہ ایک بار پھر سلامو کی جیجوں سے گونج اٹھا۔

"بولو۔ ورنہ؟"..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
"مم۔ مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

سلامو واقعی خاصی قوت برداشت کا مالک تھا۔
"اوکے۔ اب جہاد اذہن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اس لئے

آخری بار کہہ رہا ہوں کہ بتاؤ؟"..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
"مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم؟"..... سلامو نے دائیں

بائیں سر مارتے ہوئے کہا۔ عمران سمجھ گیا کہ سلامو مونے دماغ کا آدمی ہے اس لئے اس نے تیسری ضرب لگا دی۔

سے کھینچ کر کرسی پر بٹھا دیا۔ پھر وہ باہر آیا۔ حضور آمدے میں بیڑھے بیڑھے انداز میں بڑا ہوا تھا۔ عمران نے پوری حویلی کا راؤنڈ لگایا لیکن ان دونوں کے علاوہ اور کوئی آدمی حویلی میں موجود نہ تھا۔ ہر کمرے میں اس نے بجلی کا بلب جلا کر چیک کیا تھا اور پھر ایک کمرے میں اسے دسی کا ہنڈل نظر آ گیا تو اس نے وہ ہنڈل اٹھایا اور دائیں کمرے میں آ گیا جہاں سلامو کرسی پر اسی طرح بے ہوشی کے عالم میں بڑا ہوا تھا۔ عمران نے دسی کی مدد سے اسے کرسی پر اچھی طرح باندھ دیا۔ پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تیز و حار خنجر نکالا اور پھر سلامو کی گردن کے عقب میں مخصوص جگہ پر تیز و حار خنجر سے کٹ لگایا اور پھر مڑ کر کرسی کے سامنے آ کر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ہی سلامو نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر پوری طرح ہوش میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن رسیوں سے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

"ہاں۔ اب بتاؤ سلامو۔ لڑکی کہاں ہے؟"..... عمران نے اجتہائی سرد لہجے میں کہا۔ خنجر اس کے ہاتھ میں تھا لیکن دوسرے لمحے سلامو کے منہ سے لپکتی مغضبات کی بوچھاڑ نکلنے لگی اور عمران سمجھ گیا کہ سلامو اجتہائی گھٹیا درجے کا بد معاش ہے۔ اس کا خنجر والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ساتھ ہی سلامو کے حلق سے بے اختیار جیج نکلنے اور ابھی اس کی جیج کی بازگشت گونج ہی رہی تھی کہ عمران کا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور ایک بار پھر سلامو کے منہ سے

جاتیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”وہ کالی فلموں کا سپلائر ہے۔۔۔۔۔ سلامو نے کہا۔

”کالی فلمیں۔۔۔۔۔ وہ کون سی ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔

”وی سی آر کے لئے جو فلمیں بنائی جاتی ہیں۔ تنگی فلمیں۔ انہیں جہاں کالی فلمیں کہا جاتا ہے۔ وکمز اس کا سپلائر ہے۔۔۔۔۔ سلامو نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”لیکن اس کے لئے تو شہر سے لڑکیاں اغوا کی جاتی ہوں گی۔ وہ ہائی لڑکیوں کو اغوا کرنے کا کیا مطلب۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو وکمز آکر بتاتا ہے کہ فلاں بستی یا محلے میں فلاں لڑکی اس کے کام کی ہے تو میں اپنے آدمیوں سے اسے اغوا کر کے اس کے حوالے کر دیتا ہوں اور وہ مجھے اس کا بھاری معاوضہ دیتا ہے اور پھر لڑکی کو بے ہوش کر کے لے جاتا ہے اور بس۔۔۔۔۔ سلامو نے جواب دیا۔

”دارالحکومت میں وکمز کہاں رہتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”اس کا فھکانہ تاجو کا ہوٹل ہے۔ ڈیڑھ گھنٹہ روڈ پر تاجو کا ہوٹل۔۔۔۔۔ سلامو نے کہا۔

”وہ کسے لڑکیاں سپلائی کرتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ وہ اس کا بزنس سیکرٹ ہے۔ وہ کیوں بتائے گا۔۔۔۔۔ سلامو نے جواب دیا۔

”یو لو۔ کہاں ہے لڑکی۔ یو لو۔۔۔۔۔ عمران نے خزاہے ہوئے کہا

”یہیں سلامو کی آنکھیں اب باہر کو ابل آئی تھیں۔ چہرہ بری طرح سرخ ہو چکا تھا۔ اس کا پورا چہرہ اب بری طرح کانپنے لگ گیا تھا۔

”یو لو۔ ورت۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”وہ۔۔۔۔۔ وہ چلی گئی ہے۔ وکمز لے گیا ہے۔ وکمز۔۔۔۔۔ سلامو نے کرپٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کون وکمز۔ بتاؤ۔ کیوں اغوا کیا ہے اس لڑکی کو۔ بتاؤ۔ عمران نے اس کے چہرے پر زور دار تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔

”وہ۔۔۔۔۔ وہ فلموں کے لئے لے گیا ہے۔ فلموں کے لئے۔۔۔۔۔ سلامو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”فلموں کے لئے۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ۔۔۔۔۔ وہ فلموں کا سپلائر ہے۔۔۔۔۔ سلامو نے جواب دیا۔ اب وہ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا لیکن ابھی اس کا ذہن کام کر رہا تھا اور

عمران سمجھ گیا کہ ایسا کیوں ہے کیونکہ عام طور پر تیسری ضرب کے بعد شعور ختم ہو جاتا ہے لیکن سلامو کا شعور تیسری ضرب کھانے کے

باوجود کام کر رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ سلامو اچھائی موٹے دماغ کا آدمی تھا لیکن تیسری ضرب کے بعد اللہ سبحانہ کی قوت ارادی ختم ہو

چکی تھی اس لئے وہ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا۔

”فلموں میں اس طرح لڑکیاں اغوا کر کے تو نہیں پہنچاتی

"اسے بلاؤ"..... عمران نے کہا تو ایک سپاہی جلدی سے بوڑھے بابا کو لے آیا۔

"بابا اللہ بخشش میں نے معلوم کر لیا ہے۔ جہادی بیٹی کو دارالحکومت لے جایا گیا ہے۔ جہاد اپنے میں نے نوٹ کر لیا ہے میں اب دارالحکومت جا رہا ہوں۔ وہاں سے جہادی بیٹی کو برآمد کر کے میں خود اسے جہاد کے گھر پہنچا دوں گا۔"..... عمران نے کہا۔

"جی بہت مہربانی۔ آپ کی بات سن کر میرے دل کو سکون سا آ گیا ہے۔"..... بابا اللہ بخشش نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں جہاد کے گاؤں پہنچا دوں اور ساتھ ہی جہاد کے گاؤں بھی دیکھ لوں اور ایسے ایسے لوگ جو صاحب سلامو اور اس کے آدمی حشمو کی لاشیں اس کی حویلی میں پڑی ہیں۔ کسی بے گناہ کو پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے۔ میں دارالحکومت پہنچ کر آئی جی صاحب سے جہادی سفارش کروں گا اور تمہیں دارالحکومت کے کسی اچھے سے تھانے میں تبدیل کرادوں گا کیونکہ تم نے بہر حال میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔"..... عمران نے کہا۔

"میں کچھ گیا جناب۔ ویسے بھی سلامو اور حشمو مجرم تھے جناب۔" ایسے ایسے کہتے ہوئے عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ اس بوڑھے کو ساتھ لے کر واپس آیا۔ اس نے اسے کار میں بٹھایا اور پھر کار لے کر آگے بڑھ گیا۔

"میری بیٹی مل جائے گی ناں صاحب۔"..... بوڑھے نے درد

"کب سے وہ یہ دھندہ کر رہا ہے۔"..... عمران نے پوچھا۔
"کافی عرصے سے۔ دس بارہ سال ہو گئے ہیں۔"..... سلامو نے کہا
تو عمران نے ایک طویل سانس لیا اور جیب سے سائٹسنگ مشین پھیل نکال لیا۔

"تم معاشرے کا وہ ناسور ہو سلامو جس کا علاج موت ہی ہے۔"..... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ سلامو کچھ کہتا عمران نے ٹریگر دبا دیا اور دوسرے لمحے تھوڑا سا کی آوازوں کے ساتھ ہی سلامو کا جسم جھٹکتے کھانے لگا اور چند لمحوں بعد ہی وہ ساکت ہو گیا۔ عمران نے خنجر اٹھا کر اس کے جسم کے گرد بندھی ہوئی رسی کاٹ دی اور پھر خنجر اس کے لباس سے صاف کر کے اس نے جیب میں ڈالا اور مڑ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے برآمدے میں بے ہوش پڑے ہوئے حشمو پر بھی فائر کھول دیا اور حشمو کا جسم بے ہوشی کے عالم میں ہی چند لمحے تڑپا اور ساکت ہو گیا تو عمران نے مشین پشیل جیب میں ڈالا اور پھر وہ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار حویلی سے نکل کر تیزی سے دوبارہ تھانے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے تھانے کے سامنے جا کر کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ اندر گیا تو ایسے ایسے اور اس کا حملہ ویسے ہی موجود تھا۔ ان سب نے عمران کو سلام کیا۔

"وہ بابا کہاں ہے۔"..... عمران نے پوچھا۔

"اندر کمرے میں ہے جناب۔"..... ایسے ایسے کہتے ہوئے

نے روتے ہوئے کہا۔

"میں فرشتہ نہیں۔ جہارا بیٹا ہوں۔ تم فکر مت واپس الماری چھپا لو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تم سے چھین لے۔" مسکراتے ہوئے کہا تو بابا نے عمران کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ گو گیر لہجے میں اسے دعائیں دیں اور پھر گڈی کو وہ چادر من کی طرف کار سے نیچے اتر گیا۔ عمران نے کار کا دروازہ بند کیا اور ایک اور پھر سانس لے کر اس نے کار موڑی اور اسے دارالحکومت کی طرف شا کی والی سڑک کی طرف بڑھاتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں اس وقت انہی بھرتیاں سا آ یا ہوا تھا جب سے اس نے سلامو سے سنا تھا کہ یہاں کاؤ فسمیں بنائی جاتی ہیں اور شریف لڑکیوں کو اغوا کر کے ان میں استعمال کیا جاتا ہے تو محاوراً نہیں بلکہ حقیقتاً یہ سن کر اس کے تن بدن میں شعلے سے جھونک اٹھے تھے۔ اس قدر تنگ انسانیت جرم کا شاید اس نے کبھی تصور ہی نہ کیا تھا۔

بھرے لہجے میں کہا۔

"انشاء اللہ۔ تم فکر مت کرو۔" عمران نے کہا اور بوڑھا بے اختیار عمران کو دعائیں دینے لگا۔ عمران اس کی نشاندہی پر کار بڑھاتا ہوا تقریباً چھ سات گلو میں دوڑ ایک ہی لمبی کے قریب پہنچ گیا۔ "بس تم یہاں سے اتر کر گھر جاؤ۔ میں نے جلدی واپس جانا ہے تاکہ جہاری بیٹی کو جلد از جلد برآمد کیا جاسکے۔" عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ڈیش بورڈ کھولا اور اس میں سے بڑی مایت کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس نے ڈیش بورڈ بند کر دیا۔ بوڑھا حیرت بھری نظروں سے اس گڈی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نیچے اس لئے نہ اتر سکا تھا کہ اسے کار کا دروازہ کھولنا ہی نہ آتا تھا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر کار کا دروازہ کھولا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نوٹوں کی دو گڈی بوڑھے کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

"یہ کیا ہے۔" بوڑھے نے چونک کر اچھائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جہارا کوئی بیٹا نہیں ہے ناں اس لئے میں جہارا بیٹا ہوں اور تم بیٹے سے انکار نہیں کرو گے بابا اللہ بخش۔ یہ رکھ لو اور فکر مت کرو۔ جہاری بیٹی میری بہن ہے۔ میں اسے ہر صورت میں برآمد کراؤں گا۔" عمران نے کہا تو بوڑھا اللہ بخش بے اختیار رونے لگ گیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ اس دنیا میں ایسے فرشتے بھی رہتے ہیں۔" بوڑھے

دھکن بند کر کے وہ واپس مڑا اور اس نے جا کر بوتل واپس الماری میں رکھ دی۔

اب کوڑا بھی اٹھا لاؤ۔ یہ خاصا سخت جان آدمی نظر آ رہا ہے۔
ٹائیگر نے سیف سے کہا تو سیف سر ہلاتا ہوا ہرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر جوری طرح ہوش میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راز میں جکڑا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

”ہوشیار۔ تو تم کیمنگلی پر ہتر آئے ہو۔“ اس نے چند لمحوں بعد ہنسنے بیٹھے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں غصہ تھا۔
”کیسی کیمنگلی؟“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”سہی کہ مجھے غوا کر کے یہاں باندھ دیا گیا ہے لیکن یہ سن لو کہ میں نے اپنے بھائی کو جہاز سے بارے میں بتا دیا ہے اور میرے بھائی کے تعلقات زر زمین دنیا میں بہت دور تک ہیں۔ اگر تم نے میری طرف نیڑی آنکھ سے بھی دیکھا تو میرا بھائی جہاز کی آنکھیں نکال دے گا۔“ جی نے سخت لہجے میں کہا۔

”جہاز بھائی جو کیمنگلیوں کی دکان کا مالک ہے یا کوئی اور بھائی ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ کیمنگلیوں والا تو میرا چھوٹا بھائی ہے۔ میرا بڑا بھائی۔ وہ شل گروپ کا سیکنڈ چیف ہے اور تم جانتے ہو کہ پاکیشیا میں

بھرے لہجے میں
”انشاء۔“

اختیار عمران
ہو القہر بنا۔

”بھر

جاکہ ۲

اس

۱

ٹائیگر جب کمرے میں داخل ہوا تو سپر وائزر جی راز میں جکڑا ہوا رسی پر موجود تھا لیکن اسے چونکہ گیس سے بے ہوش کیا گیا تھا اس لئے وہ مسلسل بے ہوش تھا۔ سیف بھی اس کمرے میں موجود تھا۔ ٹائیگر دراصل چاہتا تھا کہ روڈی اپنا کام کر گزرے تو پھر وہ اس جی کو ہوش میں لے آئے لیکن دو گھنٹے کافی وقت تھا اس لئے ٹائیگر نے سوچا کہ اتنی دیر خواہ غواہ انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ وہ اٹھا اور اس نے کمرے کی دیوار میں نصب ایک الماری کھولی اور پھر اس میں موجود ایک بوتل اٹھا کر اس نے الماری بند کر دی۔

”اسے ہوش میں لے آؤ سیف۔“ ٹائیگر نے بوتل سیف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور سیف نے ٹائیگر کے ہاتھ سے بوتل لی اور پھر آگے بڑھ کر اس نے بوتل کا دھکن ہٹایا اور اس کا دہانہ بے ہوش جی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد سیف نے بوتل ہٹائی اور

چھوٹا بھائی کام نہیں کر سکا ورنہ میں نے تو اسے کہا تھا کہ اس شخص کے بیٹے کو گولی مار دے۔ میں سنبھال لوں گا لیکن اس نے ہمت نہیں کی۔۔۔۔۔ جی نے اسی طرح اکرے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے ٹائیگر نے اسے اپنے حوصلہ کی خاطر رسیوں سے پابند کر رکھا ہو۔ اسی لمحے سیف ہاتھ میں فون سیٹ اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے اس کا ہنگ مخصوص سائٹ میں لگا دیا۔ ٹائیگر نے رسیوں اٹھایا اور تیزی سے ٹیبلٹس کرنے شروع کر دیے۔ اس نے آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا۔

"مارشل کلب" رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چٹختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں ٹائیگر بول رہا ہوں۔ کنگ مار تھرہاں موجود ہو گا اس سے بات کرو۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے سخت اور سرد لہجے میں کہا۔

"ہوٹا آن کرو۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سیف۔ جی کے منہ میں رومال ٹھونس دو۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے سیف سے کہا تو وہ بھلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور تھوڑی سی بدوجہد کے بعد اس نے جی کے منہ میں رومال ٹھونس دیا۔ جی کے ہرے پر اس طرح غصے کے تاثرات ابھرائے جیسے اسے ٹائیگر کی اس حرکت پر بے پناہ غصہ آ رہا ہو۔

"اسیلو۔ کنگ مار تھر بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک چٹختی ہوئی آواز سنائی دی۔ بچہ خاص بد معاشوں اور خنڈوں جیسا تھا۔

مارشل گروپ کی کیا اہمیت ہے۔۔۔۔۔ جی نے کہا۔

"کیا نام ہے جہارے بڑے بھائی کا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے چونک کر پوچھا کیونکہ وہ مارشل گروپ کے بارے میں نہ صرف اچھی طرح جانتا تھا بلکہ مارشل گروپ سے اس کے کافی گہرے تعلقات تھے۔

"اس کا نام مار تھر ہے۔ کنگ مار تھر۔۔۔۔۔ جی نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"او۔۔۔۔۔ تو کنگ مار تھر جہار بھائی ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا کیونکہ وہ کنگ مار تھر کو بھی جانتا تھا۔ وہ پیشہ ور قاتل تھا اور زمین دنیا میں اس کی خاصی شہرت تھی۔

"ہاں۔ اس لئے تم مجھے چھوڑ دو اور مجھ سے معافی مانگو ورنہ۔۔۔۔۔ جی نے کہا۔ اسی لمحے سیف ہاتھ میں کوڑا اٹھائے کمرے میں داخل ہوا تو جی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کا چہرہ نفرت سے سکڑ سا گیا۔

"سیف۔ فون ہمیں لے آؤ۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے سیف سے کہا تو سیف سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"سنو جی۔ اب تم مجھے یہ بتا دو کہ کیا واقعی تم نے شمس صاحب کو یہ دھمکی دی تھی کہ تم اس کی بیٹی کو اٹھا کر ٹنگی فلموں والوں کو فروخت کر دو گے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں اور میں ایسا کروں گا۔ اس شخص کے بیٹے نے مغبری کر کے ہم پر ریڈ کرایا اس سے علاقے میں ہماری بے عزتی ہوئی۔ ابھی تو میرا

ہی رسیور رکھ دیا گیا۔

”آؤ سیف۔ اس کنگ مار تھر کا بندوبست کر لیں۔ پھر جی سے بات ہوگی۔“ ٹائیگر نے کہا اور تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سیف بھی سر ملاتا ہوا اس کے پیچھے کمرے سے باہر آ گیا۔ چونکہ جی کے منہ میں رومال تھا اس لئے وہ کچھ نہ بول سکتا تھا۔ ٹائیگر کو ٹیخی کے برآمدے کے پوڑے ستون کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ تم پھانگ کھولنا۔ میں اسے کور کر لوں گا۔ وہ کار میں ہی آئے گا۔“ ٹائیگر نے کہا اور سیف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد پھانگ کے باہر کار کے رکنے کی آواز سنائی دی اور پھر بارن کی آواز سنائی دی۔

”اگر اس کے ساتھ دوسرا آدمی ہو تو تم نے اسے کور کرنا ہے۔“ ٹائیگر نے پھانگ کی طرف بڑھتے ہوئے سیف سے کہا اور سیف نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے چھوٹا پھانگ کھولا اور پھر باہر جا کر وہ واپس اندر آیا۔ اس نے مڑ کر ایک انگلی اٹھائی اور پھر بڑے پھانگ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر اس کے اشارے کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ کنگ مار تھر اکیلا آیا ہے۔ چنانچہ وہ اوٹ سے نکل کر برآمدے میں کھڑا ہو گیا۔ بڑا پھانگ کھلا تو سیاہ رنگ کی ایک کار تیزی سے چلتی ہوئی پورچ میں آ کر رکی۔ کنگ مار تھر جو اگھرے بدن اور لمبے قد کا تھا، خود کار ڈرائیور کر رہا تھا۔ ٹائیگر اسے چونکہ جھپٹے سے جانتا تھا اس لئے وہ اسے دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ کار جیسے ہی پورچ

”ٹائیگر بول رہا ہوں۔“ ٹائیگر نے سر دھجے میں کہا۔

”ہاں۔ یو لو کیا بات ہے۔“ دوسری طرف سے اگھرے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

”سپر کب کا سپر وانر جی جہاز ا بھائی ہے۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں۔ کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”جہاز ا بھائی اس وقت شدید زخمی حالت میں میرے پاس موجود ہے۔ اسے اس کے دشمنوں نے شدید زخمی کر دیا ہے۔ میں نے اسے بڑی مشکل سے بچایا ہے۔ اس نے جہاز سے پارے میں بتایا ہے تو میں نے جہیں کال کیا ہے۔ تم آکر اسے لے جاؤ اور کسی اچھے سے ہسپتال میں داخل کر دو۔ یہ مر جائے گا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کہاں ہے وہ۔ جلدی بناؤ۔“ دوسری طرف سے اجنبی بے چہرے میں پوچھا گیا تو ٹائیگر نے اس کو ٹیخی کا پتہ بتا دیا جس میں اس وقت وہ موجود تھے۔

”کیا تم وہاں اکیلے ہو۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”نہیں۔ سیرا ایک ملازم یہاں موجود ہے۔ میں اسے قریب ہسپتال میں داخل کرا دیتا لیکن میں نے ایک امیر جنسی کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا ہے اور اس کے علاج کے لئے کافی بھاگ دوڑ کرنی پڑے گی۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”میں آ رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ

بعد جب کنگ مار تھر کے جسم کے گرد اڑا آگئے تو ٹائیگر اٹھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے کنگ مار تھر کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب کنگ مار تھر کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ سیف پہلے ہی اس کی کرسی کے قریب کھڑا تھا۔

”اب جی کے منہ سے رومال نکال دو“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو سیف سر ملاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے جی کے منہ سے رومال کھینچ لیا۔ جی بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ اسی لمحے کنگ مار تھر نے بھی کرپٹے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

”یہ۔۔۔ یہ تم نے کیا کیا ہے۔ یہ کیا مطلب ہوا۔ اوه جی۔ اس حالت میں۔ کیا مطلب.....“ کنگ مار تھر نے اہتانی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ مجھے اعزا کر کے لے آیا ہے۔ میں نے اسے جہادی دھمکی دی تو اس نے میرے سامنے فون کر کے کہیں یہاں آنے پر مجبور کر دیا۔ جی نے کہا۔

”لیکن کیوں.....“ کنگ مار تھر نے اہتانی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ٹائیگر اپنی کرسی پر خاموش بیٹھا دونوں ہاتھوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی سی مسکراہٹ تھی۔

”دبی شمس والا مسئلہ۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ شمس اس سے ملا اور اس نے سپر کب کے میجر کے ذریعے مجھے گھر سے بلوایا اور مجھے

میں رکی ٹائیگر سیدھا اتر کر اس کی طرف بڑھا۔ کنگ مار تھر کا دروازہ کھول کر نیچے اتر۔

”کہاں ہے جی.....“ کنگ مار تھر نے بے چین سے لہجے میں کہا۔ ”گھبراؤ نہیں۔ وہ اتنا زخمی نہیں ہے۔“ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو گھومتا تو اس کی مڑی ہوئی انگلی کی ضرب پوری قوت سے کنگ مار تھر کی کنپٹی پر پڑی اور وہ جھٹکا ہوا کار سے نکل آیا اور پھر وہ نیچے گرا۔ دوسرے لمحے اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے ٹائیگر کی لات حرکت میں آئی اور اٹھتے ہوئے کنگ مار تھر کی کنپٹی پر دوسری ضرب پڑی تو اس کا جسم ایک جھٹکے سے نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ سیف پھاٹک بند کر کے واپس آچکا تھا۔

”اسے اٹھا کر لے جاؤ اور دوسری کرسی پر جکڑ دو“..... ٹائیگر نے سیف سے کہا اور واپس مڑ گیا۔ سیف آگے بڑھا اور اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے کنگ مار تھر کو اٹھا کر کاندھے پر لا دیا اور ٹائیگر کے پیچھے چلتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھنے لگا جس میں جی کرسی پر جکڑا ہوا موجود تھا۔ ٹائیگر کمرے میں داخل ہوا تو جی نے اس کی طرف فحش نظروں سے دیکھا لیکن اسی لمحے سیف اندر داخل ہوا تو جی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ٹائیگر ایک کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ سیف نے کاندھے پر لہے ہوئے بے ہوش کنگ مار تھر کو جی کے ساتھ موجود کرسی پر ڈالا اور پھر کرسی کی عقبی طرف کو چلا گیا۔ جی کے چہرے پر اب اہتانی الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ چند لمحوں

سنائی دی۔ سہو تکہ لاؤڈر کا بٹن دبا ہوا تھا اس لئے روڈی کی آواز
کمرے میں واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔
"ٹائیگر بول رہا ہوں روڈی۔ کیا ہوا کام کا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے
پوچھا۔

"ہو گیا ہے کام۔۔۔۔۔ روڈی نے بڑے سکون بھرے لہجے میں
کہا۔
"مکمل کام ہوا ہے یا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔
"روڈی کیسے نامکمل کام کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا
گیا۔

"کوئی پراہم تو نہیں ہوا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔
"ارے نہیں۔۔۔۔۔ غنڈوں کی لڑائیاں لگی محلوں میں ہوتی ہی رہتی
ہیں اور غنڈے انتقامی کارروائیاں بھی کرتے رہتے ہیں۔ پراہم کیا
ہوتا ہے۔۔۔۔۔ روڈی نے جواب دیا۔
"اوکے۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کل ملاقات ہو گئی اور جہاد معاوضہ بھی
جہیں مل جائے گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوکے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے بھی اوکے
بہ کر دیور رکھ دیا۔

"اس روڈی نے کیا کام کیا ہے۔۔۔۔۔ کنگ مار تھر نے حیرت
بھرے لہجے میں پوچھا۔
"جہادی ویڈیو کیسٹس والی دکان جس کا نام ریڈ لائن ہے بھلا

دھتکیاں دیں لیکن میں نے پرواہ نہ کی اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد
میں اپنے گھر میں بیٹھا اپنے خاص آدمیوں سے باتیں کر رہا تھا کہ
اچانک بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں یہاں موجود
تھا۔۔۔۔۔ جی نے کہا۔
"یہ تم نے کیا کیا ٹائیگر۔ میں تمہیں جانتا ہوں کہ تم ایسی گھنیا
محکمیں نہیں کیا کرتے۔ پھر۔۔۔۔۔ کنگ مار تھر نے سخت لہجے میں
کہا۔

"میں نے تمہارے بھائی جی کو سمجھانے کی بے حد کوشش کی
لیکن وہ اس بات پر بضد تھا کہ وہ شمس کی بیٹی کو اغوا کر کے ان
لوگوں کے ہاتھ بیچ دے گا جو گھنیا اور عریاں قسمیں بناتے ہیں۔ آخر
جبوراً مجھے یہ سب کارروائی کرنا پڑی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"وہ تو اب بھی ہو گا بلکہ اب تک ہو بھی چکا ہو گا اور یہ بھی سن لو
کہ اگر تم نے ہمیں انگلی بھی لگائی تو پھر تمہارے اس شمس کی بیٹی
دوبارہ کبھی تمہیں نہیں مل سکے گی۔ میرے آدمی اب تک اسے اغوا
کر بھی چکے ہوں گے۔ میں جب روانہ ہوا تھا اس وقت میں اپنے
خاص آدمیوں سے اس بارے میں بات چیت کر رہا تھا۔۔۔۔۔ جی نے
بڑے شیطانی لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے کھائی پر ہندھی ہوئی گھڑی پر
وقت دیکھا اور پھر اس کی بات کا کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے
دیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر بریس کرنے شروع کر دیے۔

"روڈی بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی روڈی کی آواز

"اس کنگ مار تھر کو گولی مار دو"..... نائیکر نے کہا۔

"ییس ہاس"..... سیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک مشین پستل نکالا اور دوسرے لمحے کمرہ مشین پستل کی جھڑبھٹ کے ساتھ ہی کنگ مار تھر کے حلق سے نکلنے والی ہاتھوں سے گونج اٹھا۔ گولیوں نے اسے چھلنی کر دیا تھا جبکہ جی ٹھکٹ خاموش ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور آنکھوں سے خوف پھینکنے لگا تھا۔ شاید اسے اب احساس ہوا تھا کہ اسے بھی اسی طرح مارا جاسکتا ہے۔ "ہاں تو جی۔ اب تم بتاؤ گے کہ وہ لوگ کون ہیں جو اس طرح کی فلمیں بناتے ہیں۔ بولو اور نہ"..... نائیکر نے انتہائی کراخت لہجے میں کہا۔

"کیا تم مجھے زندہ چھوڑ دو گے"..... جی نے چونک کر پوچھا۔
"اگر تم کچھ سب کچھ بتا دو گے تو میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا"..... نائیکر نے کہا۔

"مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ کون یہ دھندہ کرتا ہے لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ ماریانا ہوٹل کا پیئزر کا سڑاس دھندے میں ملوث ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی بار اسے لڑکیاں سپلائی کی ہیں اور اس سے بھاری رقومات وصول کی ہیں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ یہ لڑکیاں کالی فلموں کے بنانے میں استعمال ہوتی ہیں"..... جی نے کہا۔

"لیکن فلمیں کون بناتا ہے"..... نائیکر نے پوچھا۔
"مجھے نہیں معلوم۔ بڑے لوگ ہی بناتے ہوں گے کیونکہ یہ

دی گئی ہے۔ جہاں سے اس جھوٹے بھائی کو گولی مار دی گئی ہے جس نے شمس کے بیٹے کو زخمی کیا تھا اور جہاں سے گھر میں موجود ان لوگوں کو جو شمس کی بیٹی کو اغوا کرنا چاہتے تھے ہلاک کر دیا گیا ہے اور گھر کو بھی آگ لگا دی گئی ہے۔ پس اسکا سا کام اس نے کیا ہے۔" نائیکر نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا کہہ رہے ہو تم"..... ان دونوں بھائیوں نے ٹھکٹ چھینے ہوئے کہا۔

"کسی شریف آدمی کی بیٹی کو اس نے اغوا کرنا کہ اسے انسان بنا بھیدوں کے حوالے کر دیا جائے انتہائی سنگین جرم ہے اور اس کو روکنے کے لئے میں اس سے بھی بڑا کام کر سکتا ہوں۔ میں نے جی کو دکھایا تھا کہ وہ ایسا کرے لیکن یہ کچھ رہا تھا کہ کنگ مار تھر اس کا بھائی دارالحکومت کا واقعی کنگ ہے"..... نائیکر نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ وری بیٹے۔ میں جہاں راہبر جاگ انجام کروں گا۔ انتہائی عبرتاک..... کنگ مار تھر اور جی دونوں نے چھینے ہوئے کہا اور پھر ان دونوں کے منہ سے مقلدات لکھا شروع ہو گئیں۔ وہ اس طرح اپنے جسموں کو حرکت دے رہے تھے جیسے راڈز کو توڑ ڈالیں گے۔

"سیف..... نائیکر نے سیف سے کہا۔

"ییس ہاس"..... سیف نے کہا۔

ہو۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا اور تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے کمرہ مشین پٹل کی جڑواہٹ اور جی کی ہتھکڑیوں سے گونج اٹھا لیکن ٹائیگر کا نہیں اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار کو فحش سے نکل کر تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کا رخ کینٹ کی طرف تھا۔ وہ دراصل یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ روڈی نے اپنا کام درست طور پر کیا ہے یا نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شمس سے بھی ملنا چاہتا تھا تاکہ اسے بتا سکے کہ اب اسے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

فلمیں پورے ملک میں تو کیا بیرونی دنیا میں بھی فروخت ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ جی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جہارا بھائی اس دھندے میں ملوث تھا اسے تو معلوم ہو گا کہ یہ فلمیں کہاں سے ملتی ہیں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

”یہاں ایک ایجنٹ ہے جس کا نام دادار ستم ہے۔ وہ ان فلموں کا ایجنٹ ہے۔ پورے دارالحکومت میں وہ اور اس کے آدمی یہ فلمیں سیٹائی کرتے ہیں۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے۔“ جی نے جواب دیا۔

”کہاں رہتا ہے یہ دادار ستم۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ میں نے صرف اس کا نام سنا ہوا ہے۔“ جی نے کہا۔

”اوکے۔“ ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”سیف۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے سیف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بیس باس۔۔۔۔۔ سیف نے کہا۔

”میں جا رہا ہوں تم اسے ہلاک کر کے ان دونوں کی لاشیں برقی بجھنی میں ڈال دینا اور ہاں کنگ مار تھر کی کار کو بھی کہیں دور لے جا کر چھوڑ دینا۔“ ٹائیگر نے کہا تو جی نے چیخ مچ کر ٹائیگر کو اس کا وعدہ یاد دلانے کی کوشش شروع کر دی۔

”فکر مت کرو۔ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا کہ میں اپنے ہاتھ سے جہیں گولی نہیں مار رہا۔ ویسے تم جیسے آدمیوں کو زندہ چھوڑنا معاشرے پر ظلم کرنا ہے۔ تم انسان تو کیا سرے سے آدمی ہی نہیں

مجھے میں کہا۔

”معاشرہ تیزی سے گمراہی کی طرف جا رہا ہے۔ یہاں دولت پرستی شروع ہو گئی ہے اور جس معاشرے میں دولت کی پرستش شروع ہو جائے وہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے فیر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔
”راتنا ہاؤس“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ وہ وکٹر پہنچ گیا ہے راتنا ہاؤس میں۔“
عمران نے کہا۔

”نہیں باس۔ شہر میں نہ ہی کوئی ڈیٹاشن روڈ ہے اور نہ کوئی تاج محل۔ ہم آدمی رات تک مارے مارے پھرتے رہے ہیں۔ بے شمار لوگوں سے بھی معلوم کیا ہے لیکن کوئی جانتا ہی نہیں اس لئے ہم نے سوچا کہ صبح آپ سے مزید معلومات حاصل کریں گے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران چونک پڑا۔

”اوہ۔ ویری سیڈ۔ میں تو یہی سمجھ کر مطمئن ہو گیا تھا کہ تم نے درجوانا نے رات کو ہی اس وکٹر کو پکڑ کر اس ٹرکی کو برآمد بھی کر دیا ہو گا اور اسے واپس اس کے گاؤں پہنچا بھی آئے ہو گے۔“ عمران نے سمجھ میں کہا۔

”اگر اس جگہ کا پتہ چل جاتا باس تو ہم ایسا ہی کرتے۔“ جوزف نے کہا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتیاطاً اٹھ کھڑا ہوا۔

”یہ تھو۔“..... عمران نے دعا سلام کے بعد کہا اور اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

”یہ چوہان کس طرح زخمی ہوا ہے عمران صاحب۔ کیا کوئی کہیں شروع ہو گیا ہے۔“..... بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ کہیں تو شروع نہیں ہوا البتہ ایک مصیبتی ٹرکی کو غنڈوں نے اغوا کیا ہے اور اسے برآمد کرنا ہے۔“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے فون کال آنے سے لے کر واپس دارالحکومت آنے تک کی ساری تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ ویری سیڈ۔ یہ ہمارے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے۔ اس قدر بھیانک اور انسانییت سوز جرائم۔“..... بلیک زیرو نے غصیلے

نے کہا کیونکہ عمران اسے پہلے ہی تفصیل بتا چکا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ اس بارے میں عمران کو سلامو نے بتایا تھا۔

”نہیں۔ جس وقت اس نے یہ بات کی تھی تو اس کا بوجھ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ کسی پرانی آبادی میں ہو۔ بہر حال ٹائیگر اسے تلاش کر لے گا۔ وہ اس معاملے میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”وہی عمران صاحب۔ ایسی فلمیں جہاں کوئی نہ کوئی تو سہلائی کرتا ہو گا اور پولیس کو بھی یقیناً اس کا علم ہو گا۔ پھر اس مکروہ و حندے کو ختم کیوں نہیں کیا جاتا۔“ بلیک زرو نے کہا۔

”وہی درست پرستی۔ پولیس اپنا حصہ وصول کر لیتی ہو گی۔ بہر حال میں اس ٹرکی کو برآمد کر لوں اس کے بعد فور سٹارز کو یہ کیس ریفر کر دوں گا اور پھر اس کا تادم ہو گا۔“ عمران نے کہا تو بلیک زرو نے اثبات میں سر ہلادیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہو گئی۔ عمران نے ٹرانسمیٹر پر اپنی فریکوئنسی ایڈجسٹ کر دی تھی تاکہ ٹائیگر کال کرے تو وہ اسے رسپور کر سکے۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ ٹائیگر کالنگ۔“ اور۔۔۔ ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”میں علی عمران انڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔“ اور۔۔۔ عمران نے کہا۔

”باس۔ میں نے ڈیٹھان روڈ اور اس پر تاجو کے ہوٹل کو تلاش کر

”ہونہ۔ ٹھیک ہے اب مجھے ٹائیگر سے بات کرنی پڑے گی۔“ عمران نے کہا اور رسپور رکھ کر اس نے ٹرانسمیٹر اپنی طرف کھسکایا اور پھر تیزی سے اس پر ٹائیگر کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔

”ہیلو ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔“ اور۔۔۔ عمران نے ٹرانسمیٹر آن کر کے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”میں باس۔ ٹائیگر انڈنگ یو۔“ اور۔۔۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”کہاں موجود ہو تم اس وقت۔“ اور۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”لارڈ ہوٹل میں باس۔“ اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یہ تم ڈیٹھان روڈ پر کسی تاجو کے ہوٹل کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔“ اور۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”ڈیٹھان روڈ۔ تاجو کا ہوٹل۔ نہیں باس میں تو نہیں جانتا۔“ اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اس ہوٹل میں ایک آدمی وکٹر کو ہم نے تلاش کرنا ہے۔ تم اسے تلاش کرو اور جب تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہو تو مجھے ٹرانسمیٹر پر کال کر کے بتانا۔“ اور۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میں باس۔“ اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اور ایڈجسٹ کر کے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”ہو سکتا ہے کہ اس سلامو نے جھوٹ بولا ہو۔“ بلیک زرو

”جی بتایا گیا ہے کہ وہ اکیلا رہتا ہے۔ ایک کمرہ ہے اس کے ساتھ اور بھی بہت سے کمرے ہیں جن میں مزید لوگ رہتے ہیں۔ اور“..... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن جو دھندہ وہ کرتا ہے اس لحاظ سے تو اسے خاصا افسوسنا چاہئے۔ اور“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”دھندہ۔ کیسا دھندہ باس۔ وہ تو عام سا تھوڑا کلاس ٹائپ غنڈہ ہے باس۔ اور“..... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

”وہ عریاں ویڈیو فلموں کے لئے لڑکیاں اغوا کر کے سپلائی کرتا ہے اور ظاہر یہ کام لاکھوں میں ہوتا ہو گا۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ باس کیا آپ کی ملاقات بھی شمس سے ہو چکی ہے لیکن اس نے تو اس وکٹر کا نام ہی نہیں لیا۔ اور“..... ٹائیگر نے اہتائی حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران اور اس کے ساتھ ساتھ بلیک زبرد بھی بے اختیار ہنک پڑا۔

”شمس۔ کیا مضرب۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔ کون شمس۔ اور۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے سرکب میں شمس سے ملاقات ہونے سے لے کر جی اور کنگ مار تھر کی موت تک کی ساری تفصیل دوہرا دی۔

”اوہ۔ تو اس سنگین جرم کی جرمیں بہت دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں لیکن مجھے تو فوری طور پر وہ لوگ چاہئیں جو ایسی لڑکیوں کے ذریعہ انہیں کیونکہ ایک لڑکی ان سے فوری برآمد کرانی ہے۔ اور۔“

یہ ہے۔ یہ ڈنڈان روڈ دراصل محلہ پرائی سرائے کی سڑک ہے لیکن ایشن روڈ اس کا نیا نام ہے اس کا قدیم نام فلم دانی سڑک ہے اور نیا نام بہت لم لوگ جانتے ہیں۔ بہر حال جہاں تاجو کا ہوٹل بھی ہے۔ تاجو ایک تھوڑا کلاس غنڈہ ہے۔ میں نے اس سے وکٹر کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وکٹر بھی کچھ نہیں آتا ہے ورنہ عام طور پر وہ تھ پورہ محلے کے ایک ہوٹل جو بابا ٹو کے ہوٹل کے نام سے مشہور ہے وہاں ہوتا ہے لیکن یہ بھی عام سا غنڈہ ہے۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔

”پھر تم نے وہاں معلوم کیا ہے اس کے بارے میں۔ اور۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”جیس باس۔ میں وہاں سے سیدھا تھ پورہ محلے گیا اور وہاں کے ہوٹل سے معلومات کی ہیں تو پتہ چلا کہ وکٹر ان دنوں کسی دوسرے شہر گیا ہوا ہے اور چار روز بعد آئے گا۔ اور“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اس کی رہائش کہاں ہے۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔

”اس تھ پورہ محلے میں ہی ہے لیکن اس کے مکان کو تالا لگا ہوا ہے۔ اور“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”کیا وہ اکیلا رہتا ہے۔ اس کے والدین یا بیوی بچے یا دوسرے رشتہ دار نہیں ہیں۔ اور“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

جبرائیل نے شروع کر دیے۔

”رانا ہاؤس“..... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔
 ”جوزف میں دانش منزل سے بول رہا ہوں۔ ٹائیگر اگر کسی کو
 لائے تو مجھے جہاں فون کر دینا“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ
 دیا۔

عمران نے کہا۔

”کون سی لڑکی پاس۔ اور“..... اس بار ٹائیگر نے حیرت
 بھرے لہجے میں کہا اور جواب میں عمران نے فورٹ ٹاؤن میں چوہان
 کے زخمی ہونے سے لے کر سلامو کے خاتمے کے بارے میں بتا دیا۔
 ”پھر تو پاس واقعی اس لڑکی کی فوری برآمدگی ضروری ہے اور اس
 کے سے وکٹر کو ٹریس کرنا ضروری ہے۔ اور“..... ٹائیگر نے کہا۔
 ”ہاں۔ اس لڑکی کی برآمدگی میں جتنی بھی دیر ہوگی استیابی اس کے
 حق میں برا ہوگا۔ اور“..... عمران نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے پاس۔ میں فوری اس پر کام کرتا ہوں۔ اور“.....
 ٹائیگر نے کہا۔

”جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے ٹریس کرو یا اس کے کسی ایسے
 دوست یا ساتھی کو ٹریس کرو جو اس وحشدے میں ملوث ہو کیونکہ
 ظاہر ہے وہ اکیلا تو یہ کام نہیں کرتا ہوگا۔ اور“..... عمران نے کہا۔
 ”میں پاس۔ اور“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اگر وکٹر مل جائے یا اس کا کوئی آدمی جو اس بارے میں حتی
 معلومات مہیا کر سکے تو اسے اٹھا کر رانا ہاؤس لے آنا تاکہ اس سے
 تفصیلی معلومات حاصل کر کے اس لڑکی کو فوری برآمد کیا جاسکے۔
 اور“..... عمران نے کہا۔

”میں پاس۔ اور“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے
 اور اینڈ آف کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے رسیور اٹھا لیا اور

”اور وہ لوگ جنہوں نے تم پر فائرنگ کی..... صدیقی نے پوچھا۔“

”وہ تھوڑا کلاس غنڈے تھے لیکن بہر حال تھے وہ شہری۔ مہبائی غنڈے نہیں تھے..... چوہان نے جواب دیا۔“

”میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ ایک لڑکی کو صرف چھوڑنے کے لئے کسی آدمی پر فوری فائرنگ نہیں کی جاتی پھر وہ تھوڑا کلاس بد معاش تھے اور ان کی تعداد بھی زیادہ تھی تو وہ تم سے لڑنے کی کوشش کرتے۔ اس چانک فائرنگ اور وہ بھی مشین پستل سے۔ یہ فائرنگ بتا رہی ہے کہ معاملہ عام بد معاشوں کا نہیں تھا لیکن تم کہہ رہے ہو کہ لڑکی مہبائی تھی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔“ صدیقی نے کہا۔“

”میرا یہ صاحب نے لانا وہاں تحقیقات کی ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نیچے پر چلے گئے ہوں.....“ چوہان نے کہا۔“

”میں نے ڈاکٹر صاحب کے آفس سے ان کے فلیٹ پر اور رانا دس دونوں جگہ فون کیا ہے لیکن وہ کہیں نہیں ہیں.....“ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔“

”جہارا کیا خیال ہے۔ یہ معاملہ کس نائپ کا ہو سکتا ہے۔“ خاور نے کہا۔“

”میرا خیال ہے کہ کوئی گہرا چکر بھی ہو سکتا ہے لیکن کوئی بات تو نہیں ہو رہی۔ میرا خیال ہے کہ میں خود وہاں جاؤں اور اس

چوہان پشپل ہسپتال کے خصوصی کمرے میں موجود تھا اور اس کے پاس صدیقی، نعمانی اور خاور موجود تھے۔ سیکرٹ سروس کے باقی ممبران بھی اسے پوچھنے آئے تھے لیکن وہ سب پوچھ کر چلے گئے لیکن یہ تینوں چوہان کے پاس ہی رک گئے تھے۔“

”چوہان۔ جہارا اپنا کیا خیال ہے۔ وہ لڑکی کون ہو گی اور وہ لوگ جنہوں نے اسے پکڑا اور تم پر فائرنگ کی وہ کون ہو سکتے ہیں۔“ صدیقی نے کہا۔“

”ظاہر ہے بد معاش ہی ہوں گے اور کون ہوں گے.....“ چوہان نے کہا۔“

”کیا وہ لڑکی شہری تھی یا مہبائی.....“ صدیقی نے پوچھا۔“

”مہبائی تھی۔ اس کا لباس اور انداز ہی مہبائی تھا.....“ چوہان

نے جواب دیا۔“

نے چونک کر پوچھا۔

”جس فلیٹ میں دو ماہ پہلے میں رہتا تھا اس کا بھائی ساتھ والے فلیٹ میں رہتا تھا اور وہ اس سے ملنے آتا تھا تو اس سے ملاقات ہو گئی تھی۔ خاصا دلپسند آدمی تھا۔ اس سے اکثر ملاقات رہتی تھی۔ اس نے مجھے باقاعدہ دعوت دی تھی فورٹ ٹاؤن آنے کی لیکن ظاہر ہے میرے پاس اس وقت ہی نہ تھا۔ اس نے اپنا فون نمبر بتایا تھا۔ ایک منٹ مجھے یاد کرنے دو“..... خاور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”اوہ ہاں۔ مجھے یاد آگیا۔ میں اسے فون کرتا ہوں شاید کوئی بات معلوم ہو جائے“..... خاور نے کہا۔

”یہاں فون منگوا لو“..... چوہان نے کہا تو خاور نے اشیات میں سر ملایا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آگیا۔

”میں نے کچھ دیا ہے۔ ابھی کارڈ لیس فون آ جاتا ہے“..... خاور نے کہا اور سب نے اشیات میں سر ملادیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازم کارڈ لیس فون پیش اٹھائے اندر آیا اور خاور نے اس سے فون پیش لے لیا۔ اس میں لاڈلر کا بٹن بھی موجود تھا۔ خاور نے انکوٹری کے نمبر پر ریس کئے اور پھر انکوٹری آپریٹر سے فورٹ ٹاؤن کا کوڈ نمبر پوچھا اور پھر اس نے کریڈل دیا دیا اور ٹون آنے پر اس نے کوڈ نمبر اور پھر فون نمبر پر ریس کر دیئے۔

”لاڈلر جنرل سنور“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی

بارے میں معلومات حاصل کروں“..... صدیقی نے کہا۔

”کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کر دیا ہے کہ اس نے

زندگی بچائی ہے۔ یہی کافی ہے“..... چوہان نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ عمران صاحب اس سلسلے میں ہی مصروف

ہوں گے اس لئے کیوں نہ چیف سے بات کی جائے“..... نعمانی نے

کہا۔

”نہیں۔ چیف اس قسم کے معاملات میں دلچسپی نہیں لیا کرتا اور

ابھی کوئی بات واضح بھی نہیں ہے اس لئے اسے فون کرنے کا کوئی

قاعدہ نہیں ہے“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک بات مجھے یاد آ رہی ہے۔ اوہ ہاں۔ میرے ذہن سے بات

ہی محو ہو گئی تھی۔ چہاری باتیں سن کر اب مجھے یاد آ رہا ہے جب مجھ

پر فائرنگ کی گئی تو ایک آدمی نے جمع کر کہا تھا کہ یہ کیا کر دیا تم نے

و کٹر۔ تو اس فائرنگ کرنے والے نے کہا تھا کہ فکر مت کرو۔ سلام

یہ سب کچھ سنبھال لے گا اس لئے میرا خیال ہے کہ سلام اس علاقے

کا کوئی بڑا بد معاش ہو گا۔ اس کو اگر ٹریس کیا جائے تو اصل بات

سامنے آ جائے گی“..... چوہان نے کہا۔

”فورٹ ٹاؤن میں ایک آدمی میرا واقف ہے۔ وہ وہاں جنرل سنور

کا مالک ہے۔ شاید وہ اس سلام کے بارے میں جانتا ہو“..... اپنا کمر

خاور نے کہا۔

”جنرل سنور کا مالک۔ لیکن وہ چہارا واقف کیسے ہو گیا۔“ صدیقی

رہے
نے
رہے

"جی ہاں۔ رات کو..... عبدالغفور نے جواب دیا۔

"اس کا وعدہ کیا تھا..... خاور نے کہا۔

"بد معاش آدمی کا کیا وعدہ ہوتا ہے جناب۔ وہ اس علاقے کا بڑا بد معاش تھا۔ تمام جرائم اس کی سرپرستی میں ہوتے تھے۔" عبدالغفور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر تو وہاں اس کا پورا گینگ ہو گا..... خاور نے کہا۔

"نہیں۔ گینگ تو نہیں المیہ چند لوگ اس کے پاس تھے الیہ
اس کا زیادہ وقت دارالحکومت میں ہی گزرتا تھا..... عبدالغفور نے
جواب دیا۔

"کیا دارالحکومت میں اس کا کسی خاص گروہ سے رابطہ تھا؟" خاور
نے پوچھا۔

"مجھے تو معلوم نہیں ہے خاور صاحب۔ میں تو ایسے آدمیوں کے
قرب بھی نہیں جاتا المیہ ایک بار میں نے اسے دارالحکومت میں
ہستان ہوٹل میں دیکھا تھا اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس ہوٹل کا
میں اس کا گہرا دوست ہے اس لئے میں اسے مجبوراً ملا تھا۔ میں اس
میں اس کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا..... عبدالغفور
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بہر حال میرے ایک دوست نے اس کا ریفرنس دیا
۔ وہ فورٹ ٹاؤن کے علاقے کی پراپرٹی فروخت کرتا ہے۔ میں
مسلے میں اس سے ملنا چاہتا تھا لیکن اب تو معاملہ ہی ختم ہو گیا۔

دی۔ لاؤڈر کی وجہ سے آواز کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔

"عبدالغفور صاحب میں خاور بول رہا ہوں دارالحکومت سے.....
خاور نے کہا۔

"اوہ خاور صاحب آپ۔ بڑے عرصے بعد یاد کیا ہے آپ نے۔ آپ
تو فلیٹ بھی چھوڑ گئے ہیں اور آپ نے اپنا پتہ بھی نہ بتایا تھا۔ کیسے
ہیں آپ..... دوسری طرف سے انتہائی مخلصانہ لہجے میں کہا گیا۔

"میں دوسرے فلیٹ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ آپ بتائیں
ٹھیک ہیں ناں..... خاور نے کہا۔

"جی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ فرمائیے کیسے یاد فرمایا ہے۔ کوئی
خاص بات..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"فورٹ ٹاؤن میں ایک صاحب سلامو رہتے ہیں ان کا فون نمبر
معلوم کرنا تھا..... خاور نے کہا۔

"سلامو کا فون نمبر۔ اوہ۔ لیکن اسے تو قتل کر دیا گیا ہے۔
دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"قتل کر دیا گیا ہے۔ کیا مطلب..... خاور نے چونک کر حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کی شہرت ٹھیک نہیں تھی۔ رات کو اس کے ذرے میں
کسی نے اسے اور اس کے خاص آدمی حشمو کو گولیاں مار کر ہلاک کر
دیا ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے..... عبدالغفور نے کہا۔

"رات کو۔ گلاشتہ رات کو..... خاور نے چونک کر کہا۔

حال شکریہ۔ خدا حافظ..... خاور نے کہا اور فون آف کر کے اس خانے اسے میز پر رکھ دیا۔

”سلامو کو کس نے ہلاک کیا ہوگا“..... صدیقی نے کہا۔
”اب کیا کہا جاسکتا ہے“..... خاور نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اس شہستان ہوٹل کے مینجر کو ٹھولا جائے۔“
ایچانک خاور نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کس پوائنٹ پر بات کی جائے“..... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں یہ بات تو ہے۔ ہمارے پاس کوئی واضح بات ہی نہیں ہے۔“..... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اصل میں ہم سب چوہان کی وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں اور لا شعوری طور پر اس کا انتقام لینا چاہتے ہیں ورنہ مسئلہ کوئی نہیں ہے۔“..... صدیقی نے کہا اور اس بار چوہان سمیت سب ہنس پڑے۔

”جہاں یہ خلوص دیکھ کر تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں روزانہ دغمی ہوتا رہوں“..... چوہان نے کہا تو سب بے اختیار کھٹکھٹا کر ہنس پڑے لیکن اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی

سب چونک پڑے۔ صدیقی نے فون نہیں اٹھایا۔

”صدیقی بول رہا ہوں“..... صدیقی نے ہنسنے لگے ہوئے

کہا۔

”عمران صاحب کی کال ہے۔ وہ چوہان کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ فون ہمیں کمرے میں ہے اس لئے میں نے کال ملا دی ہے۔ آپ بات کر لیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”سیلو۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد عمران کی مخصوص شگفتہ آواز سنائی دی۔

”عمران صاحب میں صدیقی بول رہا ہوں“..... صدیقی نے کہا۔
”کیا۔ کیا مطلب۔ کیا تم بھی چوہان کی طرح زخمی ہوئے ہو۔ اوہ

کہیں ڈاکٹر صدیقی نے زخمی دلوں کا ہسپتال تو نہیں کھول دیا۔“
عمران نے چونک کر پوچھا اور صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

”میں خاور اور نعمانی، چوہان کے پاس رک گئے تھے۔ میں نے آپ کے فلیٹ پر اور رانا ہاؤس فون کیا لیکن آپ کہیں شطہ“..... صدیقی نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا یہ تیمارداری اس قدر پسند آگئی ہے کہ تم مجھے بھی کسی ہسپتال میں داخل کرانا چاہتے تھے“..... عمران نے کہا تو

صدیقی بے اختیار مسکرا دیا۔

”انہیں۔ بلکہ میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ چوہان کو وہاں کن لوگوں نے زخمی کیا ہے۔ آپ چونکہ وہاں گئے تھے اس لئے مجھے یقین تھا آپ

نے اس بارے میں کوئی نہ کوئی بات لازماً معلوم کی ہو گی۔“..... صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ وہ ایک بد معاش سلامو تھا۔ اس کے آدمیوں نے چوہان

"اوہ۔ اوہ۔ وری ہیڈ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا جرم۔ اوہ۔ یہ تو تنگ انسانیت جرم ہے۔" صدیقی نے اجنبانی غصیلے لہجے میں کہا۔
 "ہاں۔ اب پہلا مسئلہ تو اس لڑکی کی فوری برآمدگی ہے لیکن سلامو نے جس آدمی کے بارے میں بتایا تھا وہ ٹریس نہیں ہو رہا۔ وہی وکٹر جس نے چوہان پر فائرنگ کی تھی وہ سپلائر ہے۔ ٹائیگر اسے تلاش کر رہا ہے اور تجھے یقین ہے کہ وہ جلد ہی اسے ٹریس کر لے گا اور اس سے بات آگے بڑھے گی۔" عمران نے کہا۔

"وہ کہاں رہتا ہے۔ آپ مجھے تفصیل بتائیں عمران صاحب۔ یہ تو فور سٹارز کا کیس بنتا ہے۔ ہم اس لڑکی کو بھی برآمد کریں گے اور اس کے بعد مکروہ کرداروں کا بھی خاتمہ کریں گے۔" صدیقی نے کہا۔
 "نصیحت ہے۔ اگر ٹائیگر نے اس کا سراغ لگایا تو میں تمہیں کال کروں گا۔" عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صدیقی نے فون آف کر کے فون بیس رکھ دیا۔
 "ایسے تنگ انسانیت جرم بھی کرتے ہیں لوگ۔" مجھے تو سوچ کر ہی تھریجری آجاتی ہے۔" خاور نے کہا۔

"ہاں۔" نجانے معاشرے میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ بہر حال چوہان تمہیں ڈنچی ہو کر تکلیف تو اٹھانی پڑی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہاری وجہ سے اس تنگ انسانیت اور خطرناک جرم کا قلع قمع ہو گا۔ یہ بھی تمہارا کریڈٹ ہو گا۔" صدیقی نے کہا تو چوہان بہرے پر ہلکتی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

کو ڈنچی کیا تھا اور ایک نزدیکی ہستی کے ایک غریب آدمی کی لڑکی اسما۔ کو انہوں نے اغوا کیا تھا اور اس لڑکی کے سلسلے میں ہی چوہان پر فائرنگ کی گئی تھی۔" عمران نے کہا۔
 "اوہ۔ تو اس سلامو اور اس کے آدمی کو آپ نے ہلاک کیا ہے۔" صدیقی نے چونک کر کہا۔

"اوہ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے۔ کیا تم وہاں گئے تھے۔" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی نے اسے بتایا کہ چوہان کو یاد آگیا تھا کہ اس پر فائرنگ کرنے والے کو کسی نے وکٹر کے نام سے پکارا تھا اور پھر سلامو کا نام بھی لیا گیا تھا اور اس کے بعد خاور نے وہاں اپنے ایک واقف کار سے فون پر بات کی تو پتہ چلا کہ سلامو اور اس کے آدمی کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔

"ہاں۔ یہ اجنبانی مکروہ صفت مجرم ہیں۔ یہ ایک ایسے جرم میں ملوث ہیں کہ شاید ایسے جرم کا آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔" عمران نے اس بار اجنبانی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "کیا اس مذہباتی لڑکی کے اغوا کے بارے میں بات کر رہے ہیں آپ۔" صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ اور یہ صرف عام سے اغوا کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس لڑکی کو اس لئے اغوا کیا گیا ہے تاکہ ویڈیو پر بنائی جانے والی عریاں فلموں میں اسے زبردستی استعمال کیا جائے۔" عمران نے کہا تو صدیقی کے ساتھ ساتھ باقی ساتھی حتیٰ کہ چوہان بھی بے اختیار اچھل پڑا۔

معلوم تھا کہ یہ لوگ درہ ہر بات سے صاف مکر جانتے تھے۔

”جہارا نام دلبر ہے۔“..... ٹائیکر نے اس پہلوان مٹا آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ میرا نام دلبر ہے۔ تم کون ہو۔ جھپٹے تو میں نے تمہیں اس علاقے میں کبھی نہیں دیکھا۔“..... اس پہلوان نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”میں نے وکٹر سے ملنا ہے اور وہ بھی فوری۔ فورٹ ٹاڈن کے سلامو کا خاص پیغام دینا ہے اسے لیکن وہ کہیں بھی نہیں ملا۔ جھپٹے میں ڈیشان روڈ پر تاجو کے ہوٹل گیا۔ وہاں سے تھو پورے آیا۔ وہاں سے اب بتایا گیا ہے کہ دلبر اس کا خاص دوست ہے اسے معلوم ہو گا کہ وکٹر کہاں ہے۔“..... ٹائیکر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ تو جہرے پر گیا ہوا ہے۔ کل آجائے گا۔ کیا پیغام ہے۔“ دلبر نے کہا۔

”جہرے پر۔ کون سے جہرے پر۔“..... ٹائیکر نے چونک کر پوچھا۔

”رجان جہرے پر۔ وہاں کوئی دھندہ ہے اس کا۔ مجھے تفصیل تو معلوم نہیں لیکن وہ اکثر وہاں جاتا رہتا ہے۔“..... دلبر نے کہا۔

”وہاں کس کے پاس جاتا ہے۔“..... ٹائیکر نے پوچھا۔

”بادشاہ کے پاس۔ وہاں کا بڑا بد معاش ہے بادشاہ اس کے

ٹائیکر تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا ایک عام سے ہوٹل میں داخل ہوا۔ ہوٹل کا ہال ناکرہ منشیات کی بو سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں انتہائی تھرڈ کلاس غنڈے موجود تھے۔ یہ ہوٹل تھو پورے کے محلے محلے کا ایک عام سا ہوٹل تھا اور اس کا مالک دلبر نامی ایک آدمی تھا۔ ٹائیکر کو بتایا گیا تھا کہ دلبر وکٹر کا گہرا دوست ہے اور وکٹر کے بارے میں دلبر کو سب کچھ معلوم ہو گا۔ ٹائیکر کا ڈنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کے پیچھے ایک پہلوان مٹا آدمی کھڑا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا اور چہرے پر شہامت دور سے ہی نمایاں نظر آرہی تھی۔ ٹائیکر نے جیسز کی ہتھون اور چہرے کی جینٹ پہنی ہوئی تھی اور اس نے گلے میں سرخ رنگ کا رومال باندھا ہوا تھا۔ تھرڈ کلاس غنڈوں کی یہ عام نشانی تھی اور ٹائیکر اس وقت چونکہ اپنے آپ کو ان کا ساتھی ہی ظاہر کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے خصوصی طور پر یہ سرخ رومال باندھا تھا۔ اسے

چلانے والے نے قریب پہنچے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
 "ایک آدمی بادشاہ نام کا ہے اس سے..... ٹائیگر نے جواب دیا
 تو وہ آدمی بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے لب کھلے لیکن پھر اس نے
 انہیں سختی سے بند کر دیا۔

"کیا بات ہے۔ تم کچھ کہنا چاہتے تھے..... ٹائیگر نے کہا۔
 "جی نہیں۔ میں نے کیا کہا ہے۔ میں تو قریب آدمی ہوں۔ اس
 لالچ سے روزی کھاتا ہوں اگر میں نے کوئی بات کی اور میری بات
 بادشاہ تک پہنچ گئی تو مجھے لالچ سمیت سمندر میں ڈبو دیا جائے
 گا..... اس آدمی نے کہا۔

"جہا، انام کیا ہے..... ٹائیگر نے پوچھا۔

"جی۔ ساہو مع انام ہے..... اس آدمی نے جواب دیا۔

"تم فکر مت کرو۔ جہا انام سامنے نہیں آئے گا۔ ویسے بھی مجھے
 براہ راست بادشاہ سے کوئی کام نہیں۔ ایک آدمی وکڑ سے کام ہے
 اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بادشاہ کے پاس گیا ہوا ہے..... ٹائیگر
 نے کہا تو ساہو ایک بار چونک پڑا۔

"وکڑ۔ تو کیا کسی لڑی کا چکر ہے۔ اگر ایسا ہے تو میرا مشورہ ہے
 کہ آپ وہاں نہ جائیں۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک غنڈے ہیں۔ ساہو
 نے کہا۔

"کیا وکڑ لڑکیاں سہلائی کرتا ہے..... ٹائیگر نے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ اس دھندے کا مشہور آدمی ہے۔ نہانے کہاں کہاں

پاس۔ تم وہ پیغام مجھے دے دو کل وہ آئے گا تو اسے مل جائے
 گا..... دبیر نے کہا۔

"نہیں۔ پیغام اسے ہی دینا ہے میں کل آ جاؤں گا۔ ٹائیگر نے کہا
 اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس محلے سے نکل کر کچھ فاصلے پر
 موجود اپنی کار تک پہنچ گیا۔ اب اس کی کار ساحل سمندر کی طرف الٹی
 چلی جا رہی تھی۔ رجان جہرے کے بارے میں اسے تفصیل معلوم نہ
 تھی البتہ یہ بات سے معلوم تھی کہ ساحل سے کچھ فاصلے پر چھوٹے
 چھوٹے کئی جہرے ہیں جن پر ماہی گیر رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ
 رجان بھی ایسا ہی کوئی جہرہ ہو۔ ساحل سمندر پر پہنچ کر اس نے کار
 مخصوص پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ گھاٹ کی طرف بڑھ
 گیا۔ سیر و تفریح کے لئے لائیں بھی جاتی تھیں۔

"یہاں کوئی رجان جہرہ بھی ہے..... ٹائیگر نے وہاں موجود
 ایک آدمی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں۔ ماہی گیروں کا جہرہ ہے۔ کیا آپ نے وہاں جانا
 ہے..... اس آدمی نے کہا۔

"ہاں۔ کیا جہارے پاس لالچ ہے..... ٹائیگر نے پوچھا اور اس
 آدمی نے اثبات میں سر ہلادیا۔ ٹائیگر نے اس سے آئے جانے کا کرایہ
 ملے کیا اور چند لمحوں بعد لالچ خاصی تیز رفتاری سے سمندر میں تیرتی
 ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"آپ نے رجان جہرے پر کس سے ملنا ہے بھاب..... لالچ

سے لڑکیاں لے آتا ہے..... ساہو نے کہا۔

”کیا یہ لڑکیاں غیر ممالک کو فروخت کی جاتی ہیں.....“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں جی کچھ نہ پوچھیں۔ فروخت بھی ہوتی ہیں اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ بہت بڑا اور طاقتور گروہ ہے..... ساہو نے سمجھتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ بادشاہ جرے کا سردار ہے۔ میں نے تو سنا ہے کہ اس جرے پر ماہی گیر رہتے ہیں.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”جی ہاں۔ رہتے تو ماہی گیر ہی ہیں لیکن بادشاہ کا وہاں ہونٹل ہے لیکن وہاں دراصل اس نے بڑے بڑے خفیہ گودام بنائے ہوئے ہیں۔ غیر ملکی شراب، ہر قسم کی منشیات اور لڑکیاں اور نہانے کیا کیا غیر ملک سے یہاں سمگل کیا جاتا ہے اور پھر یہاں سے دارالحکومت پہنچائی کیا جاتا ہے اور دارالحکومت سے یہاں لایا جاتا ہے اور یہاں سے غیر ممالک کو بھجویا جاتا ہے۔ بادشاہ بہت بڑا آدمی ہے جتنا۔ بہت بڑا۔ اس کے پاس بے شمار خطرناک آدمی ہیں.....“ ساہو جب بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

”ہو نہ۔ یہ کام تو ہر جگہ ہو رہا ہے۔ بہر حال تم فکر مت کرو۔ میں نے صرف وکڑے بات ہی کرنی ہے اور بس.....“ ٹائیگر نے کہا اور ساہو نے اثبات میں سر ہلادیا۔ تقریباً فیڈ گھنٹے کے طویل اور تیز رفتار سفر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے جرے کے کنارے پر پہنچ

گئے۔ وہاں ماہی گیروں کی کشتیاں جرے کے چاروں طرف موجود تھیں۔ ایک دو اسٹیر بھی نظر آ رہے تھے۔ جرے پر ہر طرف ماہی گیر ٹھہرتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔

”تم نے میرا انتظار کرنا ہے۔ گئے.....“ ٹائیگر نے لالچ سے جرے پر اترتے ہوئے ساہو سے کہا اور ساہو نے اثبات میں سر ہلادیا۔ ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہاں باقاعدہ مکانات تھے۔ بازار تھے۔ عرصہ یکہ یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔

”بادشاہ کا ہونٹل کہاں ہے.....“ ٹائیگر نے ایک ماہی گیر سے پوچھا تو اس نے اشارے سے بتا دیا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ساہو کی باتیں سننے کے بعد وہ سوچ رہا تھا کہ وکڑے کو کس انداز میں بے ہوش کر کے جہاں سے لے جایا جائے۔ ظاہر ہے اسے لالچ پر ہی لے جانا ہو گا اور شاید ساہو خوف کی وجہ سے اس کی اجازت نہ دے لیکن ٹائیگر نے بہر حال عمران کے حکم کی تعمیل کرنی تھی اس لئے وہ سب کچھ سوچنے کے باوجود تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ بادشاہ کا ہونٹل ایک بڑے سے کمرے پر مشتمل تھا۔ وہاں کوئی سیزیا کرسی نہ تھی۔ فرش پر چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں اور ماہی گیر ان چٹائیوں پر بیٹھے منشیات چھوٹنے اور شراب پینے میں مصروف تھے۔ ایک طرف ایک ساؤرہ سا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک نوجوان موجود تھا جبکہ عزی کی سیزیاں کاؤنٹر کے ساتھ سے اوپر جا رہی تھیں جو ایک دروازے پر جا کر ختم ہو جاتی تھیں۔ اس ہال ٹاکرے میں اس قدر

حیران ہو کر بیٹھا۔

ہاں۔ یہاں بہت رستے ہیں۔ تم اس بارے میں سوچو اور وہی کام کرو جس کے لئے آئے ہو..... نوجوان نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

آؤ حق میرے ساتھ اس اوجھڑ عمر آدمی نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر نوجوان کے انداز سے ہی سمجھ گیا تھا کہ اسے ٹرپ کیا جا رہا ہے۔ شاید وہ کسی اجنبی کی اس طرح آمد سے ٹھٹھک گئے تھے اور اب پوری تسلی کرنا چاہتے تھے لیکن ٹائیگر کو اس کی پروا نہ تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ قہر ڈاکس فٹوے اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اس ہوش سے نکل کر ٹائیگر اس اوجھڑ عمر آدمی کے پیچھے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ جہرے کے شمالی حصے کی طرف دور سے ایک وسیع و عریض احاطہ نظر آ رہا تھا جس میں پختہ عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ اوجھڑ عمر اس احاطے کے گیٹ کے سامنے کھڑا کر رک گیا۔ یہاں دو مسلح آدمی موجود تھے۔

”سردار نے اسے یہاں کے لئے ملاقات کا وقت دیا ہے۔“ سردار میاں نے کہا۔

”اچھا تو.....“ اس مسلح آدمی نے کہا اور گیس کی جھومنی کھڑکی
 میں کر وہ اندر داخل ہوا تو ٹائٹلر بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہو
 گیا۔ یہ ایک کافی بڑا احاطہ تھا۔ اس میں ہر طرف مسلح افراد گھومتے پھر
 رہے تھے۔ چار دیواری کے پاس بڑے بڑے باقاعدہ والچ ٹاور سے بنے

گزارش دعوائی بھرا ہوا تھا کہ اندر داخل ہو کر چند لمحوں تک تو ٹائٹلر کو کچھ بھی نظر نہ آیا تھا مگر جب آہستہ آہستہ اس پر یہ سارا ماحول واضح ہوا تو وہ تیز قدم اٹھاتا کالونز کی طرف بڑھ گیا۔

و کٹر کہاں ہے۔ ۔۔۔ نا تیر نے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے نوجوان سے کہا۔

”اوپر بادشاہ کے پاس مگر تم کون ہو..... اس خوجوان نے بڑے جھٹکے وار مجھے میں کہا۔“

میں اس سے ملنے کے لئے دہرا حکومت سے آیا ہوں۔ میرا نام نانگیر ہے۔ اس کے دوست کا پیغام ہے اس کے لئے۔ اس کے فائدے کا پیغام..... نانگیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شہر میں پوچھ کر آتا ہوں“..... نوجوان نے کہا اور پھر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر وہ کسی بندر کی طرح تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر دروازے میں سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیچے اتر آیا۔

”سردار بادشاہ اور وکٹر دونوں کسی کام سے اپنے مکان پر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہیں بھی وہاں بھگوا دیا جائے۔“ نوجوان نے نیچے آکر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک سائیڈ پر موجود ایک ادھیڑ عمر آدمی کو بلایا۔

ان صاحب کو کالو کا لے جاؤ۔ سردار وہاں ان سے ملے گا۔
نوجوان نے اس اوجھڑ عمر آدمی سے کہا۔

”کیا اوپر سے کوئی اور راستہ بھی باہر جانے کا ہے۔“ ٹائگر نے

”جہار نام کیا ہے“..... ٹائگر نے اطمینان بھرے لہجے میں

پوچھا۔

”میرا نام وی ہے“..... اس آدمی نے کہا۔

”یہ راؤز کس طرح نمودار ہوئے ہیں۔ کیا تم نے یا جہارے

کسی آدمی نے باہر سے بن دیا ہے“..... ٹائگر نے کہا۔

”یہ ظاہر آنویٹنگ ہوتے ہیں لیکن غائب خود کئے جاتے ہیں۔ یہ

ساری کرسیاں اسی سسٹم پر بنائی گئی ہیں۔ جیسے ہی جہار اوڑن سیٹ

پر بڑا یہ آنویٹنگ طور پر باہر نکل آئے لیکن یہ غائب اس وقت ہوں

گئے جب ہم انہیں غائب کریں گے“..... وی نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

”کیا یہ عقب میں جا کر بن پریس کرنے سے بھی غائب ہوتے

ہیں“..... ٹائگر نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن تم یہ باتیں چھوڑو۔ جو میں نے پوچھا ہے اس کا

جواب دو“..... وی نے اس بار قدرے تھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں جہارے سب سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں اس

لئے کہ میرا یہ کسی سرکاری تنظیم سے کوئی تعلق ہے اور نہ اس

مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں۔ میں دارالحکومت کی زیر زمین دنیا کا

ایک آدمی ہوں۔ وکٹر کا ایک دوست ہے تاہم جو ایک پرانے محلے

کے ہوٹل کا مالک ہے اس نے ایک خصوصی پیغام وکٹر کے سے

دے کر بھیجا ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وکٹر یہاں ہے اس لئے میں

تھ پورے گیا۔ وہاں ہوٹل والے نے مجھے بتایا کہ وکٹر بادشاہ کے پاس رجمنٹ جیرے پر گیا ہے۔ چنانچہ میں لانچ لے کر وہاں آ گیا۔ وہاں ہوٹل سے مجھے یہاں بھجوا دیا گیا اور بس“..... ٹائگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا پیغام ہے وکٹر کے لئے“..... وی نے کہا۔

”جو لڑکی وکٹر فورٹ ٹاؤن سے لے آیا تھا اس سلسلے میں پیغام

ہے لیکن یہ صرف وکٹر کو ہی دیا جاسکتا ہے۔ تم اسے بلا لو میں تو

یہاں جکڑا ہوا ہوں۔ ظاہر ہے میں تو ہاتھ پیر بھی نہیں بلا سکتا اس

لئے اسے یا تمہیں مجھ سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ میں اسے پیغام دے

دوں گا اور وہ چاہے تو بے شک دارالحکومت سے میرے بارے میں

اور پیغام کے بارے میں تصدیق کر لے“..... ٹائگر نے جواب دیا۔

”جہار اطمینان اور سکون بتا رہا ہے کہ تم درست آدمی ہو۔

بہر حال ٹھیک ہے میں سردار کو بتا دیتا ہوں پھر سردار جو فیصلہ

کرے“..... وی نے کہا اور تیزی سے مزکر داپس پلا گیا۔ ٹائگر نے

اس کے باہر جاتے ہی اپنا پیر موڑا اور چند لمحوں کی کوشش کے بعد

اس کا پیر عقبی پاسے تک پہنچ گیا۔ اس نے بوٹ کے اوپر والے حصے

کا عقبی پاسے پر پھیرا تو اسے محسوس ہو گیا کہ پاسے پر باقاعدہ ایک

من موجود ہے اور وہ آسانی سے اسے پریس کر سکتا ہے اس لئے اس

نے پیر کو داپس کھینچ لیا۔ وہ اب بادشاہ اور وکٹر کے آنے تک کوئی

بہر کام نہ کرنا چاہتا تھا جس سے اس کے لئے کوئی پریشانیاں پیدا

”کیسا جھگڑا کیا کہہ رہے ہو تم“..... اس بار وکٹر نے آگے بڑھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ لڑکی فرار ہو گئی ہے اور حالات خراب ہو گئے ہیں۔“ ٹائیگر نے اس بار اندھیرے میں تیرے پھینکتے ہوئے کہا۔

”فرار ہو گئی ہے۔“ وہ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جارج تو اس معاملے میں آگاہ ہے۔ نہیں۔ تم کون ہو۔ جج بٹاؤر نے میں تمہاری ایک ایک ہڈی پیلو کر دوں گا۔“ وکٹر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”یہ کوئی خاص آدمی ہے وکٹر۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس آدمی کی جہاں آمد ہمارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اس لئے اس سے بچ اگوانا ضروری ہے۔“ بادشاہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے زور سے تالی بجائی تو دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کوڑا موجود تھا۔ ٹائیگر نے اپنا پیر پھیلے بی موڑ رکھا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بیٹے بیٹے تھک جانے کا وجہ سے ایسا کر رہا ہو۔ اس کے علاوہ بادشاہ یا وکٹر دونوں میں سے کسی نے بھی اس کے پیروں کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ ظاہر ہے ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس طرح بندھا ہوا آدمی پیر موڑ کر عقبی طرف موجود بین بھی پریس کر سکتا ہے جبکہ ٹائیگر نے اس کی خصوصی پریکٹس کی ہوئی تھی۔

”جی سردار“..... وہی نے اندر آتے ہوئے کہا۔

ہوں اس لئے اب وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک بھاری جسم کا آدمی جس کے جسم پر مایہ گیروں جیسا لباس تھا اور سر پر چھوٹے چھوٹے لیکن جھگڑا لے ہال موجود تھے۔ اس نے مایہ گیروں کے مخصوص انداز میں دونوں کانوں میں بالیاں پہنی ہوئی تھیں، اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک نوجوان تھا جس نے جینز کی پتلون اور پھول دار شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے پر بھی شباشت صاف نظر آرہی تھی۔

”تو یہ ہے ٹائیگر۔“ پہلے اندر داخل ہونے والے نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میرا نام ٹائیگر ہے۔ تم بادشاہ ہو اور یہ شاید وکٹر ہے۔“ ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ تم نے وکٹر کو کیا پیغام دیا ہے۔ بولو۔“ بادشاہ نے کہا۔

”میں وکٹر کو لینے آیا ہوں۔ اس نے میرے ساتھ دار الحکومت جانا ہے۔“ ٹائیگر نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”کیوں۔“ بادشاہ نے چونک کر کہا۔ وکٹر بھی بے اختیار اچھل پڑا تھا۔

”اس لئے کہ جس لڑکی کو فورٹ ٹاؤن سے لے آیا تھا اس کا جھگڑا پڑا گیا ہے اور جب تک یہ نہیں جانے کا جھگڑا نہیں نہت سکتا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

نے عزتے ہوئے کہا اور دکنز تیزی سے اٹھا اور پھر جیسے ہی کمری پر بیٹھا کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی راڈز اس کے جسم کے گرد تھوڑا ہوا گئے۔ ٹائیگر تیزی سے مڑا اور اس نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ اس نے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ دکنز کو ساتھ لے جانے کی بجائے اس سے ساری معلومات بہیں حاصل کر لے کیونکہ بادشاہ کی ہلاکت کے بعد ظاہر ہے اب یہاں سے لٹھیا بھی مشکل ثابت ہو سکتا تھا۔ کہا یہ کہ دکنز کو بھی ساتھ لے جاتا اور پھر دکنز کو ساتھ لے جانے کا مقصد بھی اس سے معلومات حاصل کرنا تھا۔ اسے باہر موجود مسلح افراد کی فکر نہ تھی کیونکہ بادشاہ اندر تھا اس لئے وہ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ بادشاہ دکنز اور وی ٹائیگر ہے پوچھ گچھ کر رہے ہوں گے۔

”ہاں۔ اب بتاؤ کہ تم نے فورٹ ٹاؤن سے اغوا کی جانے والی بڑی کس جارج کے حوالے کی تھی؟“ ٹائیگر نے ہاتھ میں موجود نوڈے کو پھینچے ہوئے کہا۔

”سٹار ہوٹل کے مالک جارج کے پاس میں نے فروخت کیا تھا سے“ دکنز نے جواب دیا۔

”کہاں ہے یہ سٹار ہوٹل؟“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”راجہ بازار کی ٹکڑ پر۔ جارج اس کا مالک ہے۔ وہ دار الحکومت کا

سپلاز ہے“ دکنز اب خود ہی سب کچھ بتاتے چلا جا رہا تھا۔

”وہ لڑکیاں کسے سپلائی کرتا ہے اور کیوں؟“ ٹائیگر نے

”اس کی زبان کھلاؤ۔ اس سے سچ اگواؤ“..... بادشاہ نے چپٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ابھی تو سردار.....“ وی نے کہا اور تیزی سے کوڑا بٹھاتے ہوئے آگے بڑھا۔ اب ٹائیگر نے حرکت میں آجانا مناسب سمجھا اور پھر اس سے پہلے کہ وی کوڑا اسے مارنا کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی ٹائیگر کے جسم کے گرد راڈز غائب ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کا جسم ٹیگٹ کسی سپرنگ کی طرح اچھلا اور دوسرے لمحے وی ٹیگٹ ہوا اچھل کر پشت کے بل پیچے جاگرا جبکہ کوڑا ٹائیگر کے ہاتھ میں تھا۔ بادشاہ اور دکنز تیزی سے دروازے کی طرف مڑنا چاہا لیکن ٹائیگر نے بھی کی سی تیزی سے کوڑے والا بازو پھرایا اور وہ دونوں چپٹے ہوئے اچھل کر دور جا کر گئے۔ ٹائیگر کا دوسرا ہاتھ اس کی جینٹ کی جیب کی طرف بڑھ گیا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ تینوں سمیٹے کمرہ مشین پینل کی جڑجڑاہٹ کے ساتھ ہی جینٹوں سے گونج اٹھا۔ کمرے کا بھاری دروازہ بند تھا اس لئے ٹائیگر مطمئن تھا کہ ساؤنڈ پروف ہونے کی وجہ سے نہ ہی فائرنگ کی آوازیں باہر جا رہی ہوں گی اور نہ ہی جینٹوں کی مشین پینل کی گولیوں نے بادشاہ اور وی دونوں کو ایک لمحے میں چھلنی کر کے رکھ دیا تھا جبکہ دکنز کا چہرہ ٹیگٹ زبردست گیا تھا اور اس نے گھٹکیائے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ اس طرح جوڑ دیئے تھے جیسے وہ ٹائیگر سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔

”اٹھو اور اس کمری پر بیٹھ جاؤ۔ اٹھو ورنہ کوئی مار دوں گا۔“ ٹائیگر

پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ وہ لڑکیوں کا سپلاز ہے۔ میرے علاوہ بھی اور بہت سے لوگ اسے اغوا شدہ لڑکیاں فروخت کرتے ہیں۔" وکٹر نے کہا۔

"یہ لڑکیاں کہاں پہنچائی جاتی ہیں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔
 "میں بادشاہ کے پاس۔" وکٹر نے جواب دیا تو ٹائیگر بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا مطلب۔ تم تو جارج کا نام لے رہے تھے۔" ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بادشاہ جارج کا ہی آدمی ہے۔" وہاں کا اصل مالک جارج ہے۔" وکٹر نے جواب دیا۔

"جہاں لڑکیاں کہاں رکھی جاتی ہیں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔
 "ہمیں اس عمارت کے نیچے خاص تہہ خانے بنے ہوئے ہیں۔" وکٹر نے جواب دیا۔

"تم یہاں کیوں آئے تھے؟" ٹائیگر نے پوچھا۔
 "لڑکیوں کی رقم ہمیں بادشاہ سے ہی ملتی ہے اس لئے ہمیں جہاں بادشاہ کے پاس آنا پڑتا ہے۔" وکٹر نے جواب دیا۔

"فورٹ ٹاؤن سے تم نے جو لڑکی اٹھائی تھی اسے بھی ہمیں پہنچا دیا۔" ٹائیگر نے پوچھا۔
 "ہاں۔" وکٹر نے جواب دیا۔

"ان لڑکیوں کا کیا کیا جاتا ہے؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"کچھ لڑکیاں غیر ممالک کو فروخت کر دی جاتی ہیں۔ کچھ کالی فلمیں بنانے والوں کے لئے اغوا کی جاتی ہیں۔ کچھ ہمارے دھندوں کے لئے۔" وکٹر نے جواب دیا۔

"یہ بات کیسے معلوم ہوتی ہے کہ کون سی لڑکی کس دھندے کے لئے ہے؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہمیں خاص ہدایات دی جاتی ہیں کیونکہ جس مقصد کے لئے لڑکی چلبے ہوتی ہے اس طرح کی لڑکی کو ہی اغوا کیا جاتا ہے۔" وکٹر نے جواب دیا۔

"فورٹ ٹاؤن والی لڑکی کو کس مقصد کے لئے اغوا کیا گیا تھا؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"فلموں کے لئے۔" وکٹر نے جواب دیا۔
 "لیکن اس کے لئے بہت سے کیوں لڑکی اٹھائی گئی تھی۔ شہر میں لڑکیاں نہیں ہوتیں۔" ٹائیگر نے پوچھا۔

"فلموں کے لئے صحت مند اور بے داغ لڑکیاں چلبے ہوتی ہیں۔" وہی لڑکیاں عام طور پر دہبائوں سے ہی اٹھائی جاتی ہیں۔ اس لڑکی کو بھی سلامو نے منتخب کر کے اغوا کیا تھا۔ سلامو بھی بھاری رقم لیتا ہے۔" وکٹر نے جواب دیا۔

"لیکن اگر لڑکی فلموں میں کام نہ کرے تو؟" ٹائیگر نے کہا۔
 "اسے کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ سب طریقے جانتے ہیں۔" وکٹر

اسی طرح نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر مشین پستل جیب میں ڈال کر وہ ایک مشین گن کی طرف جھپٹا جو ایک طرف فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ یہاں موجود ہر آدمی کو شتم کر دے گا۔ اس نے میگزین چیک کیا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"اس وقت یہاں کتنی لڑکیاں موجود ہیں....." ٹائیگر نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ بادشاہ کو معلوم ہو گا اور ستو۔ تم نے بادشاہ کو ہلاک کر دیا ہے اس لئے اب تم زندہ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔ ہاں اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ میرے ساتھ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے....." وکٹر نے کہا۔

"یہاں کتنے آدمی موجود ہیں....." ٹائیگر نے پوچھا۔
"بہت ہیں....." وکٹر نے جواب دیا۔

"اوکے۔ چلتے بھی ہوں گے بہر حال میں ختم لوں گا....." ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوڑا پھینک کر مشین پستل اس کی طرف سیدھا کر دیا۔
"مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو....." وکٹر نے گھگھکیانے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا بس حیلے تو تمہیں ایک لاکھ بار زندہ کر کے ایک لاکھ بار ہلاک کروں....." ٹائیگر نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی کمرہ وکٹر کی کمرینک جینوں سے گونج اٹھا۔

"تم انسان ہی نہیں ہو۔ بھیڑیے ہو بھیڑیے....." ٹائیگر نے

میں کہا۔

”ہاں اور یہ خبر تمہارے لئے اچھی نہیں ہے۔ ٹائیگر کا تعلق دیے تو زیر زمین دنیا سے ہے لیکن اس کے تعلقات ایک ایسے آدمی سے ہیں جو پوری دنیا میں سب سے خطرناک سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام علی عمران ہے اور اٹلیلی جنس کے سپر ٹیلنٹ فیملی جس نے رجان جرر سے پر چھاپہ مارا ہے وہ بھی اس عمران کا ہی دوست ہے اور یہ بھی سن لو کہ تمہاری تلاش میں ٹائیگر اور عمران سٹار ہوٹل بھی گئے تھے لیکن تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں ٹیپل ہی اطلاع مل گئی اور تم وہاں سے فائب ہو گئے۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہو نہ۔ یہ کہاں رہتے ہیں۔ ان کے پتے کیا ہیں۔“..... جارح نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ سری طرف سے تفصیل سننے کے بعد اس کی ساری پریشانی ختم ہو گئی ہو۔

”ٹائیگر ہوٹل لاسا کی تیسری منزل پر رہتا ہے جبکہ علی عمران کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں رہتا ہے لیکن یہ بتا دوں جارح کہ فی الحال کسی دوسرے ملک میں چلے جاؤ۔ یہ عزت ہیں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تم فکر مت کرو۔ میں احمق نہیں ہوں۔ بہر حال تمہارا شکریہ کہ تم نے اتنے کم وقت میں معلومات حاصل کر لیں۔“..... جارح

جارح اہتائی پریشانی کے عالم میں کمرے میں ٹھہر رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میز پر موجود فون کی طرف اٹھ جاتی تھیں لیکن فون خاموش تھا۔ جارح کے ہر سے پریشانی کے تاثرات واضح تھے۔

”یہ۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔ یہ کس طرح ہوا۔“..... جارح نے اپنی مٹھلیاں پیچھے ہونے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس نے اس طرح جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا جیسے اسے خطرہ ہو کہ اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو گئی تو فون بند ہو جائے گا۔

”ہیلو۔ جارح بول رہا ہوں۔“..... جارح نے تیز لہجے میں کہا۔

”واکر بول رہا ہوں جارح۔“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیا ہوا۔ کچھ تپہ چلا۔“..... جارح نے اہتائی سے چین لہجے

”گرینڈ ہوٹل“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”جارج بول رہا ہوں۔ سیف خان سے بات کراؤ“..... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ ہوٹل آن کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
”ہیلو۔ سیف خان بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”جارج بول رہا ہوں سیف خان“..... جارج نے کہا۔
”تم نے ابھی تک مال نہیں بھگوایا۔ پارٹی بار بار معلوم کر رہی ہے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”مال پکڑا گیا ہے سیف خان۔ اس لئے فوری ڈیلیوری نہیں ہو سکتی۔ میں نے اسی لئے فون کیا ہے“..... جارج نے کہا۔
”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ مال پکڑا گیا ہے۔ یہ کیسے ہوا۔ دوسری طرف سے اہتائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”کاروباری رقابت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ خبری ہو گئی ہے۔ بہر حال میں نے سب کچھ سنہمال لیا ہے اس لئے گھبراہٹ کی ضرورت نہیں ہے لیکن مال اب فوری نہیں مل سکتا۔ ظاہر ہے کچھ دن تو لگ جائیں گے“..... جارج نے کہا۔

”کتنے دن“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
”کم از کم ایک ماہ۔ ہاں اگر تم چاہو تو جہازی رقم چھپیں واپس

نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پر مِس کرنے شروع کر دیئے۔

”حشمت بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”جارج بول رہا ہوں حشمت“..... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔
”حکم ہاں“..... دوسری طرف سے اہتائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”الاسکا ہوٹل کی تیسری منزل پر ایک کمرے میں ایک آدمی ٹائنگر رہتا ہے اور کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں ایک آدمی علی عمران رہتا ہے ان دونوں کو آج ہر صورت میں ہلاک ہو جانا چاہئے۔ ہر صورت میں“..... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

”ان کے چیلنے وغیرہ ہاں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
”مجھے نہیں معلوم۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ میں نے بتا دیا ہے لیکن اگر یہ کام آج شام تک نہ ہوا تو تم اپنے پورے گروپ سمیت دندہ دفن کر دیئے جاؤ گے۔ کچھ“..... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

”بے فکر رہیں ہاں۔ کام ہو جائے گا۔ آپ اس وقت کہاں سے بول رہے ہیں“..... حشمت نے کہا۔
”تمہیں رپورٹ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے خود بخود اطلاع مل جائے گی“..... جارج نے کہا اور ایک بار پھر اس نے کریڈل دبا

کر ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پر مِس کرنے شروع کر دیئے۔

"ٹھیک ہے۔ میں اطلاع کر دوں گا۔ کیا تم نے حشمت خان اور اس کے گروپ کو اس کام پر لگایا ہے؟"..... وا کرنے کہا۔
"ہاں۔ لیکن تمہیں کیسے علم ہوا ہے؟"..... جارج نے چونک کر پوچھا۔

"میرا اندازہ تھا۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ یہ گروپ شاید کام دکھا جائے؟"..... وا کرنے کہا۔

"ضرور دکھائے گا۔ تم بے فکر رہو۔ بہر حال تم نے مجھے اطلاع دینی ہے تاکہ میں پھر اپنا معمول کا کام کر سکوں؟"..... جارج نے کہا۔

"اوکے؟"..... دوسری طرف سے کہا گیا اور جارج نے اس بار ٹھیکان بھرے انداز میں رسیور دکھ دیا اور پھر مین پر موجود شراب کی بوتل اٹھا کر اس نے منہ سے نگالی۔

فل سکتی ہے؟"..... جارج نے کہا۔
"اوہ نہیں جارج۔ اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن کیا دس بارہ دنوں میں کام نہیں ہو سکتا؟"..... سیف خان نے کہا۔
"نہیں۔ جو میں نے کہہ دیا ہے وہ فاسٹل ہے؟"..... جارج نے کہا۔

"اوکے ٹھیک ہے۔ چونکہ تم جیسا مال اور کوئی سیٹائی نہیں کر سکتا اس لئے مجبوری ہے۔ بہر حال میں پارٹی کو مطمئن کر لوں گا؟"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا لیکن چند لمحوں بعد اس نے پھر رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیتے۔

"واکر بول رہا ہوں؟"..... دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جس نے پہلے ٹانگیر اور عمران کے بارے میں اطلاع دی تھی۔
"جارج بول رہا ہوں وا کر؟"..... جارج نے کہا۔
"اوہ تم۔ کیسے فون کیا ہے؟"..... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"تم اپنے آدمیوں کو کہہ دو کہ وہ اسکا ہوٹل اور کنگ روڈ کے فلیٹ کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے ان دونوں کی فوری بلاکٹ کے احکامات دے دیئے ہیں۔ جیسے ہی یہ دونوں بلاک ہوں تم نے اسی نمبر پر مجھے اطلاع دینی ہے کیونکہ میں اپنے آدمیوں کو یہ خفیہ نمبر نہیں دے سکتا؟"..... جارج نے کہا۔

دروازہ بند کرتے ہوئے بے اختیار ہنس پڑا۔

"فورسٹارڈ کی میٹنگ ہو رہی ہے اور نو شکل سٹار کے بغیر ہے چارے فورسٹارڈ کو کچھ نظر ہی نہیں آ رہا"..... صدیقی نے کہا تو اس کے اس خوبصورت فقرے پر عمران بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

"مطلب ہے کہ بلائڈ سٹارڈ۔ واہ۔ کیا خوبصورت اصطلاح ہے"..... عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کے بلائڈ سٹار کہہ رہے ہیں عمران صاحب"..... کمرے میں موجود نعمانی نے کہا۔ وہ سب عمران کی آمد پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے تو صدیقی نے ساری بات بتا دی اور وہ سب ہنس پڑے۔

"یہ میٹنگ کس سلسلے میں ہو رہی ہے۔ اگر تو کسی ٹیک مقصد کے لئے ہو رہی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ"..... عمران بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔

"ورنہ کیا"..... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ورنہ میں اپنے کان بند کر لوں گا"..... عمران نے جواب دیا۔

"اور منہ کھول لوں گا"..... خاور نے ترکی بہ ترکی کہا اور کمرہ بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا۔ عمران بھی خاور کے اس جواب پر بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

"عمران صاحب۔ ہم اس پوائنٹ پر بات کر رہے تھے کہ چوہان کی وجہ سے جو مشن سامنے آیا ہے اس سلسلے میں باقاعدگی سے کام کیا جائے لیکن ہمارے پاس کام کرنے کے لئے کوئی لائن آف ایکشن

عمران نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ اس بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اور دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ اس بلڈنگ میں صدیقی کا فلیٹ تھا اور عمران اس وقت صدیقی سے ہی ملنے آیا تھا۔ صدیقی کے فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ عمران نے کال بیل کا بزن پریس کر دیا۔

"کون ہے"..... اندر سے صدیقی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"علی عمران"..... عمران نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھل گیا۔

"آئیے آئیے۔ آپ کی کئی بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی"..... صدیقی نے سلام دعا کے بعد ایک طرف ہٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"یعنی دولہا کی۔ واہ۔ دلہن۔ بارات۔ گووا۔ سب موجود ہیں۔ بہت خوب"..... عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تو صدیقی

نے کہا۔

”عمران صاحب۔ ہمیں اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ راجن جزیرے پر سوپر فیاٹس نے چھاپہ مارا ہے اور وہاں سے منشیات، اسلحہ اور غیر ملکی شراب کے ساتھ ساتھ ایسی لڑکیاں بھی ملی ہیں جنہیں مختلف جگہوں سے اغوا کیا گیا تھا۔ کیا یہ وہی سلسلہ ہے جس میں چوہان زخمی ہوا تھا“..... خاور نے کہا۔

”ہاں۔ فورٹ ناؤن سے جس لڑکی کو اغوا کیا گیا تھا وہ بھی دستیاب ہو گئی ہے۔ اسے ایک آدمی وکٹری نے وہاں کے خنڈے سلامو کے ذریعے اغوا کیا تھا اور وکٹری وہ آدمی تھا جس نے چوہان پر فائرنگ کی تھی۔ ٹائگر نے اس وکٹری کو ٹریس کیا اور پھر وہ اسے ٹریس کرتے ہوئے راجن جزیرے پر پہنچ گیا“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے وہاں کے بارے میں تفصیل بتادی۔

”لیکن سوپر فیاٹس کسے وہاں پہنچ گیا تھا۔ کیا ٹائگر نے کال کیا تھا اسے“..... صدیقی نے پوچھا۔

”نہیں۔ ٹائگر نے وہاں موجود تمام مسلح افراد کو ہلاک کر دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر پر مجھے تفصیل بتائی تو میں نے سوپر فیاٹس کو ایساں بھگوا دیا تھا“..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن وکٹری سے تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ آگے کیا سلسلہ ہے۔“ خاور نے پوچھا۔

”ہاں۔ ایک آدمی جارج کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اصل

نہیں ہے۔“..... صدیقی نے اس بار انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

”کیوں نہیں ہے۔ یہاں دارالحکومت میں ویڈیو کیسٹوں کی دکانیں حشرات الارض کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ وہاں سے تپہ چلاؤ کہ کالی فلمیں کہاں سے آتی ہیں۔ پھر انہیں پکڑو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ“..... عمران نے کہا۔

”ہم نے ایسا کر کے دیکھ لیا ہے۔ ایک بھی دکان ایسی نہیں ہے جس نے ایسی فلموں کی موجودگی کی حاشی بھری ہو بلکہ جس سے بھی بات کی ہے اس نے اس طرح کانوں کو ہاتھ لگائے ہیں اور اس قدر شوش و غشوع سے لاجول پڑھا ہے کہ اٹا ہمیں شرمندہ ہونا پڑا ہے۔“..... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”جہیں تو کوئی مرکز بھی نہیں بتائے گا۔“..... عمران نے ہنسے ہوئے کہا۔

”کیوں۔“..... سب نے چونک کر پوچھا۔

”جہارے مخصوص قد و قامت۔ جہارا مخصوص انداز۔ اس کے باوجود کوئی احمق ہی اس معاملے میں تم سے بات کرے گا۔“ وہ کہیں دیکھتے ہی سمجھ جاتے ہوں گے کہ جہارا تعلق کسی سرکاری وینٹس سے ہے اور بہر حال ایسی فلمیں رکھنا بھی سنگین جرم ہے۔ عمران نے کہا تو سب نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے عمران نے بات کی تصدیق کر رہے ہوں۔

”اوہ۔ اس بات کا تو واقعی ہمیں خیال تک نہ آیا تھا۔“ صدیقی

جیٹ نے مجھے کال کر کے حکم دیا ہے کہ میں عمران کو تلاش کروں
اس لئے میں سب کے فلیٹس پر فون کر رہی ہوں۔ دوسری
طرف سے کہا گیا تو عمران سمیت سب بے اختیار اچھل پڑے۔
"عمران بول رہا ہوں جو یا۔ یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔" عمران
نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا۔

"او۔ تم یہاں ہو۔ شکر ہے کہ تم مل گئے۔ تمہارے فلیٹ پر
کسی نے سلیمان پر فائرنگ کر کے اسے شدید زخمی کر دیا ہے۔ تم
فوراً سپیشل ہسپتال پہنچو۔ سلیمان وہیں ہے۔ دوسری طرف سے
کہا گیا تو عمران نے رسیور کر پیل پر بٹا اور اٹھ کر بجلی کی سی تیزی
سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے
سڑک پر دوڑتی ہوئی سپیشل ہسپتال کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔
سلیمان کے شدید زخمی ہونے کی خبر سن کر اس کے ذہن میں
مستطیل دھماکے ہو رہے تھے اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے
اس کا دل کسی نے سسکی میں لے لیا ہو۔ وہ ٹریفک سے بے نیاز
انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا اور پھر
تھوڑی دیر بعد اس کی کار سپیشل ہسپتال پہنچ گئی۔ اس نے ایک
جھٹکے سے کار روکی اور پھر باہر نکل کر وہ دوڑتا ہوا آگے بڑھا اور پھر
ڈاکٹر صدیقی اسے برآمدے میں ہی مل گئے۔

"ڈاکٹر صاحب سلیمان کا کیا حال ہے۔" عمران نے انتہائی
بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

آدمی وہی ہے۔ رجان جزیرے پر بھی اسی کا بی سلسلہ تھا۔ وہ مقامی
ہوٹل کا مالک ہے۔ پھر بعد میں ٹائیگر وہاں گیا تھا لیکن وہ غائب ہو
چکا تھا۔ ظاہر ہے اسے رجان جزیرے کے بارے میں اطلاع مل گئی ہو
گی اور اس کے کسی آدمی کو بھی معصوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔
عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"اگر وہ میں آدمی ہے تو اسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔" صدیقی
نے کہا۔

"میں نے ٹائیگر کے ذمے لگا دیا ہے۔ وہ اسے تلاش کر رہا ہے۔ وہ
جو تکہ زمین دنیا میں کام کرتا ہے اس لئے وہ زیادہ آسانی سے اسے
ٹریس کر لے گا۔" عمران نے کہا اور پھر اس سے جیسے کہ مزید کوئی
بات ہوتی اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی اور صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر
رسیور اٹھایا۔

"صدیقی بول رہا ہوں۔" صدیقی نے کہا۔

"جولیا بول رہی ہوں صدیقی۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ عمران
کہاں ہے۔" دوسری طرف سے جولیا نے انتہائی تشویش ناک لہجے
میں پوچھا۔

"کیوں۔ خیریت۔ یہ آج عمران صاحب کی تلاش کیوں ہو رہی
ہے۔" صدیقی نے سسکاتے ہوئے کہا۔

"عمران کے فلیٹ پر حملہ ہوا ہے اور سلیمان کو گولیاں مار کر
شدید زخمی کیا گیا ہے اور سلیمان اب سپیشل ہسپتال میں ہے۔

”آپ صاحبان ذرا باہر جائیں“..... عمران نے ڈاکٹر اور نرسوں سے کہا تو وہ سب خاموشی سے کمرے سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ سب عمران کو اچھی طرح جانتے تھے۔

”ہاں۔ اب بتاؤ کیا ہوا تھا۔ کون مجھے ہلاک کرنے آیا تھا۔“ عمران نے کہا۔ پھر اس سے پوچھے کہ سلیمان کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوا۔

”عمران صاحب۔ سلیمان کی حالت ابھی پوری طرح نہیں سنبھل سکی اس لئے آپ زیادہ دیر اس سے بات نہیں کریں گے۔ میں صرف یہی کہنے آیا ہوں“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں گھٹتا ہوں۔ آپ کی مہربانی“..... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی سر ہلاتے ہوئے واپس چلے گئے۔

”اب تم مختصر گفتگوں میں بتا دو سلیمان“..... عمران نے کہا۔

”میں مارکیٹ سے واپس آیا اور ابھی میں کچن میں پہنچا ہی تھا کہ کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں واپس گیا۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے تو کسی نے باہر سے پوچھا کہ کیا تم علی عمران ہو۔ میں نے یہ سن کر دروازہ کھولا تو باہر ایک بڑی بڑی موٹوں والا اور باش سادہ کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اس نے مجھے غور سے دیکھا۔

”جہانے اس کی نظروں میں کیا تھا کہ میرے جسم کے اندر خوف کی ہر سی دوڑ گئی۔“

”تم ہو علی عمران“..... اس آدمی نے غراتے ہوئے لہجے میں

”وہ شدید زخمی ہوا ہے۔ اسے چار گولیاں لگی ہیں جن میں سے دو انتہائی خطرناک تھیں۔ اس کا آپریشن کر دیا گیا ہے۔ دیکھو اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے“..... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا تو عمران نے یوں سانس لیا جیسے یہ خبر سننے کے بعد وہ پہلی بار سانس لے رہا ہو۔

”کیا وہ ہوش میں ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ آؤ“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران کمرے میں داخل ہوا تو سلیمان بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر کپڑے تھے۔ کمرے میں دو ڈاکٹر اور دو نرسیں موجود تھیں جبکہ خون کی بوتل بھی سینڈ پر لگی ہوئی تھی۔ سلیمان کا چہرہ زرد تھا اور اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔

”سلیمان“..... عمران نے قریب جا کر کہا تو سلیمان نے آنکھیں کھولیں اور پھر عمران کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی ہرانی۔

”آپ آگئے صاحب۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ بچ گئے“..... سلیمان نے آہستہ سے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ خدا کا شکر تو مجھے ادا کرنا چاہئے کہ انہ تعالیٰ نے تمہیں بچا لیا ہے۔ نئی زندگی دی ہے“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ آپ کو ہلاک کرنے آئے تھے صاحب“..... سلیمان نے جواب دیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”نرا نمبر۔ جس میں۔ جہاں نرا نمبر کا کیا کام۔“ ڈاکٹر صدیقی

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹائیکر کو کال کرنا تھا۔ ٹھیک ہے۔ میں کار کے ٹرانسمیٹر سے کال کروں گا۔ آپ سلیمان کا خیال رکھیں۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے عمران صاحب۔“ ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور عمران انہیں خدا حافظ کہہ کر دفتر سے باہر آیا اور پھر تیزی سے ہسپتال سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھنے لگا لیکن اسی لمحے دو کاریں اندر داخل ہوئیں اور عمران چونک پڑا کیونکہ یہ نعمانی اور صدیقی کی کاریں تھیں۔

”کیا حال ہے سلیمان کا عمران صاحب۔“ صدیقی نے کار سے باہر آتے ہی استغاثی بے چین لہجے میں کہا۔ باقی ساتھی بھی باہر آگئے تھے۔ ان کے چہروں پر بھی پریشانی تھی۔

”اے کا شکر ہے۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور سب نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کیا۔

”کچھ سہ چلا کہ کس نے حملہ کیا ہے اور کیوں۔“ نثار نے پوچھا۔

”اصل میں حملہ بچہ پر ہوا ہے لیکن نثار سلیمان بن گیا ہے۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سلیمان کی بتائی ہوئی تفصیل دوہرا دی۔

کہا۔

”ہاں۔ کیوں۔“ میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا تو اس

نے بخلی کی سی تیزی سے جیکب کی جیب سے مشین پستل نکالا اور پھر اس سے چپٹے کہ میں سنبھلتا اس نے بچہ پر فائر کھول دیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم میں پلٹے ہوئے انگارے گھس گئے ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میرے ذہن پر اندھیرا سا چھا گیا اور میرا سانس گتے میں انک گیا۔ پھر مجھے ہوش آیا تو میں جہاں موجود تھا۔ ڈاکٹر صدیقی نے مجھے بتایا کہ ٹائیکر مجھے جہاں چھوڑ گیا ہے۔ پھر آپ آگئے۔

سلیمان نے کہا اور اس طرح لمبے لمبے سانس لینے لگا جیسے وہ اتنی سی بات کر کے بری طرح تھک گیا ہو۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

”پھر تو واقعی حملہ بچہ پر ہوا تھا اور زخمی تم ہو گئے۔ بہر حال اب تم مطمئن رہو۔ اب میں خود ہی انہیں ڈھونڈ لوں گا۔“ عمران نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر آگیا۔

”سلیمان کو جہاں ٹائیکر چھوڑ گیا ہے ڈاکٹر صدیقی صاحب۔“ عمران نے ڈاکٹر صدیقی کے دفتر میں پہنچ کر سی پریشانہ ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ وہ آپریشن کے دوران بھی جہاں رہا ہے۔ میں نے اسے باہر آکر بتایا کہ اب سلیمان خطرے سے باہر ہے تو پھر وہ گیا ہے۔

پھر میں نے چیف کو اطلاع دی۔“ ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”آپ کے آفس میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

فورسٹارز کا کہیں ہے..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 یعنی تم نے زبردستی فورسٹارز کا کہیں بنا لیا ہے اسے۔ عمران
 نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی بے اختیار مسکرا دیا۔ عمران نے
 ٹرانسمیٹر پر ٹائیکر کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور اسے آواز کر دیا۔
 "ہیلو ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اور..... عمران نے بار بار کال
 دیتے ہوئے کہا۔

"ہیس۔ ٹائیکر انڈنگ یو ہاس۔ کیا سلیمان کے بارے میں آپ
 کو اطلاع مل گئی ہے۔ اور..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "ہاں۔ میں اسپتال سے ہی کال کر رہا ہوں۔ تم کہاں موجود ہو
 اس وقت۔ اور..... عمران نے پوچھا۔
 "میں اس وقت ایک گیم کلب کے باہر موجود ہوں ہاس۔
 "اہرٹ گیم کلب۔ سلیمان پر حملہ کرنے والے کے بارے میں اطلاع
 ملی ہے کہ اس کا تعلق گیم کلب سے ہے۔ اور..... ٹائیکر نے
 جواب دیا۔

"تم میرے فلیٹ پر کیسے بروقت پہنچ گئے تھے۔ تفصیل بتاؤ۔
 اور..... عمران نے کہا۔
 "ہاس۔ میں کنگ روڈ پر گزر رہا تھا۔ ٹریفک کافی تھا اس لئے میں
 پہنچنے والے ایک آدمی پر پڑیں۔ وہ آدمی زیر زمین دنیا کا آدمی لگتا تھا
 بن اس دوران میں ٹریفک کی وجہ سے کافی آگے نکل گیا تھا لیکن یہ

"یہ کون ہو سکتا ہے عمران صاحب..... صدیقی نے حیرت
 بھرے لہجے میں کہا۔
 "جو کچھ سلیمان نے بتایا ہے اس سے لگتا ہے کہ حملہ آور زیر زمین
 دنیا کا آدمی تھا اور شاید اس لئے وہ میرا چہرہ نہ پہچانتا تھا اس لئے ہو
 سکتا ہے کہ یہ اس جارج گروپ کے لوگ ہوں گے۔ انہیں کسی
 طرح اطلاع مل گئی ہوگی کہ رجان جیسے پردے پر ڈیل ٹائیکر نے کیا ہے
 اور ٹائیکر میرا آدمی ہے..... عمران نے کہا۔
 "پھر تو ٹائیکر بھی خطرے میں ہوگا اسے اطلاع ملنی چاہئے۔
 صدیقی نے کہا۔
 "ہی تو سلیمان کو کہاں چھوڑ گیا ہے ورنہ تو شاید سلیمان کو
 جہاں تک پہنچنے پہنچنے زیادہ وقت لگ جاتا اور اس کی زندگی خطرے
 میں پڑ جاتی۔ میں اب کار کے ٹرانسمیٹر سے ہی ٹائیکر کو کال کرنے آ رہا
 تھا کہ اس سے تفصیل پوچھوں کہ تم لوگ آگئے..... عمران نے
 جواب دیا۔

"میرے پاس ٹرانسمیٹر ہے..... صدیقی نے کہا اور جیب سے
 ایک جھونکا لیکن جدید ساخت کا لائٹ ریج ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے
 عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔
 "جہاد مطلب ہے کہ جہادے سامنے میں ٹائیکر سے بات
 کروں..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ہاں۔ اگر واقعی یہ حملہ اس جارج کی طرف سے ہوا ہے تو پھر یہ

کار کے سبب وغیرہ تو نہ دیکھے تھے البتہ ایک آدمی کا حلیہ اس نے بتایا تو مجھے یاد آگیا کہ اس آدمی کو میں جانتا ہوں۔ اس کا نام نکلی ہے اور وہ اکثر ہونٹل اور لگا میں نظر آتا ہے۔ میں وہاں پہنچا اور وہاں جب میں نے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ اس کا تعلق رابرٹ گیم کلب سے ہے۔ وہ وہیں اٹھتا بیٹھتا ہے سہتا چہ میں یہاں پہنچا لیکن وہ یہاں موجود نہ تھا اور اب میں اس کے انتظار میں یہاں موجود ہوں کہ آپ کی کال آگئی ہے۔ اور..... ٹائیگر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”یہ محمد سلیمان پر نہیں مجھ پر کیا گیا ہے۔ اور..... عمران نے کہا اور پھر اس نے سلیمان سے ہونے والی بات چیت دہرا دی۔“
”اوہ۔ میں بھی خیر ان تھا کہ ان لوگوں کا سلیمان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے یاں کہ وہ لوگ آپ کے انتظار میں وہاں موجود تھے۔ اور..... ٹائیگر نے کہا۔“

”ہاں اور یقیناً کوئی پیشہ ور قاتلوں کا گروپ ہو گا جسے میرے قتل کا ٹاسک دیا گیا ہو گا اور یہ حرکت یقیناً اس بادشاہ، وکٹر اور جارج کے گروپ کی ہو سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھ ساتھ تم پر قتل کا حکم بھی دیا گیا ہو گا۔ بہر حال یہ رابرٹ گیم کلب کہاں ہے تاکہ اب اس گروپ کو ٹریس کیا جائے ورنہ انہیں جیسے ہی صاف لے لی کہ میرے بجائے سلیمان پر حملہ ہوا تو وہ یقیناً پھر حملہ نہ لگے۔ اور..... عمران نے کہا۔“

آدمی میرے ذہن میں تھا۔ میں نے آگے جا کر چوک پر گاڑی کو ٹرن دیا اور واپس آکر میں نے گاڑی سیزمیں کے پاس روکی۔ میرا خیال تھا کہ وہ آدمی ابھی اوپر ہی ہو گا۔ میں سیزمیں چڑھ کر اوپر گیا تو میں نے دروازے کے پاس راہداری میں ہی سلیمان کو پڑے ہوئے دیکھا۔ اس پر فائرنگ کی گئی تھی اور وہ شدید زخمی تھا۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ میں نے سلیمان کو اٹھایا اور سیزمیں سے نیچے آکر اسے کار میں ڈالا اور سیدھا اسپتال لے آیا۔ یہاں ڈاکٹر صدیقی نے اس کا آپریشن کیا۔ میں باہر موجود رہا۔ پھر جب ڈاکٹر صدیقی نے بتایا کہ سلیمان خطرے سے باہر آگیا ہے تو میں اسپتال سے باہر آیا اور ایک فون بوتھ سے میں نے آپ کے فلیٹ پر فون کیا لیکن وہاں کال انڈنڈ کی گئی تو میں نے رانا ہاؤس فون کیا۔ آپ وہاں بھی موجود نہ تھے تو پھر میں نے چیف کو فون کر کے انہیں سلیمان کے بارے میں اطلاع دی۔ چیف نے مجھے حکم دیا کہ میں حملہ آوروں کو تلاش کروں۔ سہتا چہ میں اسپتال سے واپس آپ کے فلیٹ پر پہنچا۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پھر نیچے اتر کر میں نے ادھر ادھر سے پوچھ گچھ شروع کی تو سڑک کی دوسری طرف ایک ہونٹل کے برے نے مجھے بتایا کہ ایک کار وہاں آکر رکی تھی جس میں چار افراد تھے اور وہ سب ہی خطرناک بد معاش لگ رہے تھے۔ پھر وہ اسی کار میں بیٹھے رہے۔ پھر ان میں سے ایک اتر کر سڑک کر اس کر کے آپ کے فلیٹ پر گئے اور پھر واپس آکر کار میں بیٹھ گیا اور کار آگے بڑھ گئی۔ اس برے نے

ہوش الازکا سے کچھ فاصلے پر ایک پرانے ماڈل کی کار سڑک کے
خارے موجود تھی جس میں تین افراد سوار تھے۔ وہ سب اپنے حیلوں
پر لباس سے زبرد زمین دنیا کے افراد ہی لگتے تھے۔

"یہ ٹائیکر بچانے کب آئے فلیٹ میں۔ اب کب تک ہمیں یہاں
سے رہنا ہو گا۔۔۔۔۔ عقیبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان نے
تائے ہوئے گئے میں کہا۔

"وہ بھی زبرد زمین دنیا کا آدمی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ ساری
شہر ہی نہ آئے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اسے تلاش کرنا چاہیے۔
مستند تو اسے ہلاک کرنا ہے یہ کام کہیں بھی کیا جاسکتا ہے۔" عقیبی
سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔

لیکن کہاں تلاش کیا جائے۔ مستند تو یہی ہے۔۔۔۔۔ اس بار
ہنگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک بڑی بڑی موٹھوں والے نے

"نہیں ہاں۔ اور۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ
ہی اس نے رابرٹ گیم کلب کے بارے میں تفصیل بتا دی۔
"میں وہاں آ رہا ہوں۔ اور اینڈ آئل۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور
فرانسیسز آف کر کے اس نے اسے واپس صدیقی کے حوالے کر دیا۔
"عمران صاحب۔ ہم بھی چلیں آپ کے ساتھ۔۔۔۔۔ صدیقی نے
کہا۔

"نہیں۔ ابھی صورت حال واضح نہیں ہے۔ جب واضح ہو جائے
گی تو میں تمہیں خود کال کر لوں گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور صدیقی
نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمران اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

نے کہیں مل جائے گا ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ ساری رات یہاں نہ آئے۔..... برنی نے کہا۔

”سارقی کہہ تو ٹھیک رہا ہے لیکن سارے شہر میں اسے کہاں تلاش کیا جائے۔.....“ باس نے کہا۔

”باس۔ میرا خیال ہے کہ انتھونی کے ذمے یہ کام لگایا جائے۔

اس کے منبر ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ وہ اس ٹائگر کو جانتا بھی ہو گا

اس لئے وہ فوراً اس ٹائگر کو تلاش کرنے لگا۔..... اس بار باس کی

کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان نے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ پھر آؤ واپس اپنے اڈے پر پھٹے ہیں۔ وہاں سے

انتھونی کو کال کر لیں گے اور انتھونی بھی ہمیں وہیں کال کر کے بتا

دے گا۔.....“ باس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے

ساتھ ہی اس نے کار آگے بڑھا دی تو برنی نے بھی کار سٹارٹ کی اور وہ

بھی باس کی کار کے پیچھے چل پڑا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد

وہ ایک کلب کے کپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوئے۔ عمارت پر ایک بڑا

سایون سائن جل رہا تھا جس پر آئسز کلب کے الفاظ موجود تھے۔

انہوں نے کاریں کلب کی عمارت کی دائیں سائیز کی طرف موڑ دیں

در پھر سائیز میں پہنچ کر وہ ایک اور چھوٹی سی عمارت کے کھلے گیٹ

میں داخل ہو گئے۔ یہاں مسلح افراد موجود تھے۔ کاریں رکھتے ہی وہ سب

چمچے اترے۔ وہاں موجود مسلح افراد انہیں دیکھ کر مستعد ہو گئے تھے۔

ان آگے آگے چل رہا تھا اور پھر وہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔

کہا۔

”اس کا حلیہ تو معلوم ہو گیا ہے۔ کہیں نہ کہیں تو مل ہی جائے

گا۔.....“ عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اس آدمی نے کہا لیکن پھر اس سے

پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی ایک کار تیزی سے ان کے قریب آکر رکی

اور دو تینوں چونک پڑے۔

”کیا ہوا برنی۔ ٹائگر کا۔.....“ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے

بڑی بڑی موٹھوں والے نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر پوچھا۔

”انتظار باس۔.....“ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی والے

نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ہم تو اپنا کام کر آئے ہیں۔.....“ اس ڈرائیور نے کہا تو برنی کو

اس کے ساتھی چونک پڑے۔

”کیا ہوا باس۔ کیا وہ ہاتھ لگ گیا تھا علی عمران۔.....“ برنی نے

کہا۔

”ہاں۔ وہ فلیٹ پر موجود تھا۔ فلیٹ کو ٹالا لگا ہوا تھا۔ ہم اندر

کرتے رہے پھر وہ پیدل ہی کہیں سے آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک

شاپنگ بیگ تھا۔ وہ فلیٹ پر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے گیا اور

نے کہا کہ وہ علی عمران ہے تو میں نے اس پر فائر کھول دیا

اطمینان سے واپس چلا آیا۔.....“ باس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سارقی کا خیال ہے کہ یہاں انتظار کرنے کی بجائے ہمیں

ٹائگر کو تلاش کرنا چاہئے۔ وہ بھی زیر زمین دنیا کا ہی آدمی ہے۔

اسے تلاش کر رہا ہوں۔ بولو کتنی درگے گی کہیں اسے ٹریس کرنے میں اور کیا معاوضہ لو گے۔..... حشمت نے کہا۔
 "ایک گھنٹے میں وہ ٹریس ہو جائے گا۔ معاوضہ دس ہزار روپے ہو گا۔..... انصوفی نے کہا۔

"اوکے۔ اسے تلاش کرو اور جہاں بھی وہ ہو مجھے اطلاع دو۔ لیکن خیال رکھنا کہ ایسا وقت نہ ہو کہ میں اس سے رابطہ کر سکوں لیکن ایک اور بات کا کہیں خیال رکھنا ہو گا کہ اسے معلوم نہ ہو سکے کہ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔..... حشمت نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں لیکن یہ بتا دوں حشمت کہ ٹائیگر زیر زمین دینا کا انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے۔..... انصوفی نے کہا۔

"اسی لئے تو اسے تلاش کر رہا ہوں کیونکہ جو کام میں نے اس کے ذمے لگانا ہے وہ بھی انتہائی خطرناک ہے۔..... حشمت نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کہیں اطلاع دیتا ہوں۔..... دوسری طرف سے کہا گیا تو حشمت نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور پھر اٹھ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف آگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب شراب پینے میں مصروف تھے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو حشمت اٹھا اور فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا۔

"ہیس۔ حشمت بول رہا ہوں۔..... حشمت نے کہا۔
 "انصوفی بول رہا ہوں حشمت۔..... دوسری طرف سے انصوفی کی

یہ کمرہ سنٹ روم کے انداز میں سجایا ہوا تھا۔

برنی تم الماری سے شراب کی بوتلیں نکالو۔ میں انصوفی کو کال کروں۔..... ہاس نے کہا اور پھر وہ سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کی طرف بڑھ گیا۔ فون والی میز کے ساتھ ہی ایک کرسی بھی موجود تھی۔ ہاس اس کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ہیس۔ انصوفی بول رہا ہوں۔..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"حشمت بول رہا ہوں انصوفی۔ آسٹر کلب سے۔..... ہاس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ تم۔ خیریت۔ کیسے فون کیا ہے۔..... اس بار دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"زیر زمین دینا میں ایک آدمی کام کرتا ہے اس کا نام ٹائیگر ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو۔..... حشمت نے کہا۔

"ٹائیگر۔ ہاں۔ کیوں۔..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "اسے تلاش کرنا ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔ کیا تم یہ کام کر سکتے ہو یا اولڈ برٹ کو کال کروں۔..... حشمت نے کہا۔

"وہ تو جہاری مرضی ہے حشمت۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کہیں ٹائیگر سے کیا کام پڑ گیا ہے۔..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں نے اسے ایک اہم کام دینا ہے اور وہ بھی فوری۔ اس نے

پوچھتا پھر رہا ہے۔..... حشمت نے کہا تو ایک نوجوان بے اختیار اٹھل پڑا۔

”میرے بارے میں۔ لیکن کیوں؟..... اس نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب تو وہی بتائے گا۔ بہر حال اب اسے وہاں ہلاک کرتا ہے۔ کوئی جانے گا یا میں خود جاؤں؟..... حشمت نے کہا۔

”نہیں ہاں۔ میں اور برٹی چلے جاتے ہیں۔ گولی ہی ماری ہے ناں؟..... ایک نوجوان نے کہا۔

”اوکے۔ جلدی جاؤ اور کسی پوچھ گچھ کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اسے دیکھتے ہی فائر کھول دینا۔“ لہجے۔ اور پھر واپس آ جانا۔“ حشمت نے کہا اور وہ دونوں سر ہلاتے ہوئے مزے۔

”ارے ایک منٹ۔ سنو۔ اگر وہ وہاں نہ ہو تو ٹرانسمیٹر ساتھ لے جاؤ اور انتھونی کے آدمی سے بات کر کے پوچھ لینا۔“ حشمت نے کہا اور ساتھ ہی اس نے فریکوئنسی بتا دی جو انتھونی نے اسے بتائی تھی۔

”میں ہاں؟..... ان دونوں نے کہا اور تیز حیرت قدم اٹھاتے اس کمرے سے باہر چلے گئے۔

آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیا رپورٹ ہے۔ کچھ سچہ چلا۔“ حشمت نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ اس وقت رابرٹ گیم کلب میں موجود ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ وہاں جہاز کے گروپ کے آدمی فکلی کے بارے میں پوچھتا پھر رہا ہے۔“ انتھونی نے کہا تو حشمت بے اختیار چونک پڑا۔

”فکلی کے بارے میں۔ کیوں؟..... حشمت نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”اب مجھے کیا معلوم۔ بہر حال مجھے یہی اطلاع ملی ہے۔“ انتھونی نے کہا۔

”تم نے اپنے آدمی سے کہہ دیا ہے کہ وہ اس کی نگرانی کرے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم وہاں پہنچیں تو وہ کسی اور جگہ چلا جائے۔“ حشمت نے کہا۔

”ہاں۔ وہاں میرا آدمی موجود ہے۔ اگر ٹائیگر وہاں سے کہیں گیا تو میرا آدمی اس کی نگرانی کرے گا۔ اگر ٹائیگر ہمیں وہاں نہ ملے تو ٹرانسمیٹر فریکوئنسی نوٹ کر لو اس فریکوئنسی پر تم میرے آدمی ڈرگی۔

کو کال کر کے پوچھ لینا۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے۔“ انتھونی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی فریکوئنسی بتا دی۔

”اوکے۔ معاوضہ پہنچ جائے گا۔“ حشمت نے کہا اور رسیور رن کر واپس پلٹا۔

”ٹائیگر رابرٹ گیم کلب میں موجود ہے اور فکلی کے بارے میں۔“

حضرت اپنے تین ساتھیوں سمیت عمران کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ فلیٹ بند تھا اس لئے وہ وہاں انتظار کرتے رہے پھر عمران کا بادرہی سلیمان فلیٹ پر آیا تو حضرت خود فلیٹ پر گیا اور واپس آکر وہ کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ میرا آدمی وہاں موجود تھا اس سے پہلے کہ وہ بینک کرتا ٹائیگر کی کار وہاں پہنچ گئی اور ٹائیگر فلیٹ پر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو عمران کا بادرہی سلیمان زخمی حالت میں اس کے کاندھے پر لدا ہوا تھا اور پھر وہ اسے کار میں ڈال کر ہسپتال لے گیا اور ابھی ابھی تجھے اطلاع ملی ہے کہ ٹائیگر رابرٹ گیم کلب سے باہر موجود تھا کہ اچانک دو افراد نے کار اس کے قریب روکی اور پھر کار کے اندر سے ہی اس پر فائر کھول دیا۔ ٹائیگر زخمی ہو کر نیچے گرا تو کار آگے چلی گئی۔ ابھی لوگ اس تک پہنچے ہی تھے کہ ایک اور کار بن رکی اور اس میں سے عمران باہر نکلا اور وہ ٹائیگر کو اٹھا کر اپنی کار میں ڈال کر لے گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ تمہیں اطلاع کر دوں۔ اسے ٹائیگر پر جس انداز میں فائرنگ کی گئی ہے اس کا پتہ تو محال ہے لیکن عمران زندہ سلامت موجود ہے۔" واکر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اودہ۔ حضرت کو عمران کے چلنے کا علم نہ تھا اس لئے اس سے خبر ہو گئی۔ بہر حال تم اس کا حلیہ بتا دو۔ وہ اسے خود ہی تلاش کر لے گا۔ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ ٹائیگر کے بارے میں سن کر اسے اطمینان ہو گیا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق اصل

میلی فون کی گھنٹی بجتے ہی جارج نے ہاتھ بڑھا کر رسپونڈ کیا۔
 "ہیس۔ جارج بول رہا ہوں۔"..... جارج نے کہا۔
 "واکر بول رہا ہوں جارج۔"..... دوسری طرف سے واکر کی آواز سنائی دی تو جارج بے اختیار اچھل پڑا۔
 "اودہ تم۔ کیا رپورٹ ہے۔ کیا حضرت نے کام کر دیا ہے یا نہیں۔"..... جارج نے کہا۔

"ہاں۔ ٹائیگر کو تو انہوں نے زخمی کر دیا ہے لیکن عمران اس کے ہاتھ نہیں لگا اور عمران کی بجائے انہوں نے اس کے بادرہی کو زخمی کر دیا ہے۔"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج بری طرح اچھل پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ میں سمجھا نہیں جہاں بات..... جارج نے حیرت بھرے سچے میں کہا۔

اڈے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے انھونی کو کال کر کے اسے کہا کہ وہ ٹائیگر کو تلاش کر کے اطلاع دے۔ اس نے اطلاع دی کہ ٹائیگر رورٹ گیم کلب میں موجود ہے جس پر میں نے برٹی اور راسکر دونوں کو وہاں بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر رپورٹ دی ہے کہ ٹائیگر کلب سے باہر ہی کھڑا تھا۔ انہوں نے کار روکی اور کار کے اندر سے ہی اس پر فائر کھول دیا اور پھر وہ واپس آگئے۔..... حشمت نے پوری تفصیل بتا دی۔

لیکن عمران تو زندہ سلامت موجود ہے اور جہارے آدمیوں کے بعد وہ وہاں پہنچا اور وہ زخمی ٹائیگر کو اٹھا کر ہسپتال لے گیا اور تم نے جسے فلیٹ میں زخمی کیا تھا وہ عمران نہیں تھا بلکہ وہ اس کا باوقی سلیمان تھا اور یہ بھی بتا دوں کہ جہارے جانے کے فوری بعد ٹائیگر وہاں پہنچا تھا اور وہ اس آدمی کو اٹھا کر ہسپتال لے گیا تھا۔ جارج نے کہا۔

”اوہ یاس۔ اس نے تو خود کہا تھا کہ وہ عمران ہے۔ مجھے اس کا علیہ تو معلوم نہ تھا۔..... حشمت کی آواز سنائی دی۔

”بہر حال ٹائیگر کے بارے میں تو رپورٹ مل چکی ہے کہ وہ اس قدر زخمی ہوا ہے کہ اس کے بچنے کے امکانات نہیں ہیں لیکن یہ عمران زندہ ہے اس لئے میں اس کا علیہ جہیں بتا دیتا ہوں۔ اب تم نے اسے تلاش کرنا ہے اور جہاں بھی نظر آئے اسے گولی مار دینا۔..... جارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے واکر کا بتایا ہوا

خطرناک آدمی ٹائیگر ہی تھا۔ عمران کی اسے پرواہ نہ تھی اور پھر واکر نے اسے عمران کا علیہ بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ جہار! حاضریہ جہیں پہنچ جائے گا۔“ جارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دیا اور تیزی سے منبر پر بیٹھ کر شروع کر دیے۔

”حشمت بول رہا ہوں۔..... رابطہ قائم ہوتے ہی حشمت کی آواز سنائی دی۔

”جارج بول رہا ہوں۔ کیا رپورٹ ہے۔..... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

”کام ہو گیا ہے یاس۔ دونوں آدمیوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔“ حشمت نے انتہائی اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”تفصیل بتاؤ۔..... جارج نے کہا۔

”یاس۔ میں خود اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ کنگ روڈ کے فلیٹ پر پہنچا۔ فلیٹ پر ٹالا لگا ہوا تھا۔ ہم سڑک کے دوسرے کنارے پر کار روک کر انتظار کرتے رہے پھر ایک آدمی فلیٹ پر گیا تو میں خود اس کے پیچھے گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا نام علی عمران ہے تو اس نے بتایا کہ ہاں اس کا نام ہی علی عمران ہے تو میں نے اس پر فائر کھول دیا اور پھر ہم وہاں سے واپس آگئے۔ ٹائیگر چونکہ زیر زمین دنیا کا آدمی تھا اس لئے میرا خیال تھا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ رات کو بھی اپنے فلیٹ پر واپس نہ آئے اس لئے میں اپنے ساتھیوں سمیت واپس

راہداری کی طرف بڑھ گئے۔ اس کے آخر میں واقعی ایک آفس کا دروازہ تھا جس کے باہر ایک مسخ آدمی بھی موجود تھا اس نے ان دونوں کو آتے دیکھ کر نہ صرف سلام کیا بلکہ خود ہی دروازہ بھی کھول دیا اور صدیقی اور نعمانی دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک خاصا بڑا آفس تھا جس میں ایک بڑی سی میز کے نیچے ایک اوجھ عمر آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بڑا اور قدرے سوکھا ہوا لگ رہا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی تھی اور چہرے پر موجود رتھوں کے مندرجہ نشانات بتا رہے تھے کہ وہ لڑائی بھڑائی کے معاملات میں ملوث رہا ہے۔

”جی صاحب“..... اس نے صدیقی اور نعمانی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن نہ ہی وہ کرسی سے اٹھا تھا اور نہ ہی اس نے مصافحہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

”ہم کافرستان سے آئے ہیں۔ سراسر نام صدیقی ہے اور یہ نعمانی ہے۔ کافرستان میں ہمارا تعلق ہوٹل ایگزیکٹو سے ہے“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس بار رابرٹ بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ہوٹل ایگزیکٹو۔ اوہ۔ اچھا۔ بخیر۔ فرم ہے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں“..... رابرٹ نے کہا۔

”جہارے پاس ایک آدمی ہے فکی۔ اس سے ملنا ہے۔“ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔ نعمانی بھی اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

کونے میں موجود ایک آدمی غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر لکھن اور پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔

”جی صاحب“..... صدیقی کے قریب پہنچے ہی اس نے خود ہی صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”رابرٹ سے ملنا ہے“..... صدیقی نے سرد لہجے میں کہا۔

”وہ تو موجود نہیں ہیں جناب۔ آپ مجھے بتائیں کیا بات ہے۔“

اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”رابرٹ یہاں نہیں ہے تو کہاں ہو گا۔ ہم نے اس سے ہی ملنا ہے۔“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”پاس کا کچھ ہے نہیں جناب کہ کب آئیں گے اور کہاں ہوں گے۔ ویسے ہمارے گیم کلب میں موجود تمام مشینوں کا باقاعدہ انسٹنس موجود ہے۔“..... اس آدمی نے جواب دیا تو صدیقی بے اختیار مسکرا دیا۔

”تو جہار کیا خیال ہے کہ ہمارا تعلق حکومت سے ہے۔ یہ بات نہیں۔ ہم کافرستان سے آئے ہیں۔ ہم نے واقعی رابرٹ سے ملنا ہے اور اسے ایک بڑا کام دینا ہے۔ ہمیں وہاں کافرستان میں رابرٹ کے بارے میں پتہ ملی ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ پھر پاس آفس میں موجود ہیں۔ سائیڈ راہداری کے آخر میں پاس کا آفس ہے۔“..... اس بار کاؤنٹر میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی بھی بے اختیار مسکرا دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے

میری کھلی دراز کے اوپر پہنچ گیا تھا۔

”ہمیں فٹکی سے کام ہے اور بس۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ قتل نہیں کرانا۔ اسلحہ کی سمگلنگ کا سلسلہ ہے۔“ صدیقی نے جواب دیا۔

”اسلحہ کی سمگلنگ۔ لیکن فٹکی کا اس سے کیا تعلق۔ تم سیدھی طرح بتاؤ کہ اصل بات کیا ہے اور سنو تم یہاں اپنی مرضی سے تو آ گئے ہو لیکن میری مرضی کے بغیر واپس نہ جا سکو گے۔“ رابرٹ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹکٹ مشین پشٹ اٹھا کر اسے ان کی طرف کر دیا۔

”دیکھو رابرٹ ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ فٹکی یہاں کام کرتا ہے اس لئے ہم یہاں آ گئے۔ اب تم بتا رہے ہو کہ فٹکی کسی حثمت کے گروپ میں کام کرتا ہے تو اس کا پتہ بتاؤ اور بس ورنہ یہ کھانا پشٹ ہمارا کچھ نہ لگا سکے گا۔“ الیٹ جہارا نے خوبصورت چوکھٹا ضرور بگڑ جائے گا۔“ صدیقی نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

”ہو نہ ہو۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ رابرٹ کو۔ جہارا نے بولت۔“ رابرٹ نے ٹکٹ تیز لہجے میں کہا لیکن دوسرے نے اس کے ہاتھ سے مشین پشٹ اڑا ہوا فٹسا میں اچھلا اور پٹک جھپکنے میں صدیقی کے ہاتھ میں ٹکٹ چکا تھا۔ صدیقی نے صرف ہاتھ کو حرکت نہ تھی۔

”فٹکی۔ اوہ۔ کیا مطلب۔ کیا کوئی قتل وغیرہ کا سلسلہ ہے۔“

رابرٹ نے چونک کر پوچھا۔
”ہاں۔ ایسا ہی کچھ۔“ صدیقی نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن اگر ایسا کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ۔ فٹکی تو ایک عام سا پیشہ ور قاتل ہے۔ میں جہارا کام زیادہ بہتر انداز میں کر سکتا ہوں۔“ رابرٹ نے آگے کی طرف جھٹکتے ہوئے کہا۔

”لیکن ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے کہ تم بھی اس قسم کے کام فٹکی سے ہی کرتے ہو۔ اس لئے ہم اس سے ملنا چاہتے تھے تاکہ اس سے تفصیلی بات ہو سکے۔“ صدیقی نے کہا۔

”فٹکی تو یہاں میرے کلب میں سپروائزر تھا لیکن اب وہ یہاں سے چھوڑ گیا ہے اور سنا ہے کہ حثمت کے گروپ میں شامل ہو گیا ہے۔ بہر حال جہارا کام کیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔“ رابرٹ نے کہا۔

”حثمت کے گروپ میں۔ یہ حثمت کون ہے۔“ صدیقی نے پوچھا۔

”وہ بھی پیشہ ور قاتل ہے اور بس۔“ رابرٹ نے جواب دیا۔
”وہ کہاں مل سکے گا۔“ صدیقی نے پوچھا۔

”کیا بات ہے۔ تم ہو کون۔ کبھی تم فٹکی کا پوچھتے ہو کبھی حثمت کا۔ اصل ٹکڑ کیا ہے۔“ رابرٹ کا بوجہ ٹکٹ سرد ہو گیا۔ اسے شاید ان پر شک پڑ گیا تھا اور صدیقی نے دیکھا تھا کہ اس کا ہاتھ

نعمانی نے اسے گردن سے پکڑ کر اچھال دیا تھا جبکہ اوپر صدیقی نے رابرٹ کے گرتے ہی اس کی کٹینی پریوٹ کی نو مار دی تھی اور اس کا پھونکا ہوا جسم نلکت ساکت ہو گیا تھا۔ باہر سے آنے والے آدمی کے ساتھ نعمانی نے بھی یہی سلوک کیا تھا۔ اس کے نیچے گرتے ہی نعمانی کی لات حرکت میں آئی تھی اور وہ آدمی بھی اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔

”آؤ..... صدیقی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا مشین پستل وہیں پھینکتے ہوئے نعمانی سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ نعمانی نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار تیزی سے آسٹریلک کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ آسٹریلک کے بارے میں وہ جانتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار جیسے ہی آسٹریلک کے کپالٹریٹ گیٹ میں داخل ہوئی وہ اسے ایک سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف لے جانے کی بجائے سائیڈ پر لے گئے۔ وہاں واقعی ایک طرف ہٹ کر ایک چھوٹی سی عمارت بنی ہوئی تھی جس کا گیٹ بند تھا۔ صدیقی نے کار اس گیٹ کے سامنے لے جا کر روکی تو سائیڈ سے ایک مسلح آدمی تیزی سے باہر آگیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔

”حشمت سے کہو کہ کافرستان سے اس کے مہمان آئے ہیں۔“

صدیقی نے کہا۔

”کیا نام ہیں جہارے؟..... اس مسلح آدمی نے چونک پر پوچھا۔“

”یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔“..... رابرٹ کے منہ سے انتہائی حیرت بھرے انداز میں الفاظ نکلے۔

”کہاں رہتا ہے یہ حشمت۔ بولو.....“ صدیقی نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم.....“ رابرٹ نے ہونٹ پیچھتے ہوئے کہا۔

”آخری بار کہہ رہا ہوں بتا دو۔ ہم خاموشی سے چلے جائیں گے۔“

صدیقی کا بچہ نلکت انتہائی سرد ہو گیا تھا۔

”آسٹریلک کی سائیڈ پر ایک طیلحہ عمارت ہے۔ وہاں رہتا ہے

وہ.....“ رابرٹ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”وہاں فون تو ہوگا.....“ صدیقی نے پوچھا۔

”ہاں ہے۔ مگر.....“ رابرٹ نے کہا۔

”اسے فون کرو اور اس سے فلیک کے بارے میں معلوم کرو۔“

صدیقی نے کہا۔

”صدیقی۔ اس کی ضرورت نہیں ہے اس طرح وہ الرٹ ہو جائیں

گے۔ وہیں چلے چلتے ہیں.....“ ساتھ بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔

”اوکے.....“ صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی

اس کا بازو ایک بار پھر بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور رابرٹ کے حلق

سے ایک کریناک جھج نکلی اور وہ کرسی سمیت سائیڈ پر جا گرا جبکہ

نعمانی تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی وہ دروازے

تک پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور وہی مسلح آدمی تیزی سے اندر داخل

ہوا لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح جھجکا ہوا اچھل کر فرش پر آگرا۔

نعمانی اس کی طرف بڑھے۔

"میرا نام حشمت ہے"..... اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔
"میرا نام صدیقی ہے اور یہ نعمانی ہے۔ ہم کافرستان سے آئے ہیں"..... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ کافرستان کا نام سن کر ہی تو میں نے تمہیں اندر بلایا ہے۔ یہ بخو۔ بولو کیا ہو گئے"..... حشمت نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کچھ نہیں۔ یہ بتاؤ کہ فکلی کہاں ہے"..... صدیقی نے کہا تو حشمت بے اختیار اچھل پڑا۔

"فکلی۔ کیا مطلب۔ تم فکلی کو کیوں پوچھ رہے ہو"..... اس بار حشمت نے سخت لہجے میں کہا۔
"کیوں۔ کیا فکلی کے بارے میں پوچھنا منع ہے"..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ لیکن کوئی نہ کوئی وجہ بھی تو ہوگی"..... حشمت نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس سے ہمیں ایک کام ہے۔ تم اسے بلاؤ۔ ہم تمہارے سامنے اس سے بات کر لیتے ہیں"..... صدیقی نے جواب دیا۔
"فکلی کو بلاؤ راتھر"..... حشمت نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا تو ایک مسلح آدمی سر ملاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

"کیا تم واقعی کافرستان سے آئے ہو"..... حشمت نے کہا۔

"ستار برادرز"..... صدیقی نے جواب دیا تو وہ آدمی سر ملاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"کیا یہ آدمی بتانے پر آمادہ ہو جائے گا"..... نعمانی نے کہا۔
"اگر نہ ہو تو پھر ایکشن لیں گے۔ فی الحال میں چاہتا ہوں کہ گھی سیدھی انگلیوں سے نکال لوں"..... صدیقی نے کہا اور نعمانی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ملادیا۔ تھوڑی دیر بعد پھانک کھل گیا اور اس آدمی نے جس نے اس سے گفتگو کی تھی انہیں اندر آنے کا اشارہ کیا تو صدیقی نے کار آگے بڑھائی اور پھر درجے میں لے جا کر اس نے کار روکی۔ وہاں چار مسلح آدمی موجود تھے۔ صدیقی اور نعمانی جیسے ہی کار سے نیچے اترے ایک آدمی تیزی سے اندرونی راہداری سے برآمدے میں آ گیا۔

"تم ہو ستار برادرز"..... آنے والے نے کہا۔
"ہاں"..... صدیقی نے جواب دیا۔

"آؤ میرے ساتھ"..... اس نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ صدیقی اور نعمانی اس کے پیچھے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر آگے بڑھے پھر وہ اس کی رہنمائی میں ایک بڑے کمرے میں پہنچے تو وہاں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک بڑی بڑی موٹھوں والا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہجرے پر سختی اور سفاکی کے تاثرات نمایاں تھے۔ کمرے میں چار مسلح آدمی موجود تھے۔

"آؤ۔ آؤ۔ آ جاؤ"..... اس موٹھوں والے نے کہا تو صدیقی اور

”تم نہیں جانتے لیکن ہم تو ہمیں جانتے ہیں“..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس کے اٹھتے ہی نعمانی بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فکلی نے لاشعوری طور پر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لمحے کمرہ اس کی چیخ کے ساتھ ساتھ حشمت کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے بھی گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی سٹوڈنٹ کی تیز آوازیں ابھریں اور ایک بار پھر کمرہ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔

”ان دونوں کو زندہ رکھنا ہے نعمانی“..... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہلکت چملاٹ لگائی اور بھلی کی سی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے فکلی کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے اچھال کر میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے حشمت پر پھینکا تھا اور نعمانی جس نے صدیقی کے اٹھنے کے انداز سے ہی سمجھ لیا تھا کہ وہ ایکشن میں آنے کا فیصلہ کر چکا ہے چنانچہ اس نے بھی اٹھتے ہوئے جیب سے مشین پشٹ نکال لیا تھا۔ پھر وہ بھی صدیقی کے ساتھ ہی ایکشن میں آ گیا تھا جس کے نیچے میں کمرے میں موجود چاروں مشین گن بردار گولیاں کھا کر چھٹے ہوئے نیچے گرے تھے۔ صدیقی کے باہر جاتے ہی نعمانی بھلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور فکلی اور حشمت جو ایک دوسرے سے ٹکرا کر سی سمیت نیچے گرے تھے ابھی اٹھنے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ نعمانی ان کے سروں پر پہنچ گیا اور پھر اس کی بیک وقت دونوں لاتیں حرکت میں آ گئیں اور پھر مخصوص انداز

”ہاں۔ کیوں۔“ ہمیں بار بار شک کیوں ہو رہا ہے۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے تم بے حد پریشان ہو گئے ہو۔ فکر مت کرو ہمارا بھی وہی دھندا ہے جو چہار ہے“..... صدیقی نے کہا۔
”میرا کیا دھندا ہے۔ کیا مطلب“..... حشمت نے اور زیادہ چونک کر پوچھا۔
”پیشہ ور قاتلوں کا گروپ تم جلا رہے ہو جبکہ کافرستان میں ہمارا گروپ یعنی سٹار براڈر بھی یہی کام کرتا ہے“..... صدیقی نے جواب دیا اور حشمت نے بے اختیار ہونٹ سمجھنے لگے۔
”جہیں کس نے بتایا ہے کہ میں پیشہ ور قاتلوں کا گروپ جلا رہا ہوں“..... حشمت نے کہا۔

”یہ کوئی ایسی دھکی چھپی بات بھی نہیں ہے جس پر تم اس قدر حیران ہو رہے ہو“..... صدیقی نے جواب دیا اور اسی لمحے ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ نوجوان تھا۔ اس نے جیکٹ اور جینز پہنی ہوئی تھی۔ سر سے گنجا تھا البتہ اس نے اپنی پیشانی پر سرخ رنگ کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔

”فکلی۔ یہ دونوں صاحبان کافرستان سے تم سے ملنے آئے ہیں۔“ حشمت نے اس نوجوان سے کہا۔

”بھ سے۔ کیوں۔ کیا بات ہے۔ میں تو انہیں جانتا بھی نہیں۔“ فکلی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ بڑے غور سے صدیقی اور نعمانی کو دیکھ رہا تھا۔

نے پوچھا۔

”وہ بھی ہلاک ہو چکا ہے لیکن اب ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔ ان دونوں کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالتے ہیں ورنہ یہاں کسی بھی لمحے کوئی آسکتا ہے۔ ان سے پوچھ گچھ ہینڈ کو آرٹر میں جا کر کریں گے۔“ صدیقی نے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ان دونوں نے آگے بڑھ کر ان دونوں یعنی حشمت اور فکری کو اٹھایا اور کاندھوں پر لاد کر پورچ کی طرف بڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار آسٹرکھب کے ٹیٹ سے نکل کر تیزی سے دوڑتی ہوئی فورسٹارز کے ہینڈ کو آرٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

اور مخصوص پوائنٹس پر پڑنے والی بھرپور ضربوں نے ان دونوں کو اٹھنے کا موقع ہی نہ دیا اور وہ دونوں چند لمحوں بعد ہی ڈھیر ہو گئے تھے۔ ان دونوں کے بے ہوش ہوتے ہی نعمانی تیزی سے مڑا۔ اسے مسلح افراد کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ اس نے فائرنگ ہی اس انداز میں کی تھی کہ گولیاں ان کے دلوں میں جڑوست ہو گئی تھیں۔ اسے چونکہ معلوم تھا کہ باہر مسلح افراد موجود ہیں اس لئے وہ صدیقی کی مدد کے لئے باہر جانا چاہتا تھا لیکن ابھی وہ دروازے تک نہ پہنچا تھا کہ اسے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ تیزی سے دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔

”اوو۔ نعمانی کہاں گیا۔“ کھلے ہوئے دروازے میں سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”میں یہاں ہوں۔ کیا ہوا باہر کا۔“ نعمانی نے سانسے آتے ہوئے کہا۔

”مسلح افراد تو ختم ہو گئے ہیں۔ مجھے جہادی طرف سے فکر تھی۔“ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چیف کو اپنے ممبر کی فکر تو ہوتی ہی چاہئے۔“ نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

”یہ بات نہیں ہے۔ بہر حال یہاں کی سچو نیشن سنبھالنا زیادہ مشکل تھی۔“ صدیقی نے کہا۔ وہ نعمانی کے طنز کو سمجھ گیا تھا۔

”وہ جھانک کے پاس جو مسلح آدمی تھا اس کا کیا ہوا۔“ نعمانی

”کک۔ کیا ہوا۔ کیا ہوا“..... عمران جیسے شخص کے منہ سے بھی رک رک کر الفاظ نکلے۔

”میں نے آپریشن تو کر دیا ہے عمران صاحب لیکن ٹائنگر کی حالت انتہائی سیریس ہے۔ کسی بھی لمحے کچھ ہو سکتا ہے۔ اب بس اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہی آسرا ہے“..... ڈاکٹر صدیقی نے قدرے گھوگر سے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اپنے آفس کی طرف مڑ گیا تو عمران بے اختیار وہیں برآمدے میں ہی سجدے میں گر گیا۔

”یا اللہ تو رحیم و کریم ہے۔ یا اللہ تو قادر مطلق ہے یا اللہ زندگی اور موت تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یا اللہ رحم فرما۔ یا اللہ ٹائنگر کو نئی زندگی عطا کر دے۔ یا اللہ تو ہی زندگی دے سکتا ہے۔ یا اللہ تو قادر مطلق ہے۔ یا اللہ تو رحم فرما۔ رحم فرما“..... عمران انتہائی کربناک سہجے میں اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہا تھا اور پھر وہ نہانے کتنی در تک سہجے میں پڑا اسی طرح گڑ گڑا کر ٹائنگر کی زندگی کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ اسے اپنے گرو و پیش کا بوش نہ تھا۔ اس کے تمام احساسات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے کہ اپنا تک کسی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

”انھو عمران۔ اللہ تعالیٰ نے جہاری دعائیں قبول کر لی ہیں۔ انھو۔ معجزہ ہو گیا ہے“..... ٹائنگر کی حالت حیرت انگیز طور پر سنبھل گئی ہے..... عمران کے کانوں میں اپنا تک ڈاکٹر صدیقی کی آواز پڑی تو عمران نے سجدے سے سر اٹھانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

عمران اس وقت سسٹل ہسپتال کے برآمدے میں انتہائی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ ٹائنگر کا آپریشن جاری تھا اور جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا عمران کی بے چینی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اسے خود معلوم تھا کہ ٹائنگر کی حالت انتہائی نازک تھی لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صدیقی کی مہارت اور اس کے خلوص پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کے باوجود جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا عمران کی بے چینی نامعلوم طور پر بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ پھر اپنا تک آپریشن روم کا دروازہ کھلا تو عمران چونک کر مڑ گیا۔ دروازے سے ڈاکٹر صدیقی باہر آ رہا تھا لیکن عمران کو اس کا لٹکا ہوا چہرہ دیکھ کر ایسے محسوس ہوا جیسے وہ نہایت کسی غلام میں پہنچ گیا ہو۔ اس کا دل اس قدر تیزی سے دھڑکا تھا جیسے سینہ پھاڑ کر ابھی باہر جائے گا۔

شروع کر دیا۔

”واقعی وہ ذات قادر مطلق ہے۔ وہ مایوسیوں کو امیدوں میں بدل دیتا ہے۔ اٹھو..... ڈاکٹر صدیقی کی آواز دوبارہ سنائی دی اور عمران نے سجدے سے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔

”ڈاکٹر صدیقی اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ واقعی ہے۔ حد رحیم و کریم ہے..... عمران اٹھتے ہی اس طرح ڈاکٹر صدیقی سے پٹ گیا جیسے صدیوں سے بچھڑا ہوا کوئی آدمی اچانک دوست سے ملاقات کی خوشی میں اس سے چٹ جاتا ہے۔

”ہاں عمران۔ واقعی اللہ تعالیٰ بے حد رحیم و کریم ہے۔ وہ انتہائی خلوص سے مانگی ہوئی دعائیں ضرور قبول کرتا ہے..... ڈاکٹر صدیقی نے عمران کی پشت تھپکتے ہوئے کہا تو عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

”کیا ہوا ڈاکٹر صدیقی۔ کیا واقعی ٹانگیر کی حالت سنبھل گئی ہے..... عمران نے ایسے پوچھا جیسے وہ پہلی بار ہوش میں آیا ہو۔

”ہاں۔ ہم سب اس کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے لیکن پھر اچانک مجھے اطلاع ملی کہ اس کی حالت خود بخود سنبھلنے لگ گئی ہے تو میں دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ تم سجدے میں پڑے ہوئے رو کر دعائیں مانگ رہے تھے اور میں نے جان بوجھ کر جھپٹ ڈسرب نہیں کیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم جیسے آدمی کے دل سے نکلنے والی انتہائی

پر خلوص دعائیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ضرور قبول ہوں گی اور پھر میں نے جا کر ٹانگیر کو دیکھا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ یقینی موت کے پنجے سے باہر آگیا ہے تو میں جہیں = خوشخبری سنانے کے لئے دوڑتا ہوا وہاں آیا۔ اب تم میرے آفس چلو اور منہ دھو لو۔ پھر ٹانگیر کے پاس چلیں گے..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران نے اہلیت میں سر ملایا اور پھر ڈاکٹر صدیقی کے آفس میں پہنچ کر اس نے طے باقت روم میں جا کر منہ دھویا۔ کنگھی کی اپنے لباس پر لگ جانے والی گرد و تھازی اور واپس آفس میں آیا تو ڈاکٹر صدیقی وہاں موجود نہ تھا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے ذہن میں ایک بار پھر اندیشوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ اس کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال آیا کہ کہیں ٹانگیر کی سنبھلی ہوئی حالت پانچ کی آخری ہدک نہ ہو لیکن اسی لمحے ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوا۔

”کیا ہوا..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”کیا ہوا نا تھا..... ڈاکٹر صدیقی نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”آپ پھر دفتر سے غائب ہو گئے تھے..... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

”میں ایک اور مریض کو چیک کرنے گیا تھا۔ یہ سچو..... ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار اطمینان بھرا سانس لیا۔

ہاں۔ لیکن میں نے اسے نیند کا انجکشن لگا دیا ہے۔ ابھی اس کا بلنا جلنا اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ویسے اب وہ ٹھیک ہے اور انشاء اللہ جلد ہی مکمل طور پر فٹ ہو جائے گا۔ ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اجابت میں سر ہلا دیا۔

”اوکے۔ پھر مجھے اجازت۔ آپ ڈران تینوں کا خصوصی طور پر خیال رکھیں ہو سکتا ہے کہ مجرم یہاں بھی پہنچ جائیں۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے پہلے ہی اس بات کا احساس ہو گیا تھا اس لئے میں نے ریڈ الارٹ کر دیا ہے۔“ ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور عمران ان سے اجازت لے کر دفتر سے باہر آیا اور پھر اس کی کار تیزی سے اسپتال سے باہر نکلی اور دانش منزل کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ وہ اب باقاعدہ طور پر اس کیس کو فورسٹارڈ کے ڈسے لگانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل پہنچ گئی۔

”اللہ تعالیٰ نے بڑی رحمت کی ہے عمران صاحب کہ ٹائگر کو نئی زندگی دی ہے۔“ سلام دعا کے بعد ہلیک زرو نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”ارے ابھی تو میں اسپتال سے آ رہا ہوں۔ جہیں کس نے طاع دی ہے۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر صدیقی کا فون آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ٹائگر و شدید زخمی حالت میں لے کر اسپتال پہنچے اور پھر انہوں نے بتایا

”کسی نے ٹائگر پر فائر کھولا ہے۔ اس کے دل کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ ایک گولی واقعی اس قدر خطرناک پوزیشن میں تھی کہ بس کیا بتاؤں۔ اللہ تعالیٰ کی واقعی رحمت ہو گئی ہے ورنہ شاید ڈاکٹر صدیقی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔“

”دی جکر ہے جس میں پہلے چوہان زخمی ہوا تھا۔ پھر سلیمان اور اب ٹائگر اور اگر یہی صورت حال رہی تو مجھے گنا ہے کہ آپ کے ہسپتال کی آبادی تیزی سے بڑھتی چلی جائے گی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

”یہ تو تم نے وہی بات کر دی جب میں نے ایک جیل کے باہر خوش آمدید کا بیڑ لگا ہوا دیکھا تھا۔“ ڈاکٹر صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ اسی لمحے ملازم ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے کافی کی ایک ایک سیالی عمران اور ڈاکٹر صدیقی کے سامنے رکھی اور پھر خالی ٹرے لئے واپس چلا گیا۔

”سلیمان اور چوہان کی کیا پوزیشن ہے۔“ عمران نے کافی کا گھوٹ لیتے ہوئے کہا۔

”الحمد للہ دونوں ٹھیک ہیں۔ چوہان تو جلد ہی فارغ ہو جائے گا۔ البتہ سلیمان کو ابھی چند روز یہاں رہنا ہو گا۔“ ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا اور عمران نے اجابت میں سر ہلا دیا۔

”ٹائگر ہوش میں تو ہے۔“ عمران نے کافی ختم کر کے واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے خود معلوم نہیں تھا لیکن صدیقی معلوم کر لے گا۔“ بلیک زرو نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”یہ مجرم تو اب پھیلنے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اب تک ہمارے تین آدمی ہسپتال پہنچا دیئے ہیں جبکہ ان کا ایک بھی اہم آدمی سلسلے نہیں آسکا۔“ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اصل میں آپ کے پاس ابھی تک اس سلسلے میں کوئی لائن آف ایکشن نہیں رہی۔ ٹائیگر نے وہاں رجان جبرے میں سب کو ہلاک کر دیا تھا ورنہ شاید اصل آدمیوں تک رسائی ہو جاتی۔“ بلیک زرو نے کہا۔

”وہاں کے جو حالات ٹائیگر نے مجھے بتائے تھے اس میں اس کے سنے یہ کارروائی ضروری ہو گئی تھی۔“ عمران نے کہا اور بلیک زرو نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”میرا خیال ہے عمران صاحب کہ ہمیں اس انداز میں آگے بڑھنے کی بجائے دوسرا انداز اختیار کرنا چاہیے۔“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بلیک زرو نے کہا۔

”کون سا انداز؟“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ بجائے مجرموں کے ذریعے اصل سرخسوں تک پہنچنے کے کیوں نہ ان کالی فلموں کے ذریعے ان تک پہنچا جائے۔ میرا ہے کہ اس طرح زیادہ آسانی رہے گی۔“ بلیک زرو نے

کہ آپریشن کے باوجود ٹائیگر کی حالت انتہائی مایوس کن تھی لیکن پھر آپ نے وہیں برآمدے میں بیٹھ کر دعائیں مانگیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آگئی اور ٹائیگر کو نئی زندگی مل گئی۔“ بلیک زرو نے جواب دیا۔

”ہاں۔ بلیک زرو اللہ تعالیٰ ہے مدد رحیم و کریم ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہ گار کی دعائیں قبول کر لی ہیں۔ اس کی رحمت واقعی ہے پتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اللہ تعالیٰ کے پاس خلوص کی قبولیت ہوتی ہے۔ صرف خلوص کی۔“ بلیک زرو نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر رسیور اٹھایا اور منبر و اتل کرنے شروع کر دیئے۔

”آپ صدیقی کو فون کر رہے ہیں۔“ بلیک زرو نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ کیوں؟“ عمران نے بھی چونک کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔

”میں نے آپ کے آنے سے پہلے صدیقی کو فون کر کے اسے بتا دیا ہے کہ ٹائیگر کو جن مجرموں نے زخمی کیا ہے وہ ان کا سراغ لگائے۔“ بلیک زرو نے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیٹے ہوئے رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

”کیا تم نے اسے بتایا ہے کہ ٹائیگر کو کہاں زخمی کیا گیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

صدیقی نے کہا۔

”تفصیل سے رپورٹ دو“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ ٹائیگر نے ان کے فلیٹ پر

حملہ کرنے والوں میں سے ایک آدمی فٹکی کا سرانگ لگایا تھا جو رابرٹ

گیم کلب میں کام کرتا ہے اس لئے آپ کے حکم کے بعد میں اور نعمانی

سیدھے رابرٹ گیم کلب پہنچے۔ وہاں ہم نے رابرٹ سے پوچھ گچھ کی تو

اس نے بتایا کہ فٹکی اب ایک پیشہ ور قاتلوں کے گروپ جیسے حشمت

کا گروپ کہا جاتا ہے کے ساتھ کام کرتا ہے اور یہ گروپ آسٹریلیا کی

جائین میں واقع ایک عمارت میں رہتا ہے تو میں اور نعمانی وہاں پہنچے

اور پھر ہم وہاں سے اس فٹکی اور اس کے پاس حشمت دونوں کو بے

ہوش کر کے فورسٹارڈ کے ہیٹ کو آرڈر لے آئے۔ یہاں حشمت نے

بتایا ہے کہ انہیں علی عمران اور ٹائیگر کی ہلاکت کا حکم جارج نے دیا

ہے لیکن جارج اپنے کسی خفیہ ٹھکانے پر ہے اور اس ٹھکانے کے

بارے میں وہ بھی نہیں جانتا“..... صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے

۱۰۔

”وہ دونوں زندہ ہیں یا ہلاک ہو چکے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”زندہ ہیں“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”میں عمران کو کال کر کے جہازے پاس بھیجتا ہوں۔ وہ ان سے

مزید معلومات حاصل کر لے گا“..... عمران نے کہا اور رسیور

۱۱۔

”صدیقی وغیرہ نے اس پوائنٹ پر کام کیا تھا لیکن وہ ناکام رہے

کیونکہ کسی نے بھی ایسی فلمیں رکھنے کی حامی نہیں بھری۔“ عمران

نے کہا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کسی کو اٹھا کر رانا ہاؤس لے آیا

جائے تو وہ خود ہی ذریعہ بتا دے گا“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”لیکن اس طرح شاید ہی ہم اصل سرخسوں تک پہنچ سکیں کیونکہ

معمولی سا شبہ پڑتے ہی وہ سب مکمل طور پر کیونفلج ہو جاتیں گے۔

ایسے وحشوں میں ایسے ہی ہوتا ہے جبکہ عام غنڈوں اور بد معاشر

کی پکڑ و حکم یا لڑائی جھگڑے کی اطلاع ان کے لئے زیادہ مشکوک

گاہت نہیں ہوتی“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ واقعی ٹھیک ہے۔ ان کا مین رجینٹ جیسے ہی پکڑا گیا ہے

لوگ غائب ہو جاتیں گے“..... بلیک زیرو نے اجابت میں سر ہلانے

ہوئے کہا اور پھر اسی طرح کی باتوں میں کافی وقت گزر گیا کہ اچانک

فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکسٹو“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”صدیقی بول رہا ہوں پاس“..... دوسری طرف سے صدیقی

آواز سنائی دی۔

”میں۔ کیا رپورٹ ہے“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”معلومات جارج نامی آدمی تک ہی پہنچے ہیں سر۔ اس جارج

بارے میں جیسے ہی عمران صاحب بتا چکے ہیں کہ وہ غائب ہے

۱۲۔

”صدیقی نے کوئی کسر تو نہ چھوڑی ہوگی“..... بلیک زرو نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن میں اس حشمت سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ چارج کے اوپر کون ہے کیونکہ اس قسم کی فلمیں چار کرنا جارج جیسے لوگوں کا کام نہیں ہے۔ لامحالہ وہ لڑکیوں کو کسی گروپ کے حوالے کرتا ہوگا اور حشمت جیسے لوگ اس بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہوں گے“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ کی بات درست ہے“..... بلیک زرو نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا مڑا اور تیز قدم اٹھاتا پریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کاروائش منزل سے نکل کر اس کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جس میں فور سٹارز نے ایک کوفٹھی میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا۔

”آپ کو بڑی جلدی اطلاع مل گئی عمران صاحب“..... صدیقی نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے سپیشل ہسپتال سے یہاں کا فاصلہ ہی کتنا ہے“۔ عمران نے کہا تو صدیقی نے اس انداز میں سر ہلایا جیسے اب وہ سمجھ گیا ہو کہ عمران اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گیا ہے۔

”اب ٹانگیر کا کیا حال ہے“..... صدیقی نے پوچھا۔

”اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ اسے نئی زندگی ملی ہے۔“۔ عمران نے جواب دیا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلادیا۔ تھوڑی دیر بعد

صدیقی کے ساتھ مخصوص تہہ خانے میں پہنچا۔ وہاں راڈز والی کرسیوں پر دو آدمی جکڑے ہوئے موجود تھے۔ ان کی گردنیں لٹکی ہوئی تھیں اور وہ سبے ہوش تھے البتہ ان کے جسموں پر موجود زخم ہمارے تھے کہ ان پر کوڑے برسائے گئے ہیں۔

”کیا بہت سخت جان ثابت ہوئے ہیں یہ“..... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ دونوں ہی اجڑے قسم کے لوگ ہیں“..... صدیقی نے کہا۔

”باقی سٹارز کہاں ہیں۔ نظر نہیں آرہے“..... عمران نے کہا۔

”صرف نعمانی میرے ساتھ تھا۔ اسے بھی میں نے واپس منگوادیا ہے کیونکہ یہاں اس کا بھی کوئی کام نہ تھا“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم نے سٹار ہوٹل فون کر کے معلوم کیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ مجھے یاد تھا کہ آپ نے بتایا تھا کہ وہ سٹار ہوٹل میں موجود ہوتا ہے۔ میں نے وہاں فون کیا لیکن وہ وہاں موجود نہیں ہے۔“۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ان میں سے حشمت ہی بڑی بڑی مونچھوں والا ہے“..... عمران نے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں اور اسی نے سلیمان پر فائر کھولا تھا“..... صدیقی نے جواب دیا۔

نے کہا۔

"ہاں نے۔ میرا مطلب ہے کہ جارج نے۔ میں نے اسے جہاری اور ٹائگر کی ہلاکت کی خبر دی تو اس نے بتایا کہ فلیٹ پر جو زخمی ہوا ہے وہ عمران نہیں بلکہ اس کا باورچی ہے اور اسے وہاں سے اٹھا کر ٹائگر لے گیا ہے اور پھر اس نے ہی مجھے بتایا کہ ٹائگر کو تم رابرٹ گیم کلب کے سامنے سے اٹھا کر لے گئے ہو اور پھر اس نے مجھے تفصیل سے جہار احلیہ بتایا لیکن ابھی ہم جہیں تلاش کر رہے تھے کہ یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔" خست نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا جارج خبری کا دھندہ بھی کرتا ہے۔" عمران نے کہا۔

"نہیں۔ وہ یہ کام نہیں کرتا۔" خست نے جواب دیا۔

"تو پھر اسے یہ سب کچھ اس قدر تفصیل سے اور فوری طور پر کیسے معلوم ہو گیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"شہر میں اور بہت سے لوگ ہیں جو خبری کا دھندہ کرتے ہیں۔

جیسے رابرٹ کلب کا ڈاکر ہے۔ انٹھونی ہے اور بہت سے لوگ ہیں۔

ہو سکتا ہے ہاں نے ان میں سے کسی کو جہاری ٹگرانی پر مامور کیا

ہوا ہو۔" خست نے جواب دیا۔

"جہار ہاں جارج کیا صرف لڑکیاں اغوا کرنے کا دھندہ کرتا ہے

یا اور بھی کچھ کرتا ہے۔" عمران نے کہا۔

"وہ سب دھندے کرتا ہے۔ وہ سب دھندے جو جرائم کی صف

میں آتے ہیں۔ وہ دارالحکومت کا سب سے بڑا آدمی ہے۔" خست

"ہو نہ۔ اسے ہوش میں لے آؤ۔" عمران نے کہا تو صدیقی اٹھ کر اس آدمی کی طرف بڑھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے تو صدیقی نے ہاتھ ہٹائے اور پھر واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک تو وہ لاشعوری کی کیفیت میں رہا پھر بوری طرح ہوش میں آتے ہی اس کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے عمران پر جم گئیں۔

"اوہ۔ اوہ۔ تم علی عمران ہو۔ تم ہو علی عمران۔" اس نے کہا

تو عمران کے ساتھ ساتھ صدیقی بھی چونک پڑا۔

"ہاں۔ لیکن تم مجھے کیسے پہچانتے ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"کاش۔ مجھے پہلے جہار احلیہ بتا دیا جاتا تو یہ نو بہت ہی آتی۔"

اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"پہلے کا کیا مطلب۔" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ جب پہلی بار جہارے فلیٹ پر حملے کا حکم دیا

گیا تھا۔" اس آدمی نے جواب دیا۔

"جہار انام خست ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس آدمی نے جواب دیا۔

"تم مجھے بتاؤ کہ بعد میں کس نے جہیں میرا احلیہ اس قدر درست

طور پر بتایا ہے کہ تم مجھے اس حالت میں بھی پہچان گئے ہو۔" عمران

کہ پاس فدا نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تیز دھار خنجر نکالا اور پھر کہا۔

”کہ حشمت کچھ کہتا عمران کا خنجر والا ہاتھ بھلی کی سی تیزی

اس کا مطلب آیا اور کمرہ حشمت کے حلق سے نکلنے والی تیز سے گونج

بتا سکتے ہو کہ وہ انہیں کہا بازشت ختم ہوئی تھی کہ عمران کا ہاتھ

یہ بات صرف رجان آیا اور حشمت کے حلق سے پھٹے سے زیادہ

مجھے اتنا معلوم ہے کہ اغوا ہونے والا راجا سردار میں پائیں مارنا

ہیں..... حشمت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ زیادہ کٹ چکے تھے۔

”اس کا کوئی ایسا آدمی جو اس کے رازوں سے واقف نہ کر لے۔“

اس کا نائب یا نمبر نو وغیرہ..... عمران نے کہا۔

مجھے نہیں معلوم۔ میں اور میرے گروپ کا کام صرف جارج کے

حکم پر لوگوں کو ہلاک کرنا ہے اور میں..... حشمت نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

”میرے اس جارج کو ہر صورت میں فریض کرنا ہے اس لئے اگر

تم اس کا کوئی ایسا فحشکانہ بتا سکو جہاں سے اس کے بارے میں کوئی

کلیو مل سکے تو ہم جہاں اور اس فحش دووں کو زندہ چھوڑ سکتے ہیں

کیا ہر تم نے اب تک میرے دو آدمیوں کو صرف زخمی کیا ہے ہلاک

نہیں کیا..... عمران نے کہا۔

”تم ہمیں زندہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے..... حشمت نے کہا

تو عمران نے اختیار ہو تک چنا۔

”وہ کیسے..... عمران نے کہا۔“

نے جواب دیا۔

”اس کے باوجود وہ چوہے کی طرح کسی بل میں چھپا ہوا ہے۔“

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔ جہاں سے اس آدمی نے بتایا

ہے کہ وہ سٹار ہوٹل میں موجود نہیں ہے..... حشمت نے جواب

دیا۔

”جہاں بہر حال اس کے خفیہ اڈے کا تو علم ہو گا..... عمران

نے کہا۔

”نہیں۔ وہ اپنے خفیہ اڈوں کے بارے میں کسی کو نہیں بتاتا۔

وہ ایسے معاملات میں بے حد محتاط رہنے کا عادی ہے..... حشمت

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ عریاں فلمیں بھی حیار کرتا ہے..... عمران نے کہا تو

حشمت نے اختیار ہو تک پڑا۔

”عریاں فلمیں۔ کیا مطلب۔ اس کا فلموں سے کیا تعلق۔“

حشمت نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو لڑکیاں ان عریاں اور کالی فلموں کے

لئے اغوا ہوتی ہیں وہ جارج کے پاس پہنچائی جاتی ہیں..... عمران

نے کہا۔

”لڑکیاں فروخت کرنا اس کا دعوہ تو ہے لیکن فلموں والی بات

کا مجھے علم نہیں اور وہی میں نے اب سے پہلے کبھی یہ بات سنی ہے

بیٹھ کر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تیز دھار خنجر نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ حشمت کچھ کہتا عمران کا خنجر والا ہاتھ بھلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کمرہ حشمت کے حلق سے لٹکنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ ابھی اس کی چیخ کی بازشت ختم نہ ہوئی تھی کہ عمران کا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور حشمت کے حلق سے پہلے سے زیادہ کر بناک چیخ نکلی اور اس نے بے اختیار اپنا سر دائیں بائیں مارنا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ آدھے سے زیادہ کٹ چکے تھے۔ عمران نے بڑے اطمینان سے خنجر لرگے ہوئے خون کو اس کے لباس سے صاف کیا اور پھر اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔

"اب تم خود بخود سب کچھ بتاؤ گے۔" عمران نے کہا اور پھر ایک ہاتھ سے اس نے حشمت کا سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ کی مڑی ہوئی انگلی کا ہک اس کی پیشانی کے درمیان ابھرنے والی رگ پر مارا تو حشمت اس انداز میں بیخود جیسے ضرب اس کی پیشانی پر نہیں بلکہ اس کی روح پر پڑی ہو۔

"یو لولو کہاں مل سکتا ہے جارج۔ یو لولو۔۔۔۔۔ عمران نے عزائے ہونے لگے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔ حشمت کے منہ سے رک رک کر نکلتا ہوا وہ پیشہ ور قاتل تھا اس لئے اس کے مصلاب عام افراد سے کہیں زیادہ مضبوط تھے۔ عمران نے دوسری ضرب لگائی تو حشمت کے منہ سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے ذرا

نے جواب دیا۔
"اس کے باوجود وہ چوہے کی طرح کسی بل میں چھ۔ اس تک =
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔ جہاں ہر جلد ممکن ہو سکے چھوڑ ہے کہ وہ سارا ہوٹل میں موجود نہیں ہے۔" حشمت نے کہا
"اور تیرے قدم اٹھانا باہر چلا گیا۔

"جہیں بہر حال اس نے تم اس قدر مطمئن نظر آ رہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔ جہاں بچت اسی میں ہے کہ تم ہمیں زندہ چھوڑ دو۔" حشمت نے کہا۔
"تاکہ میں خود جہاں سے ہاتھوں مرنے کے لئے حیار ہو جاؤں۔
کیوں۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں باس سے کہہ کر جہاں جان بخشی کر لوں گا۔" حشمت نے جواب دیا۔

"میں نے تم سے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تم جیسے قاتلوں کے ساتھ بیخود مذاکرات کرتا رہو۔" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"جہاں مرضی۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ تم جو چاہے کر لو۔" حشمت نے کہا تو عمران کرسی سے اٹھا۔ اس نے اپنی کرسی اٹھا کر حشمت کی کرسی کے بالکل سامنے اور قریب جا کر رکھی اور پھر اس پر

نے کہا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی اڈا..... عمران نے پوچھا۔
”مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم.....“ حشمت نے اسی طرح
مشینی سے لہجے میں کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کرسی اٹھا کر
بچے رکھی اور پھر مرکز تیز قدم اٹھاتا اس کمرے سے باہر آگیا۔

”نگرانی نہیں ہو رہی عمران صاحب۔ میں نے اچھی طرح چیکنگ
کر لی ہے۔ ویسے بھی ہم نے انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتے ہوئے
خصوصی طور پر خیال رکھا تھا“..... برآمدے میں موجود صدیقی نے

”مجھے کبھی ہی معلوم تھا۔ یہ لوگ اسی طرح اندھا اعتماد کرتے
تھے۔ بسوں کا اور پاس ادھر ادھر سے ملنے والی اطلاعات کو اس
نہا میں جیش کرتے ہیں کہ جیسے ان کی ہزاروں آنکھیں ہوں۔
ہر حال اب تم ان دونوں کا خاتمہ کر دو اور میرے ساتھ چلو۔ اب
میں ہر صورت میں اس جارج کو فراموش کرنا ہے۔ اس کے بغیر اب
فانی آگے نہیں چل سکتی“..... عمران نے کہا تو صدیقی نے محبت
یہ سر ہلا دیا۔

دوتا ہوا جانور گردن پر چھری پھرنے کے بعد نکلتا ہے۔ اس کا پورا جسم
یہی طرح کانپنے لگ گیا تھا۔ چہرہ صبح ہو گیا تھا اور اس پر پسینے آبشار
کی صورت میں بہنے لگا تھا۔ آنکھیں ابل کر آدھی سے زیادہ باہر نکل
آئی تھیں۔

”یولو۔ کہاں مل سکتا ہے جارج۔ یولو.....“ عمران نے جھلے سے
زیادہ سرد لہجے میں کہا۔

”بب۔ بب۔ بب۔ کرم اڈے پر ہو گا۔ کرم اڈے پر۔ بب۔
کرم اڈے پر ہو گا۔ وہی اس کا خفیہ فھکنا ہے.....“ حشمت کے منہ
سے ایسے الفاظ نکلنے لگے جیسے اس کے نہ جاننے کے باوجود خود بخود اس
کی زبان سے پھسل کر باہر آرہے ہوں۔

”کہاں ہے یہ کرم اڈا۔ تفصیل بتاؤ.....“ عمران نے اسی طرح
سرد لہجے میں کہا۔

”کرم روڈ پر سرخ رنگ کی عمارت ہے۔ کرم اڈا اسے کہتے ہیں۔
وہاں سائنسی آلات بھی ہیں۔ مسلح افراد بھی اور انتہائی خوفناک
بھی۔ پاس دیں چھپتا ہے۔ وہ اس کا خفیہ اڈا ہے۔ وہاں اس کی
عورت گریسی بھی رہتی ہے.....“ حشمت اب اس طرح مسلسل
یہ لے چلا جا رہا تھا جیسے لیپ چل رہا ہو۔

”وہاں فون تو ہو گا۔ اس کا نمبر بتاؤ.....“ عمران نے کہا۔
”مجھے نہیں معلوم۔ یہ اڈا بھی اچانک میری نظروں میں آگیا تو
اور شاید میرے علاوہ اس بارے میں اور کوئی نہیں جانتا۔“ حشمت

نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور صدیقی نے اہلیت میں سر ہلا دیا۔
 خاور نے صدیقی کے ساتھ اس کہیں پر ڈسکس کرتے ہوئے اچانک
 اس روپن کے بارے میں بتایا تھا جس کا کلاخ مارکیٹ کے عقبی
 حصے میں ایک ہوٹل تھا۔ روپن ہوٹل۔ یہ کھانے وغیرہ سپلائی
 کرنے کا ہوٹل تھا۔ مارکیٹ میں کام کرنے والے مزدور اور مالکان
 کے ساتھ ساتھ پورے پاکیشیا سے آنے والے کپڑے کے بیوپاری
 روپن کے ہوٹل میں ہی کھانا کھاتے تھے۔ یہ روپن خاور کا واقف تھا
 اور خاور نے صدیقی کے پوچھنے پر ہی بتایا تھا کہ ایک مشترکہ دوست
 کے توسط سے روپن سے ملاقات ہوئی تھی۔ روپن کو غیر ملکی کلاسیکل
 عیس حاصل کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا اور اس نے ہی خاور
 کو بتایا تھا کہ روپن کو فلموں کے بارے میں اس قدر معلومات
 حاصل ہیں کہ عام لوگ اسے فلموں کا انسائیکلو پیڈیا کہتے ہیں۔ خاور کا
 خیال تھا کہ روپن لامحالہ ان کالی فلموں کے بارے میں کافی کچھ جانتا
 ہو گا اس لئے وہ اس سے ملاقات کے لئے چل پڑے تھے۔ کلاخ
 مارکیٹ کی پارکنگ میں صدیقی نے کار روکی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر
 گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل روپن پہنچ گئے۔ ہوٹل کا ہال کاروباری
 سے بھرا ہوا تھا اور سب کھانا کھانے میں مصروف تھے۔
 روپن کا آفس اوپر ہے۔ آؤ..... خاور نے کہا اور ایک سائیڈ پر
 دربارداری کی طرف مز گیا۔
 کیا تم جیلے بھی یہاں آتے رہے ہو..... صدیقی نے کہا۔

کار تیزی سے چلتی ہوئی دارالحکومت کے شہابی حصے میں واقع ایک
 بڑی مارکیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ کپڑے کی تھوک
 مارکیٹ تھی اور شاید پورے ملک میں کپڑا اسی مارکیٹ سے ہی
 سپلائی کیا جاتا تھا۔ اس کا سرکاری نام تو کچھ اور تھا لیکن عام طور پر
 اسے کلاخ مارکیٹ ہی کہا جاتا تھا۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی
 تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر خاور بیٹھا ہوا تھا۔ نعمانی فور سٹارز کے
 ہیڈ کوارٹر سے نکل کر سیدھا خاور کے فلیٹ پر پہنچا تھا اور پھر وہ دونوں
 کار میں بیٹھ کر کلاخ مارکیٹ کی طرف چل پڑے۔
 - تمہیں یقین ہے خاور کہ روپن ان کالی فلموں کے بارے میں
 کافی کچھ جانتا ہے..... صدیقی نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور
 سے کہا۔
 - ہاں۔ تم دیکھنا کہ وہ بہر حال ہم سے زیادہ ہی جانتا ہو گا۔ خاور

خاور بے اختیار ہنس پڑا۔ روہن نے انفرکام کارسیور اٹھا کر کسی کو تین کپ کافی بھیجنے کا کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

”روہن۔ ہم ایک خاص مقصد کے لئے جہاز سے پاس آئے ہیں لیکن ایک شرط ہے کہ تم سے جو گنگو ہوا سے تم نے راز میں رکھنا ہے۔“ خاور نے کہا تو روہن بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ ایسی کیا بات ہے جس کے لئے آپ کو رازداری کی شرط لگانے کی ضرورت پڑی ہے۔“ روہن نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔
”کافی آجائے پھر بات ہوگی۔“ خاور نے جواب دیا تو روہن نے اطمینان میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کافی سرو کر دی گئی اور ان تینوں نے ایک ایک پیالی چائی۔

”ہاں تو مسٹر خاور۔ اب آپ بتائیں کیونکہ مجھ سے مزید سسپنس بدست نہیں ہو سکتا۔“ روہن نے کہا تو خاور اور نعمانی دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

”روہن۔ نعمانی صاحب بہت بڑے امپورٹر و ایکسپورٹر ہیں اس سے مالی لحاظ سے خاصے خوشحال ہیں۔ انہیں ایک شوق جہاز کی حد تک ہے اور وہ ہے فیسوں کی کھش اور ہم اس سلسلے میں جہاز آئے۔“ خاور نے کہا تو روہن کے سننے ہوئے چہرے پر ملاحظہ رہین بھری مسکراہٹ رنگ گئی۔

”اوہ۔ یہ تو ایسی کوئی بات نہیں جس کے لئے رازداری کی ضرورت ہو۔ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ کوئی بہت

”ہاں سبھاں کا کھانا بہت اچھا ہوتا ہے اس لئے میں اکثر جہاں کھانا کھانے آجاتا ہوں اور کبھی کبھی روہن سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے۔“ خاور نے کہا اور صدیقی نے اطمینان میں سر ہلا دیا۔ رازداری کے آخر میں سبھی اسی طرح ہی تھیں۔ وہ دونوں سبھی چہرے کر اوپر دیکھتے تو اس رازداری میں روہن کا شاندار آفس موجود تھا۔ روہن چہرے بدن اور لمبے قد کا نوجوان تھا سب سے اور رکھ رکھاؤ کے لحاظ سے وہ کاروباری آدمی ہی دکھائی دیتا تھا لیکن صدیقی کو اس کی تھوڑی سی بناوٹ دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ روہن اتنا ہی چالاک، عیار اور شاطر ذہن کا مالک ہے۔

”اوہ۔ اوہ مسٹر خاور آپ اور اس طرح اچانک آگئے۔“ خاور اور نعمانی کے اندر داخل ہوتے ہی بڑی سی آفس نہیں کے چھپے بیٹھے ہوئے روہن نے اٹھ کر انتہائی گرمجوشانہ لہجے میں کہا۔

”یہ میرے دوست ہیں نعمانی۔ اور نعمانی یہ روہن ہوٹل کے مالک روہن ہیں۔“ خاور نے باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا اور پھر نعمانی نے نہ صرف روہن سے مصافحہ کیا بلکہ اس نے رسی فکٹر۔ بھی ادا کئے۔

”بعض اور بتائیں کیا پتہ پسند کریں گے۔“ روہن نے کہا۔
”کافی منگوا لو۔ جہاز سے ہوٹل کی کافی بھی عاصی اچھی ہوتی ہے۔“ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”یہ صاف نہیں ہرک واقفی۔“ چہرے ہوتی ہے۔“ روہن نے کہا۔

لیکن مسٹر نعمانی۔ آپ کو یہ بھی تو علم ہو گا کہ یہ انتہائی خطیہ کاروبار ہے اس لئے ایسے لوگ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو خفیہ رکھتے ہیں اور ان کے رابطے لامحالہ ایسے خطرناک مجرموں سے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انہیں ذرا سا بھی شبہ ہو جائے تو یہ سب کچھ کرنے پر ہزارے ہیں اور خاص طور پر ایسے لوگ جو مقامی لڑکیاں استعمال کرتے ہیں وہ تو خود بھی بڑے بڑے مجرم ہوتے ہیں کیونکہ عام کاروباری آدمی اس انداز کی فلمیں نہیں بناتے۔ انتہائی اونچے درجے کے مجرم ایسی فلمیں بنانے کا رسک لیتے ہیں کیونکہ اس میں عیاشی بھی ہوتی ہے اور بے پناہ دولت بھی۔ آپ تو خود ایسی فلموں کے گلخیز ہیں۔ آپ کو تو خود معلوم ہو گا کہ ایسی فلمیں جو ابھر کر نکلیا اور یورپ سے آتی ہیں ان کی قیمت یہ فلمیں لاکھوں نہیں تو ہزاروں گنا زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں پھر جب ان کے لاکھوں پرنت فروخت ہوتے ہوں گے تو اتنی دولت اکٹھی ہو جاتی ہو گی..... روبن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

آپ کو مکمل تحفظ ملے گا مسٹر روبن۔ آپ کا نام کبھی بھی اور کسی بھی طرح سامنے نہیں آئے گا..... نعمانی نے کہا۔

مسٹر خاور میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیا آپ مجھے حلف سے سکتے ہیں..... روبن نے کہا۔

ہاں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ معلومات درست ہوں..... خاور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے باقاعدہ حلف

ہاں۔ شوق ہوتے ہی عجیب ہیں..... نعمانی نے کہا اور اس بار روبن ہنس پڑا۔

مسٹر روبن، نعمانی صاحب منہ مانگا معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں..... خاور نے کہا تو روبن بے اختیار چونک پڑا۔

معاوضہ کس بات کا..... روبن نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

مسٹر روبن، میں دیکھ بے حد شریف آدمی ہوں اور معاشرے میں میری جتنی عزت ہے۔ یہ فلمیں کھٹ کرنا صرف میری ہانی ہے اور ان فلموں کی کلکشن کے لئے میں نے ایسے آدمی رکھے ہوئے ہیں جو مجھے ایسی فلمیں سپلائی کرتے ہیں اور معاوضہ لے جاتے ہیں لیکن میں نے ایسا کچھ چلایا ہوا ہے کہ ان لوگوں کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ فلمیں کون حاصل کرتا ہے کیونکہ ہر حال یہ فلمیں انتہائی معیوم ہوتی ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں ان سے بات نہیں کر سکتا۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ ہو گا کہ یہ فلم کون بناتا ہو گا۔ پس انہیں اسی انداز میں مل جاتی ہوں گی۔ مسٹر خاور میرے راز دار دوست ہیں۔ میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہم دونوں آپ کے پاس آگئے۔ آپ اگر کسی ایسے آدمی کے بارے میں بتا دیں جو اس مقامی طور پر فلمیں کرتا ہو یا کرتا ہو تو آپ کو معاوضہ مل جائے گا اور ہمارا کام ہو گا..... نعمانی نے کہا۔

دے دیا۔
"میں اس کے بارے میں صرف ایک لاکھ روپے لوں گا۔ صرف

ایک لاکھ روپے"..... روبن نے کہا۔

"مل جائیں گے۔ وہ دہرا"..... نعمانی نے کہا اور اس کے ساتھ
ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی
 نکال کر اپنے سامنے رکھی۔

"میں براہ راست ایسے لوگوں کو تو نہیں جانتا البتہ ایک آدمی کو
 جانتا ہوں۔ اس کا نام سیف خان ہے۔ وہ راجہ بازار میں واقع گرینڈ
 ہوٹل کا مالک ہے۔ خود بھی بہت بڑا گینگسٹر اور جرائم پیشہ آدمی
 ہے۔ اس کا تعلق بہر حال ان لوگوں سے ہے جو ایسی فلمیں بناتے
 ہیں..... روبن نے کہا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا..... نعمانی نے پوچھا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ راجہ بازار یہاں سے قریب ہے۔ سیف
 خان اس علاقے کا سب سے بڑا غنڈہ ہے اور گلاٹھ مارکیٹ کی دکانوں
 کے ساتھ ساتھ میرے ہوٹل سے بھی باقاعدہ تادان وصول کرتا ہے
 ورنہ اس کے آدمی ایک منٹ میں پوری دکان کو آگ لگانے پر تیار
 نہیں کرتے اور پولیس اور حکام اس کا کچھ بھی نہیں ہکاڑھیاں
 سب خاموشی سے اسے تادان دیتے رہتے ہیں اور کوئی بھی منہ نہ
 آواز نکالنے کی جرأت نہیں کرتا۔ میں بھی اسے ایک لاکھ روپے ماہ
 ادا کرتا ہوں کیونکہ میرا ہوٹل بڑی کفایت سے اس سے آپ سے

میں نے ایک لاکھ روپے طلب کیا ہے۔ میں سمجھوں گا کہ ایک ماہ کا
 تادان میں نے بچا لیا ہے۔ یہ تادان میں خود جا کر اسے دے آتا ہوں
 کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس کے مسلح غنڈے میرے ہوٹل میں
 آئیں کیونکہ میرے ہوٹل میں دور دور سے کاروباری لوگ آتے ہیں
 اور یہ کاروباری لوگ ان غنڈوں سے ڈرتے ہیں اس لئے اگر مسلح
 غنڈوں کی یہاں آمد و رفت شروع ہو جائے تو میرا کاروبار تباہ ہو سکتا
 ہے اس لئے میں خود ہر ماہ پانچ تارخ کو گرینڈ ہوٹل جا کر سیف خان
 کو رقم دے آتا ہوں۔ چونکہ گزشتہ آٹھ دس سالوں سے یہ سلسلہ
 جاری ہے اس لئے سیف خان کے آدمی مجھ سے کافی بے تکلف ہو چکے
 ہیں۔ ایک بار سیف خان موجود نہیں تھا اس لئے مجھے اس کا انتظار
 کرنا پڑا اور پھر میرے پوچھنے پر اس کے ایک خاص آدمی نے مجھے
 بڑے رازدارانہ لہجے میں بتایا کہ سیف خان کے پاس اس بار انتہائی
 خوبصورت مال آیا ہے اس لئے وہ خود اسے پر گیا ہے۔ مال کے
 بارے میں پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سیف خان ایسی لڑکیوں کا
 دھندہ کرتا ہے جو ملک کے دور دراز علاقوں سے انوار کے لائی جاتی
 ہیں اور سیف خان انہیں ان لوگوں کے پاس فروخت کرتا ہے جو ان
 پر عریاں فلمیں بناتے ہیں لیکن چونکہ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ
 تھی اس لئے میں نے مزید کوئی بات نہ کی اور پھر کافی دیر تک انتظار
 کرنے کے بعد میں اس کے آدمی کو تادان دے کر واپس آ گیا۔ اگلے
 ماہ میں گیا تو میں نے ویسے ہی سیف خان سے اس بارے میں پوچھا تو

نہیں۔ اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ اس کی حد تک درست ہے۔
البتہ یہ بات دوسری ہے کہ اس سیف خان کے آدمی نے کوئی غلط
بیانی کی ہو۔ میں کچھ بولنے والا کالجیہ پہچان لیتا ہوں۔۔۔۔۔ نعمانی نے
کہا اور خاور بے اختیار مسکرا دیا۔

”تو پھر تصدیق کر لی جائے اس بات کی۔۔۔۔۔ خاور نے کہا۔“
نہیں۔ اس طرح براہ راست ہوٹل میں جا کر اس سے پوچھ گچھ
کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اس کی رہائش گاہ کا پتہ چلانا ہو گا اور
پھر وہاں سے اسے اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لے جانا ہو گا۔ ایسے آدمی
آسانی سے زبان نہیں کھولتے۔۔۔۔۔ نعمانی نے کہا۔
”لیکن رہائش گاہ کا پتہ تو اس کے کسی آدمی سے ہی معلوم ہو سکتا
ہے۔۔۔۔۔ خاور نے کہا۔“

”میرا خیال ہے کہ اس کے موبائل فون کیا جائے اگر وہ موجود نہ
ہو گا تو اس کی رہائش گاہ کا پتہ پوچھ لیا جائے گا۔۔۔۔۔ نعمانی نے کہا۔
”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ خاور نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد نعمانی نے
گاڑی ایک پبلک فون بوتھ کے سامنے روک دی۔
”تم بیٹھو۔ میں معلوم کر کے آتا ہوں۔“ خاور نے نیچے اترتے
ہوئے کہا اور نعمانی نے اجابت میں سر ہلادیا۔ خاور نے فون بوتھ میں
جا کر ریسورسٹ کیا اور پھر انکو انری کے شہر پر بس کر دیئے۔ انکو انری کو
کال کرنے کے لئے اس کے سامنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی اس لئے خاور
نے سکے نہ ڈالے تھے۔

سیف خان نے مجھے کہا کہ آئندہ یہ بات میرے منہ سے نکلی تو میری
فانی بھی کسی کو نہ میں ملے گی جس پر میں خوفزدہ ہو گیا اور واپس آ
یا لیکن اس کے رویے سے میں سمجھ گیا کہ اس کے آدمی نے درست
بتایا ہے۔۔۔۔۔ روبن نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔
”اوکے۔ یہ پس ایک لاکھ روپے اور اب اس بات کو بھول
جائیں۔۔۔۔۔ نعمانی نے کہا تو روبن نے جلدی سے نوٹوں کی گڈی
ٹھا کر میز پر راز میں رکھ لی۔

”آپ بھی پلیر خیال رکھیں لیکن ایک بات بتا دوں کہ سیف
خان بہت بڑا غنڈہ ہے اس لئے آپ کسی بڑے غنڈے کی معیت ہی
اس سے بات کریں۔۔۔۔۔ روبن نے کہا۔
”ہاں۔ ایسا ہی کریں گے۔ اوکے اب اجازت۔۔۔۔۔ نعمانی نے
کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ خاور نے بھی اٹھ کر روبن کا شکریہ ادا کیا اور پھر
اس سے مصافحہ کر کے وہ دونوں اس کے آفس سے باہر آ گئے۔
”میرا خیال ہے کہ روبن نے ہمیں پکڑ دیا ہے۔۔۔۔۔ اچانک
خاور نے کہا تو نعمانی بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیسی۔۔۔۔۔ نعمانی نے حیران ہو کر پوچھا۔
”اس کا خیال تھا کہ اتنے بڑے غنڈے سے ہم براہ راست تو
بات کریں گے نہیں اور یہ غنڈے اس قسم کی باتیں کھل کر بھی
نہیں کرتے اس لئے ایک لاکھ روپیہ بھی وہ کمالے گا اور ہم بھی
مطمئن ہو جائیں گے۔“ خاور نے کہا۔

دی۔
 "اس سے پوچھ تو لینا تھا کہ اس کی واپسی کب ہے؟" نعمانی نے کہا۔
 "میں نے اسے خود ہی کہا تھا کہ میں کافرستان سے بول رہا ہوں اس لئے اب اس کی واپسی کا کبھی پوچھ سکتا تھا؟" خاور نے کہا تو نعمانی بے اختیار ہنس پڑا۔
 "بہر حال کل ہی معلوم کر لیں گے؟" نعمانی نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

"میں انکو انری؟" رابطہ قائم ہوتے ہی انکو انری آپریٹر کی آواز آئی۔
 "راجہ بازار میں گرینڈ ہوٹل ہے اس کا نمبر دے دیں؟" خاور نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو خاور نے کریڈل دبایا اور برائے ڈال کر اس نے انکو انری آپریٹر کے نمبر پر کال کر دی۔
 "گرینڈ ہوٹل؟" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
 "میں کافرستان کے ہوٹل ایگزیکٹو سے بول رہا ہوں رفیق خان۔ سیف خان سے بات کراؤ؟" خاور نے بڑے بھاری سے لہجے میں کہا۔
 "اوہ سر۔ چیف تو خود کافرستان گئے ہوئے ہیں۔ وہ آج صبح ہی گئے ہیں؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "کافرستان میں کس جگہ ان سے ملاقات ہو سکتی ہے؟" خاور نے پوچھا۔
 "جی وہیں گرینڈ ہوٹل میں۔ وہ بھی ان کا ہی ہوٹل ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "اوہ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ؟" خاور نے کہا اور پھر رسیور ہک سے لٹکا کر وہ فون بوتھ سے باہر آ گیا۔
 "کیا معلوم ہوا ہے؟" نعمانی نے اس کے کار میں بیٹھتے ہی پوچھا۔
 "وہ کافرستان گیا ہوا ہے؟" خاور نے کہا اور پھر تفصیل بتا

ریٹیکس ہو سکوں۔..... جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا کیا ہے۔ میں بھی یہاں اکیلے رہ رہ کر بے حد بور ہو چکی ہوں۔ جہادی آمد سے مجھے بھی ریٹیکس ہونے میں مدد ملے گی۔“ عورت نے کہا تو جارج بے اختیار ہنس پڑا۔

”جہادی ایسی باتیں تو مجھے پسند ہیں گریسی۔ بہر حال جہاد خاتمہ سے پرانی شراب لے آؤ۔ آج وہی پیتے ہیں۔..... جارج نے کہا تو عورت جس کا نام گریسی تھا مسکراتے ہوئے انھی اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ جارج نے اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا دیں۔ تھوڑی دیر بعد گریسی واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس موجود تھے اور پھر ان دونوں نے شراب پینا شروع کر دی۔ وہ شراب پینے کے ساتھ ساتھ اوپر اوپر کی باتیں کرتے تھے کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جارج بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ وہ یہاں آنے سے پہلے سنا ہوئی میں اپنے خاص آدمی مارٹن کو فون پر بتا چکا تھا کہ وہ بڑے افسے پر جا رہا ہے اگر کوئی ایمر ہنسی ہو تو وہاں فون کر لے لیکن یہ روشین کی بات تھی۔ اس افسے کے سامنے میں اس کے خاص خاص آدمیوں کو ہی علم تھا اور مارٹن ان میں سے ایک تھا لیکن مارٹن نے کبھی فون نہ کیا تھا کیونکہ کبھی کوئی ایمر ہنسی بھی سلمنے نہ آئی تھی کہ وہ فون کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی گھنٹی سن کر جارج کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے

جارج جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا کمرے میں موجود عورت اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

”بڑے دنوں بعد یاد آئی ہے تمہیں میری..... عورت نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ان دنوں کچھ جکڑ ہی ایسا چل گیا تھا کہ میں ذہنی طور پر دھند گیا تھا..... جارج نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

”اوہ۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے..... عورت نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ کچھ خطرناک لوگ ہمارے خلاف کام کر رہے تھے اس لئے مجھے ایک خطیہ پوائنٹ پر رہنا پڑا۔ اب جا کر ان میں سے ایک کا خاتمہ ہوا ہے تو میں وہاں سے باہر آیا ہوں لیکن ہوش جاتے ہوئے اچانک مجھے جہاد خیال آ گیا اس لئے میں یہاں آ گیا ہوں تاکہ کچھ

نوی بیڑ۔ ٹھیک ہے میں خود واکر سے بات کرتا ہوں۔..... جارح نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ہاتھ ہٹایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر بریس کرنے شروع کر دیے۔

”یس۔ واکر بول رہا ہوں۔..... چھ لٹوں بعد واکر کی آواز سنائی دے گی۔“

”جارح بول رہا ہوں واکر ابھی مارٹن نے مجھے حیرت انگیز اطلاع دی ہے۔..... جارح نے کہا۔“

”ہاں۔ ایسا ہی ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمیں فون کرنے سے مارٹن نے اپنے طور پر بھی اس بات کو کنفرم کیا ہو گا۔“ واکر نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ ٹائیکر تو ہلاک ہو چکا ہے۔ یہ اس عمران کا کام ہو سکتا ہے لیکن عمران اسکا بڑا اقدام کیسے کر سکتا ہے۔ حشمت اور اس کا گروپ تو پورے دارالحکومت میں انتہائی ہتاک سمجھا جاتا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عام سا آدمی اس مارٹن کے ڈے میں گھس کر سب کو ہلاک کر دے اور انہیں اغوا کر لے جائے۔“ جارح نے کہا۔

”ہمیں کس نے کہا ہے کہ عمران عام سا آدمی ہے۔“ واکر نے جواب دیا تو جارح بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ وہ کنگ روڈ کے فلیٹ میں رہتا ہے اور فلیٹ پر رہنے والا آدمی بھلا خاص آدمی کیسے ہو سکتا

تھے کیونکہ یہاں سوائے مارٹن کے اور کوئی فون نہ کر سکتا تھا اور مارٹن کے فون کا مطلب تھا کہ کوئی ایسی ایمرجنسی ہو گئی ہے جسے مارٹن بھی ڈیل نہیں کر سکتا اس لئے جارح نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھایا۔

”یس۔ جارح بول رہا ہوں۔“ جارح نے تیز لہجے میں کہا۔
”مارٹن بول رہا ہوں باس۔“ دوسری طرف سے مارٹن کی آواز سنائی دی۔

”یس۔ کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے۔“ جارح نے کہا۔
”واکر آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا ہے کہ آپ کسی ضروری کام میں مصروف ہیں تو اس نے کہا کہ میں آپ کو بتا دوں کہ حشمت کے اڈے پر اس کا سارا گروپ ہلاک کر دیا گیا ہے اور حشمت کو اغوا کر لیا گیا ہے۔“ مارٹن نے کہا تو جارح بے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“ جارح نے جھنجھے ہوئے کہا۔

”میں نے آپ کو کال کرنے سے پہلے اس بات کو کنفرم کیا ہے باس۔ واقعی وہاں پورا گروپ اور مسلح افراد سب گولیوں سے چھلنی پڑے ہوئے ہیں مگر حشمت کے ساتھ ساتھ اس کے ایک آدمی فکلی ڈ لاش موجود نہیں ہے۔“ مارٹن نے کہا۔

”دیری سیٹھ۔ اس کا مطلب ہے کہ محاطات زیادہ گزر چکے ہیں۔“

معلومات ملی ہیں کہ یہ کار ایک کاروباری آدمی نعمانی کی ہے اور وہ

اس کے فلیٹ میں رہتا ہے لیکن اسے وہاں آئے ہوئے صرف چار ماہ

کے ہیں....." واکرنے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوپر دہری گڈ۔ پھر تو اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

کے شکریہ....." جارج نے کہا اور کریڈٹ دبا کر اس نے ایک بار

نہ آنے پر نمبر بریس کرنے شروع کر دیے۔

"مارن بول رہا ہوں....." رابطہ قائم ہوتے ہی مارن کی آواز

آئی۔ "جو نمبر بریس کیا گیا تھا وہ مارن کا مخصوص نمبر تھا۔

جارج بول رہا ہوں مارن....." جارج نے کہا۔

"بیس پاس....." مارن کا بھر پور جواب ہو گیا۔

حشمت اور اس کے گروپ کو دو آدمیوں نے ہلاک اور اغوا کیا

ان میں سے ایک کا پیہ چل گیا ہے۔ اس کا نام نعمانی ہے اور

چلاؤ کے کسی فلیٹ میں رہتا ہے۔ تم ناخمی اور اس کے آدمیوں

بھیجو اور اس نعمانی کو اغوا کر کے زرعی غارم پر پہنچا دو۔ میں

اُن جا رہا ہوں۔ میں اس سے خود سب کچھ معلوم کرنا چاہتا

....." جارج نے کہا۔

"بیس پاس....." دوسری طرف سے کہا گیا۔

سارا کام احتیاطی احتیاط سے ہونا چاہئے....." جارج نے کہا اور

کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ ہوا۔ تم تو جا رہے ہو....." گریسی نے کہا۔

....." جارج نے کہا۔

"عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور پورے

دنیا میں سب سے خطرناک مہجنت بکھا جاتا ہے لیکن یہ بات طے ہے

کہ یہ کارروائی عمران کی نہیں ہو سکتی....." واکرنے کہا۔

"کیوں۔ جبکہ تم کہہ رہے ہو کہ وہ مہجنت ٹاسپ کی کوئی چیز

....." جارج نے کہا۔

"ہاں۔ وہ ایسے چھوٹے معاملات میں ملوث نہیں ہوتا۔ وہ

الاقوامی سطح پر کام کرنے والا آدمی ہے اور جب مجھے حشمت اور

کے گروپ کے بارے میں اطلاع ملی تو میں بھی بے حد حیران ہوا تھا

اور پھر میں نے اپنے خاص آدمیوں کو اس بارے میں معلومات

حاصل کرنے کا حکم دیا اور ابھی جہاز کی کال آنے سے تھوڑی دیر

مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ کام دو آدمیوں کا ہے۔ ان میں سے ایک

کا نام نعمانی ہے اور وہ رافٹر چلاؤ کے ایک فلیٹ میں رہتا ہے۔

کوئی کاروباری آدمی ہے....." واکرنے کہا۔

"اجنی جلدی حتی طور پر کیسے معلوم ہو گیا....." جارج

احتیاطی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ دونوں جس کار میں آئے تھے اس کا نمبر مل گیا ہے۔ آخر

سبھی کار حشمت کے اس اڈے میں جاتی ہوئی دیکھی گئی ہے اور پھر

کار کے بارے میں جب معلومات حاصل کیں تو معلوم ہو گیا۔

کار اکثر رافٹر چلاؤ کی پارکنگ میں کھڑی دیکھی جاتی ہے پھر وہاں

ہاں گریس۔ استقامتی سیریس مسئلہ ہے۔ میں فارغ ہو کر پھر آؤں گا..... جارح نے کہا اور تیزی سے مزکر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ذہن میں پنکھے چل رہے تھے کیونکہ خشمیت اور اس کے گروپ کی ہلاکت اس کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا۔ خشمیت اس کے گروپ کی وجہ سے زیر زمین دنیا میں اس کا رعب و دہرہ موجود تھا اس لئے وہ خشمیت اور اس کے گروپ کے قاتلوں سے عمر تاک انتقام لینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

عمران نے کار کرم روڈ پر واقع سرخ رنگ کی عمارت کے سامنے سڑک کی دوسری طرف روک دی۔ وہ اس وقت ڈائونگ سیٹ پر موجود تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر صدیقی بیٹھا ہوا تھا۔ حسمت نے جارج کے اس غصیہ اڑنے کی نشاندہی کی تھی اس لئے عمران سیدھا وہاں آیا تھا۔

’ لیکن یہ کیا ضروری ہے عمران صاحب کہ جارج جہاں واقعی موجود ہو.....‘ سدیقی نے کہا۔

”ضروری تو نہیں ہے لیکن چمک تو کیا جاسکتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”کس طرح۔ اگرچہاں کا فون خبر معلوم ہوتا تو معاملہ آسان ہو جاتا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ غنصی طرف سے اندر جا کر چیمکنگ کی جائے۔“

عمران نے کہا۔

”لیکن وہ سخت تو بتا رہا تھا کہ یہاں سائنسی آلات بھی موجود ہیں“..... صدیقی نے کہا۔

”یہ عام سے مجرم ہیں انہوں نے بین الاقوامی سطح کے انتظامات تو نہ کئے ہوں گے۔ کوئی ادارہ ٹاسپ کی چیز لگا رکھی ہوگی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی بھی بے اختیار ہنس پڑا لیکن ابھی عمران نے کار کے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اچانک اس سرخ رنگ کی کوٹھی کا چھانک کھلا دکھائی دیا تو عمران رک گیا۔ کوٹھی کا چھانک کھلا اور اس میں سے سرخ رنگ کی ایک کار نکلی اور پھر مزکر تیزی سے دائیں طرف کو بڑھ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی موجود تھا اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

”میرا خیال ہے کہ یہی جارج ہے“..... عمران نے کار سنارت کرتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ کو اس کا حلیہ معلوم ہے؟“..... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں۔ لیکن اس کا انداز بتا رہا ہے کہ اس کا تعلق زیر زمین دنیا سے ہے اور پھر یہ اڈا بھی اسی کا ہے اس لئے جہاں سے کار میں وہی آجا سکتا ہے“..... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے کار موڑ کر اس طرف بڑھادی جس طرف سرخ رنگ کی کار گئی تھی اور پھر عمران نے اس سرخ رنگ کی کار کا تعاقب شروع کر

دیا۔ کار مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد شہر سے باہر جانے والی ایک سڑک پر مڑی تو عمران چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا یہ شہر سے باہر جا رہا ہے؟“..... عمران نے کہا۔

”لگتا تو یہی ہے“..... صدیقی نے کہا۔

”پھر تو اسے راستے میں ہی روکنا ہوگا“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی رفتار ٹھکرت بڑھادی لیکن اس سے پہلے کہ وہ سرخ رنگ کی کار کے قریب پہنچتا سرخ کار نے دائیں طرف مڑنے کا کاشن دینا شروع کر دیا اور عمران نے کار کی رفتار آہستہ کر دی۔ سرخ کار دائیں طرف مڑی اور پھر سائیل روڈ پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ عمران نے کار موڑنے کی بجائے آگے بڑھادی۔

”اسے تعاقب کا ٹک تو نہیں پڑ گیا؟“..... صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ اس طرف کافی فاصلے پر ایک زرعی فارم ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہیں گیا ہے۔ چونکہ کچی سڑک ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ کافی آگے نکل جائے پھر اس کے پیچھے جائیں گے۔“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے کار آگے لے جا کر موڑی اور واپس اسی ذیلی سڑک کی طرف آنے لگا۔ پھر وہ اس سائیل روڈ پر مڑ گیا۔ دور سے گرو ڈیوٹی ہونی صاف دکھائی دے رہی تھی اور عمران کار آگے بڑھانے لگا لیکن پھر اس نے جان بوجھ کر کار کی رفتار آہستہ کر دی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کار اس پرانے زرعی فارم تک پہنچ گئی۔ زرعی فارم کا چھانک کھلا ہوا تھا اور سرخ رنگ کی کار سامنے کھڑی نظر آرہی

سنائی دی تو عمران نے سر آگے کر کے کھلے دروازے سے اندر بھاگتا تو کار میں سوار ہو کر آنے والا وہی آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی دروازے کی طرف سائیڈ تھی۔ مکرمہ بڑے اچھے انداز میں سجا ہوا تھا اور لگتا ہی نہ تھا کہ یہ اس پرانے ذری فارم کا مکرمہ ہو سکتا ہے۔ عمران اندر داخل ہوا تو کرسی پر بیٹھا ہوئے آدمی نے شاید آہستہ سن کر گردن موڑی اور دوسرے لمحے وہ اس بری طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھا کہ جس کرسی پر وہ بیٹھا ہوا تھا وہ بچھے گر گئی۔

”تھ۔ تم کون ہو۔۔۔ یہ۔۔۔ یہاں کیسے آئے ہو۔۔۔“ اس آدمی نے اہتائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ شاید یہ بات اس کے تصور میں ہی نہ تھی کہ یہاں بھی کوئی اس طرح آسکتا ہے۔

”ہم بھوت ہیں مسٹر جارج۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ آدمی ایک بار پیرے اختیار اچھل پڑا۔

”تم۔ تم میرا نام جانتے ہو۔ اہ۔ اہ۔ کہیں تم علی عمران تو نہیں ہو۔۔۔“ اس آدمی نے ہونک کر ایسے لہجے میں کہا جیسے اب اس نے غور سے عمران کو دیکھا ہو۔

”چلو حساب برابر ہو گیا۔ میں تمہارا نام جانتا ہوں اور تم میرا نام جانتے ہو۔ بہر حال کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ لیکن خیال رکھنا کہ اگر کوئی غلط حرکت کی تو میرے ہاتھ میں موجود مشین پستل گولیاں اگل دے گا اور میرا نشانہ بچپن سے ہی بڑا شاندار رہا ہے کہ میں غلیل سے طوطے کے جسم کو نشانہ بنایا کرتا تھا لیکن دفتر اس کی ٹانگ پر جا لگتا تھا اس

تھی۔ عمران سائیڈ سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر اس نے کار ذری فارم کی عقبی سائیڈ پر لے جا کر روک دی۔

”آؤ۔۔۔“ عمران نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ صدیقی بھی دوسری طرف سے نیچے اتر آیا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے فارم کے پچانگ کی طرف آگئے۔ پچانگ اسی طرح کھلا ہوا تھا اور کار بھی موجود تھی۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں مشین پستل موجود تھے۔

”آؤ۔ میرا خیال ہے کہ فارم میں اس کے علاوہ اور کوئی آدمی نہیں ہے۔۔۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ پچانگ میں داخل ہو کر سامنے سے ہٹ کر سائیڈ سے ہوتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ صدیقی اس کے پیچھے تھا۔ کار کے قریب جا کر وہ دونوں جلد لمحوں کے لئے رک گئے اور پھر وہ کار کی سائیڈ سے ہو کر جب فارم کے برآمدے میں پہنچے تو انہیں اندر سے کسی کے ہاتھوں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔

”اہ۔ یہاں فون بھی موجود ہے۔ حیرت ہے۔۔۔“ عمران نے آہستہ سے کہا کیونکہ باتیں کرنے کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ بات چیت فون پر ہو رہی ہے۔ راہداری سے دے پاؤں گزرتے ہوئے وہ اس مکرمہ کے دروازے کے قریب پہنچ گئے جہاں سے آواز سنائی دے رہی تھی۔

”جلدی بھاگو۔ میں یہاں موجود ہوں۔۔۔“ تیز اور تھکاتے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رسیور کر پٹل پر رکھے جانے کی آواز

ہم نے یہاں اس زرعی فارم میں ساری عمر نہیں رہنا اس لئے واپس تو بہر حال ہم چلے جائیں گے لیکن تم سے یہ پوچھ کر کہ تم جو لڑکیاں عریاں اور کافی فلموں کے لئے اغوا کراتے ہو انہیں آگے کس کے ہاتھ بیچا جاتا ہے..... عمران نے اس بار انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

”لڑکیاں۔ فلمیں۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میرا تو مولیٰ بزنس ہے۔ میرا لڑکیوں اور عریاں فلموں سے کیا تعلق.....“ جارج نے کہا۔ اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ جیب کی طرف رہتگ رہا تھا۔

”اپنا ہاتھ جیب سے علیحدہ رکھو جارج ورنہ جتنے سانس کی جھینس بہت مل رہی ہے وہ بھی نہیں ملے گی.....“ عمران کا بچہ لالچٹ مرد ہو گیا تو جارج نے ایک جھٹکے سے ہاتھ علیحدہ کر دیا اور پھر اس سے کہنے لگا کہ مزید کوئی بات ہو تو صدیقی اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ ہی سٹک کی آواز سنائی دی تو عمران نے بے اختیار سانس روک لیا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ صدیقی نے بے ہوش کر دینے والی میس کا پستل فائر کیا ہو گا کیونکہ یہ مخصوص آواز اسی پستل کی تھی۔ عمران نے خود ہی اسے کوڑا میں یہ کام کرنے کے لئے کہا تھا۔ سٹک کی آواز کے ساتھ ہی جارج کے قدموں میں فرش پر ایک کیپول گر کر پھٹا اور جارج جو حیرت سے چونک پڑا تھا اس کا جسم بے اختیار کرسی پر ہی ڈھکنا چلا گیا۔ عمران اٹھا اور پھر اسی طرح سانس روکے وہ تیزی سے باہر کی طرف مڑ گیا۔ صدیقی بھی اس کے پیچھے تھا۔ باہر کھلی جگہ پر آکر

لئے میں نے اپنے نشانے میں ترسیم کر لی تھی کہ میں طوطے کی چوٹی کا نشانہ لے لیا کرتا تھا اور پھر اس کے دل پر جا لگتا تھا اور اس وقت بھی میں نے جہارے سر کا نشانہ لیا ہوا ہے.....“ عمران کی زبان نہانے کب سے رکی ہوئی تھی رواں ہو گئی۔

”تم۔ تم عجیب آدمی ہو۔ لیکن تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔“ جارج نے ایک دوسری کرسی پر بیٹھنے ہوئے کہا تو عمران سانسے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”صدیقی میں مسٹر جارج سے اطمینان بھرے ماحول میں بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اس کا بندوبست کرو اور دوسرا باہر کا بھی خیال رکھو کیونکہ مسٹر جارج نے فون پر کسی کو یہاں بلوایا ہے.....“ عمران نے گردن موڑے بغیر پیچھے کھڑے ہوئے صدیقی سے کہا تو صدیقی بغیر کچھ کہے خاموشی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ”مسٹر جارج۔ تم نے پیشہ ور قاتل میرے پیچھے لگائے تھے اس لئے میں نے سوچا کہ نہانے عام پیشہ ور قاتلوں سے ملاقات کرنے کے کیوں نہ ان کے سرخونہ سے ہی ملاقات کر لی جائے تاکہ یہ تو معلوم ہو سکے کہ جہاں یہ ناسک کس نے دیا ہے.....“ عمران نے کہا۔

”میرا کسی پیشہ ور قاتل سے کوئی تعلق نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ یہ زرعی فارم میری ملکیت ہے اس لئے جہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ.....“ جارج نے اس بار خشک لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

انہوں نے سانس لینے شروع کر دیے۔

”عمران صاحب اسے جہاں سے اٹھا کر لے جایا جائے پھر اطمینان سے اس سے پوچھ گچھ ہو سکے گی“..... صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ اس کا اس کو ٹھہی سے نکل کر اس پرانے درمی فارم میں اس انداز میں آنا اور پھر یہاں کسی کے بلوانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہے اور میں یہ مقصد معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ بہر حال اب اسے جلدی ہوش نہ آسکے گا اس لئے اب ہم دونوں کو یہاں اس انداز میں چھپنا ہے کہ آنے والوں کو کور کیا جاسکے“..... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چونکہ

ان کی کار درمی فارم کی عقبی طرف تھی اس لئے انہیں یہ فکر نہ تھی کہ آنے والے ان کی کار کو دیکھ کر چونک پڑیں گے اس لئے وہ دوسرے اور مخصوص اونٹوں میں ہو کر اس انداز میں کھڑے ہو گئے کہ آنے والوں کو آسانی سے کور کیا جاسکے۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دور سے دھول اٹتی ہوئی نظر آنے لگی تو وہ دونوں چونک پڑے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑی سی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی فارم کی طرف آتی دکھائی دی۔ کار میں تین افراد موجود تھے جن میں سے دو فرٹ سیٹ پر اور ایک عقبی سیٹ پر موجود تھا۔ کار فارم کے کھلے پھاٹک میں سے اندر آئی اور جدار کی کار کے قریب پہنچ کر رک گئی اور پھر وہ تینوں تیزی سے نیچے اترے۔ اس کے ساتھ ہی عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان موجود ایک آدمی کو کھینچ کر کاندھے پر

ڈالا تو عمران بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہ اسے پہچان گیا تھا۔ یہ نعمانی تھا اور ظاہر ہے یہی حالت صدیقی کی ہوئی تھی۔ وہ تینوں اب فارم کی اندرونی طرف بڑھ رہے تھے کہ عمران نے مشین پسٹل کا ٹریگر دبا دیا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے وہ تینوں ہی زمین پر دھیر ہو گئے۔ نعمانی بھی ان کے ساتھ ہی نیچے گرا تھا لیکن وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا تھا البتہ وہ تینوں نیچے گرے اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے تو عمران اوٹ سے باہر آیا۔ اسی لمحے صدیقی بھی باہر نکلا اور تیزی سے نعمانی کی طرف بڑھ گیا۔

”میں نے سوچا تھا کہ ان پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دوں لیکن اس سے پہلے آپ نے فائر کھول دیا“..... صدیقی نے باہر آتے ہوئے کہا۔

”اصل آدمی ہاتھ آ گیا ہے اس لئے ان چھوٹی پھیلیوں پر دقت صانع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے“..... عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے نعمانی کو پتیک کیا۔

”اسے گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ تم وہ اپنی گیس کی شیشی لے آئے ہو یا نہیں“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ لے آیا ہوں“..... صدیقی نے کہا اور جیب سے ایک لمبی رُدن والی چھوٹی سی شیشی نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے شیشی کھولی اور اس کا دھات نعمانی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں

ہیں اور آپ یہاں کس لئے آئے ہوئے ہیں؟..... نعمانی نے کہا۔
 "دی جارج کا مسند ہے۔ ہم جارج کے پیچھے یہاں آئے تھے اور
 پھر اس نے یہاں سے فون کر کے کسی کو یہاں بھگوانے کا کہا تو ہم
 نے اسے بے ہوش کر دیا اور یہاں رک کر آنے والوں کا انتظار
 کرنے لگے۔ یہ تینوں کار میں یہاں ٹپکنے اور تم بے ہوشی کے عالم میں
 ان کے ساتھ تھے۔..... عمران نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ انہیں کسی طرح سے میرے فلیٹ کا پتہ
 مل گیا۔ مجھے واپس ٹپکنے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی۔ بہر حال میں نے اور
 خاور نے اس سلسلے میں ایک اہم آدمی کو ٹریس کر لیا تھا لیکن وہ
 پاکستان گیا ہوا تھا اس لئے ہم نے سوچا کہ جب وہ واپس آئے گا تو
 اس پر ہاتھ ڈالیں گے۔ شاید اسی چکر میں ہم ان کی تحروں میں آگئے
 ہوں گے۔..... نعمانی نے کہا۔

"کون آدمی تھا۔ کیا تفصیل ہے اس کی؟..... عمران نے چونک
 کر پوچھا۔

"اس کا نام سیف خان بتایا گیا ہے۔..... نعمانی نے کہا اور پھر
 اس نے روہن کے ہوشل جانے سے لے کر سیف خان کے بارے
 میں ہینک فون بوتھ سے معلومات حاصل کرنے تک کی ساری
 تفصیل بتادی۔

"ہو نہر۔ فحیک ہے۔ جیسے اس جارج سے بات کر لیں پھر اس
 سیف خان کو بھی دیکھ لیں گے۔..... عمران نے کہا اور اسی لمحے

بعد اس نے شیشی ہٹائی پھر اس کا ڈھکن بند کر کے "شیشی واپس
 صدیقی کی طرف بڑھا دی۔ یہ ایٹمی گیس چونکہ ہر قسم کی بے ہوش
 کرنے والی گیس کا تریاق تھی اس لئے عمران کو یقین تھا کہ نعمانی کو
 چاہے کسی بھی گیس سے بے ہوش کیا گیا ہو گا بہر حال وہ ہوش میں
 جائے گا اور پھر وہی ہوا مسندوں پر بعد نعمانی کے جسم میں حرکت سے
 تاثرات نمودار ہونے لگ گئے۔

"یہاں فارم میں کہیں رسی وغیرہ ہوگی۔ تم تلاش کرو۔ عمران
 نے کہا تو صدیقی سر ملاتا ہوا فارم کی اندرونی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے
 نعمانی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک اس نے
 آنکھوں میں دھند سی چھائی رہی۔

"نعمانی اٹھو۔..... عمران نے کہا تو نعمانی بے اختیار اچھل پڑا
 پھر وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے
 تاثرات نمایاں تھے۔

"یہ۔ یہ۔ میں کہاں ہوں۔ آپ بھی یہاں ہیں۔ کیا مطلب۔
 نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ میں اور صدیقی جیسے
 یہاں موجود تھے۔..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ میں اپنے فلیٹ پر موجود تھا کہ اچانک میں
 ناک سے نمانوس سی بو نگرانی اور پھر اس سے جیسے کہ میں سنبھرتا
 میرا ذہن آف ہو گیا اور اب مجھے یہاں ہوش آیا ہے۔ یہ کون لو؟

"یہ۔۔۔ تم نے کیا کیا۔۔۔ یہ مجھے باندھ کیوں دیا ہے۔۔۔۔۔ جارج نے پوری طرح سمجھنے ہوئے کہا۔

"سنو جارج۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ جہاز تین دنوں میں ایک ساتھی کو اغوا کر کے لے آئے تھے ہلاک ہو چکے ہیں اس لئے اب یہاں جہازیں محدود کوئی نہیں آئے گا اور مجھے معلوم ہے کہ تم بہت چھوٹی پگھلی ہو۔ تم خود یہ فلمیں تیار نہیں کرتے اس لئے اگر تم ان لوگوں کے بارے میں جو فلمیں تیار کرتے ہیں تفصیل بتا دو تو ہمیں زندہ چھوڑا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ عمران کا لہجہ ملکہت جہانی مرد ہو گیا تھا۔

"میرے آدمی۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میرے آدمی یہاں کیوں آئیں گے۔۔۔۔۔ ہوٹل پرنس سے تعلق رکھنے والوں کا یہاں کیا کام۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

"اوکے۔ تم بہادر پنشن کی کوشش کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے دیکھو اب بات بتا دوں کہ سیف خان کے بارے میں مجھے معلوم ہو گیا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو جارج بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے لئے یہ خبر بہت شدید حیرت کے تاثرات ابھرائے لیکن پھر اس نے جلد سے آپ کو سنبھال لیا۔

"کون سیف خان۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

"اوکے۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اگر تم نے اس دوران حمل دیا تو ٹھیک درخت میں گر کر دبا دوں گا۔ باقی باتیں پھر

صدیقی بھی اندر سے باہر آگیا۔

"کیا ہوا تھا نعمانی۔ تم کس طرح ان کے ہاتھ لگ گئے۔۔۔ صدیقی نے کہا تو نعمانی نے مختصر طور پر ساری بات بتا دی۔

"جارج کو باندھ دیا ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ عمران نے صدیقی کو پوچھا۔

"جی ہاں۔ ایک کمرے میں رسی کا بندل مل گیا تھا۔۔۔۔۔ صدیقی نے جواب دیا۔

"اوکے۔ وہ اینٹی گیس شیشی مجھے دے دو اور تم دونوں یہاں باہر ہی رکو۔ کہیں کوئی اور نہ آجائے الٹے ان لاشوں کو گھسیٹ کر

اوتار میں کر دو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو صدیقی نے اشیات میں سر ہل دیا اور پھر جیب سے اینٹی گیس کی شیشی نکال کر اس نے عمران کو

دی تو عمران تیزی سے مڑا اور اندرونی طرف کو بڑھ گیا۔ جارج کرسی پر رسیوں سے بندھا ہے ہوشی کے عالم میں موجود تھا۔ عمران نے

ہاتھ میں پکڑی ہوئی اینٹی گیس کی شیشی کا ڈھکن ہٹایا اور شیشی کا دھماکا جارج کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے شیشی ہٹائی۔

اس کا ڈھکن بند کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر اس نے جیب سے مشین پستل نکال لیا اور جارج کے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جارج ہوش میں آگیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بندھا ہونے کے

وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

کرتا ہے۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیا۔

”کہاں رہتا ہے وہ؟“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”الاسکا کلب کا مالک ہے۔“۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”ہمارے ساتھی نعمانی کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ

تمہارے آدمی اسے اغوا کرنے اس کے غیث پر پہنچ گئے؟“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”واکرنے بتایا تھا۔ وہ مخبری کرنے والی ایک بڑی عظیم کا بھی

تعلق ہے۔ تمہارے ان دو آدمیوں نے میرے کلنگ سیکشن کے

آگے میں گھس کر وہاں سب کو ہلاک کر دیا تھا اور حشمت اور اس

سے ایک آدمی کو لٹا کر لے گئے تھے۔ واکرنے اس بارے میں

معلومات حاصل کیں تو اس کا کہ بارے میں معلوم ہو گیا جس

کا تمہارے آدمی آئے تھے اور پھر وہ کار ایک رہائشی پلازہ میں چیک

کرائی گئی۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلکا

اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

”تم نے اب تک کتنی لڑکیاں اغوا کر کے سیف خان تک پہنچائی

۔۔۔۔۔ عمران کا بھیر سرد ہو گیا۔

”مجھے یاد نہیں۔ کیوں؟“۔۔۔۔۔ جارج نے چونک کر کہا۔

”تاکہ کم از کم اتنی گویاں تو تمہارے جسم میں امار دوں۔ مجرم

اور بات ہے لیکن تم جو کچھ کرتے رہے ہو وہ سرے سے

بے اثر ہیں۔“۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی خشک لہجے میں کہا

سیف خان سے ہو جائیں گی۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پستل کا رخ اس کے سینے

کی طرف کیا اور رک رک کر گنتا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر

سفائی کے تاثرات ابھرائے تھے۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں ہٹا دیتا ہوں۔ رک جاؤ۔ جہاں لہجہ ہٹ

رہا ہے کہ تم واقعی مجھے کوئی مار دو گے۔“۔۔۔۔۔ تیسرے نمبر پر ہی جارج

نے نکتہ چینی ہوئے کہا۔

”بولتے جاؤ ورنہ گنتی جاری رہے گی۔“۔۔۔۔۔ عمران نے اس پر

سرد لہجے میں کہا۔

”میں لڑکیاں سیف خان کو سپلائی کرتا تھا۔“۔۔۔۔۔ جارج نے کہا۔

”کیا سیف خان فلمیں بناتا ہے؟“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ نہیں۔ البتہ وہ شاید ان فلمیں بنانے والے

کو جانتا ہو گا۔“۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیا۔

”کب سے یہ دھند ہو رہا ہے؟“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”مجھے تو دو سال ہو گئے ہیں۔ مجھے سیف خان نے آکر کہا تھا

اس قدر بھاری رقم دینے کا کہا کہ میں نے یہ کام شروع کر دیا۔“۔۔۔۔۔

نے جواب دیا۔

”تمہیں میرے بارے میں تفصیل کس نے بتائی تھی؟“۔۔۔۔۔

نے پوچھا۔

”واکرنے۔ وہ گریٹ لینڈ کا آدمی ہے اور یہاں اعلیٰ عہدے

اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹریزاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی گولیاں جارج کے جسم میں گھسنا شروع ہو گئیں۔ جارج کے حلق سے چیخیں نکلتی لگیں لیکن جلد ہی یہ چیخیں ختم ہو گئیں لیکن عمران نے اس وقت تک ٹریگر سے انگلی نہ ہٹائی جب تک مشین پستل کا میگزین ختم نہیں ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں جارج کے لئے انتہائی نفرت ابھرتی تھی۔

”تم سرے سے انسان ہی نہیں ہو جارج“..... عمران نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے بروقی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

دارالحکومت کے انتہائی پوش رہائشی علاقے میں بہت بڑی اور انتہائی عالیشان کوٹھی کے انتہائی قیمتی فرنیچر سے سجے ہوئے کمرے میں ایک اویسز عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بڑی بڑی موٹھیں سائیڈوں پر اس طرح اگڑی ہوئی تھیں جیسے بالوں کی بجائے لوہے کی تاروں کی بنی ہوئی ہوں۔ اس کے جسم پر شاندار اور انتہائی قیمتی ہارے کا سوٹ تھا۔ سانسے میز پر سگار اور اس کا پائونچ بھی موجود تھا۔ ایک الیم دیکھنے میں مصروف تھا کہ پاس پرے ہوئے آئینہ کام کی صحنی بج اٹھی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”ہی“..... اس آدمی نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔
 ”راجہ کا فون ہے جناب“..... دوسری طرف سے ایک انتہائی بڑا آواز سنائی دی۔

دھرے بیٹھے ہیں..... راجہ نے کہا۔

”پرائی لڑکیوں کا کیا کرتے ہو۔ کیا انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے..... اس آدمی نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ ویسے بھی وہ فلم بننے کے بعد اس قابل نہیں رہتیں کہ زندہ رہ سکیں اور اس کے علاوہ لکچ کا بھی خطرہ ہوتا ہے اس لئے انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے اور بتاب دوسری بات یہ کہ گاہک نئی لڑکیوں کی فلمیں ڈیمانڈ کرتے ہیں..... راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہونہ۔ ٹھیک ہے میں خود سیف خان سے بات کرتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے فون کے نیچے لگا ہوا بین پرپس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”گوڈ سٹارکب..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”نواب اکبر آصف بول رہا ہوں۔ سیف خان سے بات کرو۔ اس آدمی نے بڑے تعلمات لہجے میں کہا۔

”سر وہ موجود نہیں ہیں..... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ٹانسس۔ اسے تلاش کرو اور جہاں بھی وہ موجود ہو اسے کہو کہ وہ فوری طور پر گھجے فون کرے۔ فوری..... اکبر آصف نے انتہائی

”کراؤ بات..... اس آدمی نے اسی طرح بارمب لہجے میں کہا۔

”ہیلو جناب۔ میں راجہ بول رہا ہوں..... چند لمحوں بعد ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیوں فون کیا ہے..... اس آدمی نے اسی طرح رعب دار لہجے میں کہا۔

”جناب نئی فلموں پر کام بند ہے جبکہ ڈیمانڈ بے حد زیادہ ہے۔ اس بار نئی لڑکیاں سپلائی ہی نہیں کی گئیں..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوه کیوں۔ سیف خان نے سپلائی نہیں بھجوائی..... اس آدمی نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی نہیں۔ میری سیف خان سے بات ہوئی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جس گروپ کے ذریعے لڑکیاں اٹھائی جاتی تھیں اس کے خلاف کوئی دوسری تنظیم کام کر رہی ہے اس لئے فی الحال انہوں نے یہ کام بند کر دیا ہے..... راجہ نے کہا۔

”لیکن جب ہم سیف خان کو اس کا منہ مانگا معاوضہ دیتے ہیں تو پھر یہ اس کا کام ہے کہ وہ سپلائی جاری رکھے۔ ایک گروپ کام نہیں کر رہا تو دوسرے گروپ سے کام لے سہاں دارالحکومت میں کیا اب ایسے لوگ ختم ہو گئے ہیں جو لڑکیاں اٹھا کرتے ہیں..... اس آدمی نے انتہائی غصیل لہجے میں کہا۔

”میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب۔ ہم سب تو بس ہاتھ پر...

کے سلسلے میں ہوا ہے جو سیف خان راہر کو سپلائی کرتا تھا اور جس کی رقم وہ آپ سے وصول کیا کرتا تھا..... افضل خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ لڑکیوں کی سپلائی کے سلسلے میں اسے ہلاک کیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس نے ایسا کیا ہے۔ تفصیل سے بات کرو۔“ اکبر آصف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب۔ سیف خان نے یہ کام یہاں کے ایک بہت بڑے جرنل پیٹر گروپ کے پاس جارج کے ذمہ لگایا ہوا تھا اور جارج کے آدمی لڑکیاں اغوا کر کے مجھے ایک جزیرے پر پہنچاتے تھے جہاں سے جارج کا خاص آدمی بادشاہ ان لڑکیوں کو سیف خان کے پاس پہنچاتا اور پھر سیف خان اس مال کو راہر تک پہنچاتا تھا اور جناب اس جزیرے پر سٹریٹ اپیلی جنس بیورو نے چھاپہ مارا۔ وہاں موجود تمام لڑکیاں، اسلحہ، شراب اور منشیات وغیرہ سب پکڑ لیں۔ وہاں کا ”نچارج“ بادشاہ اپنے تمام مسلح ساتھیوں سمیت ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد جارج کے پیٹر ور قاتلوں کے گروپ کے اڈے پر چھاپہ پڑا اور اس پورے گروپ کو ہلاک کر دیا گیا۔ پھر جارج اور اس کے آدمی مارن اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں ایک ڈرمی فارم میں میں۔ جارج کرسی پر رسیوں سے بندھا ہوا تھا اور اسی حالت میں اس کے جسم پر گولیاں برسائی گئی تھیں۔ جارج کی ہلاکت کے بعد سیف خان کو اس کے خصوصی اڈے سے اغوا کیا گیا اور پھر اس کی لاش ملی اور جناب یہاں

تھم۔ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیوں کو ٹیبل پر پٹ

”ٹانسس۔“ نواب آصف کو کہا جا رہا ہے کہ سیف خان موجود نہیں ہے۔ ٹانسس۔“ اکبر آصف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں سلسلے موجود راہر پر جم گئیں۔ پھر تقریباً بیس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اکبر آصف نے ہاتھ بڑھا کر رسیوں اٹھایا۔

”ہیں۔“..... اکبر آصف نے حیرت میں کہا۔

”جناب سیف خان کے اسسٹنٹ افضل خان کا فون ہے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”سیف خان کا نائب افضل خان۔“ یہ کون ہے۔ بہر حال نصیب ہے بات کرادو۔“..... اکبر آصف نے کہا۔

”ہیلو جناب میں افضل خان بول رہا ہوں۔ سیف خان کا نائب جناب۔“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ ”مجھے بے حد مودبانہ تھا۔“

”سیف خان کہاں ہے۔ اس کی بجائے تم نے کال کیوں کی ہے۔“..... اکبر آصف نے انتہائی فحش لہجے میں کہا۔

”سیف خان ہلاک ہو چکا ہے جناب۔ اسے اغوا کیا گیا اور پھر اس کی لاش ایک سڑک کے کنارے پڑی ہوئی ملی۔ اس پر انتہائی تشدد کیا گیا تھا اور جناب میں نے جب اس بارے میں تفصیل سے معلومات حاصل کیں تو سچہ چلا کہ یہ سب کچھ ان لڑکیوں کی سپلائی

"میں سر..... دوسری طرف سے موڈ بان لےجے میں کہا گیا۔
 "راجہ کو کہو کہ تجھے کال کرے اور اس کی کال کے بعد تم نے
 میری بات مارشل سے کرائی ہے"..... اکبر آصف نے کہا۔
 "میں سر..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اکبر آصف نے رسیور
 رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اکبر آصف نے رسیور
 اٹھالیا۔

"میں..... اکبر آصف نے تیز اور حکمتاً لےجے میں کہا۔
 "راجہ فون پر موجود ہے سر..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "گراؤ بات"..... اکبر آصف نے کہا۔

"ہیلو جناب۔ میں راجہ بول رہا ہوں..... چند لمحوں بعد راجہ کی
 آواز سنائی دی۔

راجہ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ جہارے پاس پہنچنے والی
 لڑکیوں کے سلسلے میں سیکرٹ سروس ان لوگوں کے خلاف کام کر
 رہی ہے جو انہیں اغوا کرتے ہیں اور سیف خان بھی ان کے ہاتھوں
 مارا جا چکا ہے اور بھی بہت سے لوگ مارے گئے ہیں جو ان لڑکیوں
 کے اغوا کے سلسلے میں ملوث رہے ہیں۔ سیف خان چونکہ جہارے
 بارے میں جانتا تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس گروپ نے سیف
 خان سے جہارے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہوں اس لئے
 جہیں اور جہارے ساتھیوں کو انتہائی محتاط رہنا ہوگا اور فلموں کا
 دستہ اس وقت تک بند کر دو جب تک میں مزید حکم نہ دوں تاکہ

سیف غیر ملکی مہجنت واکر کو بھی اغوا کر کے اسے بھی ہلاک کر دیا گیا
 ہے۔ وہ جارج کا مخبر تھا۔ یہ ساری کارروائی جہاں تک مجھے معلوم ہوا
 ہے زیر زمین دنیا میں کام کرنے والے ایک آدمی ٹائیگر سے شروع
 ہوئی۔ ٹائیگر کو جارج کے آدمیوں نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا
 ہیں۔ ٹائیگر کا تعلق سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک آدمی
 علی عمران سے ہے اور ٹائیگر کی موت کے بعد بے درپے یہ واقعات
 ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس یہ کام کر رہی ہے یا
 وہ علی عمران۔ اور جناب جارج تو راجہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا
 لیکن سیف خان جانتا تھا اس لئے لامحالہ اسے مارنے والوں نے سیف
 خان سے راجہ کے بارے میں معلوم کر لیا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ
 سیف خان نے آپ کا نام بھی لے دیا ہو اس لئے آپ بھی محتاط ہو
 جائیں..... افضل خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یوٹانسس۔ کیا جہار اشیال ہے کہ میں جہاری طرح کوئی عام
 آدمی ہوں کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔ ٹانسس..... اکبر
 آصف نے غصے سے چپچپے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
 رسیور کرینل پر پھینچ دیا۔

"یہ۔ یہ۔ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی اور گروپ ہمارے
 یونٹس کے خلاف کام کر رہا ہے"..... اکبر آصف نے بڑبڑاتے ہوئے
 کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو بین
 پریس کر دیئے۔

نے انہیں کام کر سہوار اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو بین پرس کر دیے۔

”یس سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”مارشل آ رہا ہے اسے میرے آفس پہنچا دیا جائے۔۔۔۔۔ اکبر آصف نے تھکما لٹے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد دروازے پر انتہائی مؤدبانہ دستک کی آواز سنائی دی تو اکبر آصف نے چونک کر اپنے سامنے رکھی ہوئی ابھم اٹھا کر میز میں رکھی اور پھر میز کی سائیڈ پر موجود مختلف رنگوں کے بیٹنوں میں سے ایک بین پرس کر دیا تو دروازہ میکانیکی انداز میں کھلتا چلا گیا اور ایک لمبے قد اور قدرے بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے اکبر آصف کو سلام کیا۔

”چلو مارشل۔۔۔۔۔ اکبر آصف نے آنے والے سے کہا اور مارشل میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

”مارش۔ کیا تم زیر زمین دنیا میں کام کرنے والے ٹائیگر کے بارے میں جانتے ہو جسے جارج کے آدمیوں نے گویاں مار کر ہلاک کر دیا ہے۔۔۔۔۔ اکبر آصف نے کہا۔

”یس سر۔ لیکن وہ ہلاک نہیں ہوا۔ زخمی ہوا ہے اور یہاں تک مجھے معلوم ہے اس کا ساتھی علی عمران اسے زخمی حالت میں اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس کے بعد اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے یا زندہ ہے۔ ویسے اگر وہ ہلاک ہو جاتا تو لازماً اطلاع مل جاتی اس لئے میرا اندازہ ہے کہ وہ زندہ ہو گا۔۔۔۔۔ مارشل نے

”یس سر گروپ کا پتہ چلا کر اس کا خاتمہ کرا دوں۔۔۔۔۔ اکبر آصف نے کہا۔

”اوہ۔ شاید اسی لئے سیف خان سہلانی نہیں بھیج رہا تھا۔ ویسے سر ٹیکرٹ سروس تو ایسے کاموں میں ملوث نہیں ہوا کرتی۔ کہیں یہ مارے دشمنوں کی سازش نہ ہو۔۔۔۔۔ راجہ نے کہا۔

”نہیں۔ اس وقت اس مارکیٹ میں ہم ہی باقی لوگ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ وہ ہمارا مقابلہ کر سکیں اس لئے یہ کوئی اور سلسلہ ہے۔ بہر حال میں اس بارے میں معلوم کر لوں گا اور پھر ان کا خاتمہ آسانی سے ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اکبر آصف نے کہا۔

”یس سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اکبر آصف نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور اکبر آصف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔ وہ سمجھ گیا کہ مارشل کی کال ہو گئی۔

”مارشل بول رہا ہوں بتاؤ۔۔۔۔۔ ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”مارشل تم میری کوٹھی آ جاؤ۔ میں نے تم سے تفصیلی بات کرنی ہے اور ایک اہم کام جہاں سے ڈسے لگتا ہے۔۔۔۔۔ اکبر آصف نے کہا۔

”یس سر۔ میں حاضر ہو رہا ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو اکبر آصف نے اس کے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس

کہا۔

"بتایا تو ہے کہ ایک خطیہ کاروبار ہماری سرپرستی میں ہوتا ہے لیکن وہ عام سا جرم ہے۔ ایسا جرم نہیں ہے کہ اس کے خلاف سیکرٹ سروس کام کرے۔" اکبر آصف نے اس بار قدرے خفیہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر جناب۔ یہ علی عمران شاید ذاتی حیثیت سے یہ کام کر رہا ہو گا۔" مارشل نے جواب دیا۔

"کیا اس کا کوئی تعلق ایشیائی جنس سے بھی ہے؟" اکبر آصف نے پوچھا تو مارشل بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ ہاں جناب۔ بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس کا والد سر عبدالرحمن سنٹرل ایشیائی جنس یورو کا ڈائریکٹر جنرل ہے اور ایشیائی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اس کا ایشیائی گہرا دوست ہے۔" مارشل نے کہا تو اکبر آصف کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ یہ علی عمران سر عبدالرحمن کا لڑکا ہے لیکن ان کا تو ایک ہی لڑکا ہے جو ان سے علیحدہ کسی فلیٹ میں رہتا ہے اور بقول سر عبدالرحمن وہ چونکہ نااعطف ہے اس نے انہوں نے اسے علیحدہ کیا ہوا ہے۔" اکبر آصف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ یہ وہی علی عمران ہے جناب۔ یہ بات درست ہے کہ اس کے اپنے والد سے تعلقات اچھے نہیں ہیں لیکن بہر حال وہ ایشیائی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔" مارشل نے جواب دیا۔

مزید لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو تم علی عمران کے بارے میں جانتے ہو۔ کیا وہ واقعی سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے۔" اکبر آصف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں جناب اور وہ انتہائی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔" مارشل نے جواب دیا۔

"جہیں معلوم ہے کہ جارج اور سیف خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔" اکبر آصف نے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن آپ کا ان سے کیا تعلق ہے؟" مارشل نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔ ہم ایک خطیہ کاروبار کرتے ہیں۔ اس کا مال یہی لوگ سہائی کرتے ہیں لیکن کیا عام سے جرائم میں بھی سیکرٹ سروس کام کرتی ہے؟" اکبر آصف نے کہا۔

"نہیں جناب۔ وہ تو صرف ایسے مشنیز پر کام کرتی ہے جس سے ملکی سلامتی کو خطرات لاحق ہوں۔" مارشل نے جواب دیا لیکن اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

"تم اس علی عمران کے بارے میں تفصیل جانتے ہو؟" اکبر آصف نے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن پہلے آپ مجھے بتائیں کہ یہ کیا سلسلہ ہے پھر ہی میں آپ کو کوئی مناسب مشورہ دے سکتا ہوں۔" مارشل نے

مارشل انھیں اس نے سلام کیا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
 "مارشل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مجھے سیکرٹ سروس کے منہ نہیں
 گنا چاہئے ویسے بھی اب راجہ کی وفات ہو چکا ہے اس لئے وہ کچھ بھی
 معلوم نہیں کر سکتے۔ کچھ عرصے بعد کام دوبارہ شروع ہو سکتا ہے۔
 اوسے۔ یہی ٹھیک رہے گا۔" اکبر آصف نے چند لمحے خاموش
 بیٹھنے کے بعد بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس انداز میں کانڈھے جھٹک
 ایسے جیسے وہ کسی خاص نتیجے تک پہنچ گیا ہو۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ تم یا جہار اگر وہ اس عمران کو ہلاک کر
 دے۔ معاوضے کی فکر مت کرو۔" اکبر آصف نے کہا۔
 "نہیں جناب۔ میں محض خواہ ہوں۔ یہ کام یہاں کوئی ایسا
 آدمی نہیں کرے گا جو علی عمران کو جانتا ہو گا کیونکہ اس نے تو ہلاک
 نہیں ہونا مقصد اس پر عمل کرنے والے دنیا سے ضرور نیست و نابود
 ہو جائیں گے اور میرا آپ کو مخصوص مشورہ ہے جناب کہ اگر علی
 عمران آپ کے خفیہ کاروبار کے پیچھے لگ گیا ہے تو آپ یہ کاروبار
 فوری طور پر بند کر دیں اور خود اس سے قطعی طور پر قطع ہو جائیں
 ورنہ یہ شخص عفریت ہے۔ یہ آپ تک پہنچ گیا تو کوئی بھی کچھ نہیں کر
 سکے گا۔" مارشل نے کہا تو اکبر آصف کا چہرہ غصے کی شدت سے
 سرخ ہو گیا۔

"جہار کیا خیال ہے کہ میں کوئی عام سا گریڈ آدمی ہوں کہ وہ
 مجھے گرفتار کر لے گا۔ تاہم سنیں۔ جہیں معلوم ہے کہ میں کون ہوں
 اور ویسے بھی سر عبدالرحمن میرے انتہائی قریبی دوست بھی ہیں اور
 ان سے ہمارے خاندانی تعلقات بھی ہیں۔" اکبر آصف نے
 انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔
 "میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔" مارشل نے کہے ہوئے
 لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاسکتے ہو لیکن تم نے زبان بند رکھنی ہے۔
 میں خود ہی اس کا انتقام کر لوں گا۔" اکبر آصف نے کہا اور

ہے تھے۔

”عمران صاحب۔ سیف خان نے بتایا ہے کہ راجہ گریٹ لینڈ کا باشندہ ہے تو کیا یہ سارا خوفناک سیٹ اپ راجہ کا ہی ہو گا۔ وہ یہ کام وہاں گریٹ لینڈ میں زیادہ آسانی سے کر سکتا تھا۔ اسے جہاں پاکیشیا میں آکر یہ کام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صدیقی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”وہ ہے تو گریٹ لینڈ کا باشندہ لیکن سیف خان نے بتایا ہے کہ وہ پاکیشیائی زبان بھی بولتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طویل عرصے سے جہاں رہ رہا ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ وہ خود یہ کام نہیں کرتا ہو گا۔ اس کی پشت پر یقیناً کوئی سنڈیکیٹ یا کوئی ایپ ہو گا۔“ عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”عمران صاحب آپ نے سیف خان کی لاش کو باہر سڑک پر بھینٹا دیا تھا اس طرح تو لامحالہ ان لوگوں تک اس کی موت کی اطلاع پہنچ چکی ہو گی اور وہ سکتا ہے کہ وہ لوگ کیسے فلاح ہو چکے ہوں۔“ عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔

”میں نے دانستہ یہ کام کیا ہے کیونکہ میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ ان مکروہ و حندے کے پیچھے یقیناً تو کسی سنڈیکیٹ کا ہاتھ ہے یا کسی بہت بڑی شخصیت کا اور سیف خان کی لاش بھنے کے بعد وہ ان لوگوں میں افراتفری پھیلے گی اور وہ کوئی نہ کوئی ایسی چیز کریں گے جس سے وہ سامنے آجائیں گے۔“ عمران نے

کار دارالحکومت سے شمال کی طرف باہر جانے والی سڑک کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی تھا جبکہ سامنے سیٹ پر عمران اور عقبی سیٹ پر نعمانی اور عاود تھے۔ جارج نے سیف خان اور واکر کی نشاندہی کی تھی اور پھر فورسٹارڈ نے واکر اور سیف خان دونوں کو اغوا کر لیا تھا اور پھر سیف خان سے انہیں معلوم ہو گیا کہ فلمیں بنانے کا سارا وجہ دارالحکومت سے شمال کی طرف تقریباً ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے قصبہ وار شوہ ہوتا ہے۔ وار شوہ میں ایک بڑی کاٹن جنگ فیکٹری تھی جو طویل عرصے سے بند پڑی ہوئی تھی۔ اس کاٹن جنگ فیکٹری میں سیف نے لڑکیاں بھنپایا کرتا تھا اور وہاں راجہ کے مسلح آدمی انہیں وصول کرتے تھے اور معاوضہ بھی راجہ سے ہی ملتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عمران اور اس کے ساتھی اس راجہ کو کور کرنے کے لئے وار شوہ

ہی تھی اور اس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ طویل عرصے سے بند پڑی ہوئی ہے۔ ہر طرف گردی تھیں چڑھی ہوئی تھیں۔

"اس سیف خان نے جھوٹ تو نہیں بولا..... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس کے نیچے جہ خائے ہوں گے۔ ایک منٹ۔ آؤ..... عمران نے کہا اور پھر وہ مڑ کر ایک سائینڈر پر مونوڈ ایک کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا جس پر تالا لگا ہوا تھا۔

"اس تالے پر گرد نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے اب لگایا گیا ہے..... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیے اور پھر

صدیقی نے جیب سے مشین پستل نکالا اور اس کی نال اس نے تالے پر رکھی اور ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لہجے تالے کے پرچے اڑ گئے اور

صدیقی نے کٹڑی بننا کر دروازہ کھول دیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اور پھر چند لمحوں بعد عمران نے جہ خائے کا راستہ تلاش کر لیا اور پھر وہ

سیرجیاں اتر کر نیچے نیچے تو نیچے واقعی دو بڑے بڑے ہال بنا تھا خائے موجود تھے اور پھر ایک ہال کمرے میں انہیں کمرے اور فمیں بنانے

و اجتنابی بعد یہ ترین سامان مل گیا لیکن اس وقت دونوں ہال خالی تھے۔ وہاں کوئی آدمی مونوڈ تھا۔

"ہو نہہ۔ تو جہاں یہ گندی اور کالی فمیں حیار کی جاتی ہیں۔" عمران نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ نفرت

تھی۔

جواب دیا۔

"لیکن کیا راجہ انہیں نہ جانتا ہوگا جو آپ کے ذہن میں یہ بات آتی ہے..... صدیقی نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا ذاتی خیال ہے کہ راجہ صرف ایک مہرہ ہوگا..... عمران نے جواب دیا۔

"اور اگر اب راجہ اور اس کے آدمی بھی غائب ہو گئے تو پھر۔" عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ غائب ہو کر وہ کہاں جائیں گے..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

تھوڑی دیر بعد کار اس قصبے میں داخل ہوئی اور پھر ایک آدمی سے جب انہوں نے اس کاٹن جنگ فیکٹری کے بارے میں پوچھا تو اس نے

اس کی نشاندہی کر دی اور صدیقی کار لے کر اس طرف کو بڑھ گیا۔ جنگ فیکٹری کی عمارت خاصی وسیع و عریض تھی لیکن پھاٹک پر تالا

لگا ہوا تھا۔ اندر جا کر چیک کرنا ہوگا..... عمران نے کار سے نیچے اترے

ہوئے کہا۔ "میں جا کر معلوم کر رہا ہوں..... خاور نے کہا اور پھر وہ تین

سے آگے بڑھ کر پھاٹک پر چڑھا اور پھر اندر کود گیا۔ اندر سے اس نے سائینڈر پھاٹک کھول دیا تو عمران اور اس کے ساتھی اندر داخل ہوئے

لیکن پھر انہوں نے پوری عمارت چیک کر لی۔ یہ واقعی جنگ فیکٹری

لیکن یہ خانہ بھی خالی تھا۔ وہاں بھی کچھ نہ تھا۔

"انہوں نے واقعی سب کچھ ہٹا لیا ہے یہاں سے۔" عمران نے کہا لیکن اسی لمحے اس کی نظریں اس خفیہ خانے کی سائیز پر پڑیں تو اس نے چونک کر ہاتھ بڑھایا اور پھر ایک وزینٹنگ کارڈ اس کے ہاتھ آ گیا۔ کارڈ خاصا قیمتی تھا۔

"کس کا کارڈ ہے؟" نعمانی نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ تو نواب اکبر آصف کا کارڈ ہے۔ یہ یہاں کیسے آ

گیا۔" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نواب اکبر آصف۔ وہ کون ہیں؟" نعمانی نے چونک کر

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"دار الحکومت کا ایک بڑا جاگیردار ہے۔ سماجی طور پر بھی اور مالی

طور پر بھی۔ ذہنی کا کلاس فیلو بھی ہے اور ان سے ہمارے خاندانی

تعلقات بھی ہیں۔" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ اس وجہ کی سرپرستی کرتا ہے؟" نعمانی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ بہر حال اب اس کے بارے میں چھان بین کرنی

ہو گی۔" آؤ۔" عمران نے کہا اور کارڈ کو جیب میں ڈال کر وہ واپس

مڑ گیا۔ نعمانی بھی اس کے پیچھے تھا جب وہ دونوں باہر آئے تو وہاں

اس کے ساتھیوں نے فطرس بنانے کے تمام سامان کو اکٹھا کر کے

اسے آگ لگائی ہوئی تھی۔

"یہ جلتا رہے گا۔ آؤ اب یہاں سے چلیں۔" عمران نے کہا اور

"لیکن اب اس سامان کا کیا کریں گے۔ ان لوگوں کو بھی تو ہاتھ

آنا چاہئے۔" صدیقی نے کہا۔

"اس سامان کو اٹھا کر باہر لے جاؤ اور اسے آگ لگا دو۔" عمران

نے کہا۔

"اس سے کیا ہو گا عمران صاحب۔ سامان تو دوبارہ بھی خرید لیا

سکتا ہے۔" نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ قابل نفرت سامان ہے۔ اسے تم جلا دو ہو گا بعد میں دیکھا

جانے گا اللہ یہاں کی تفصیلی تلاش لینا ضروری ہے۔ لازمات یہاں سے

کوئی نہ کوئی ایسا کلیو مل جائے گا جس سے ہم آگے بڑھ سکیں۔

عمران نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے اشیات میں سر ہٹا دیا۔ پھر

عمران کے حکم کی تعمیل کی گئی اور سامان اٹھا کر باہر لے جایا گیا جبکہ

عمران اور نعمانی نے وہاں کی تفصیلی تلاش لینی شروع کر دی۔ تھوڑی

سی کوشش کے بعد نعمانی ایک خفیہ سیف تلاش کرتے پینے میں

کامیاب ہو گیا۔

"عمران صاحب یہ سیف۔" نعمانی نے کہا تو عمران چونک کر

اس کی طرف بڑھا۔ سیف ظاہر ہے لاکھ تھا۔ عمران کے کہنے پر نعمانی

نے اس کا لاک بھی مشین پشیل کی مدد سے توڑ دیا۔ پھر جب سیف

کھولا گیا تو ان دونوں کے بے اختیار منہ بن گئے کیونکہ سیف خالی تھا۔

اس میں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ عمران نے اس کے خفیہ خانوں کی

تلاش کرنا شروع کر دیا اور پھر ایک خفیہ خانہ اس نے تلاش کر

سب نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

”اب کہاں جاتا ہے“..... صدیقی نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے

پوچھا۔

”واپس قصبے میں چلو۔ وہاں ایک ہوٹل ہے وہاں چل کر چائے بھی پیتے ہیں اور وہاں سے معلومات بھی حاصل کرتے ہیں۔ راجر اور اس کے آدمی ظاہر ہے کھانے پینے کا سامان وغیرہ اس ہوٹل سے ہی حاصل کرتے ہوں گے“..... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قصبے کے پاس چھوٹے سے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ کاؤنٹر پر ایک بوڑھا آدمی موجود تھا۔ وہ ان چاروں کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھرنے لگے۔

”جناب۔ جناب فرمائیں۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں جناب۔“

اس بوڑھے آدمی نے کہا۔

”آپ ہمیں دیکھ کر پریشان کیوں ہو گئے ہیں محترم۔ کیا ہم آپ کو مجرم یا غنڈے نظر آ رہے ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ نہیں جناب۔ یہ چھوٹا سا قصبہ ہے اور آپ بہر حال بڑے آدمی ہیں اور پھر آپ کا انداز بتا رہا ہے کہ آپ خفیہ پولیس کے آدمی ہو سکتے ہیں“..... بوڑھے نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”تو کیا آپ کوئی غلط کام کرتے ہیں جو ہمیں پولیس کے آدمی سمجھ

کر پریشان ہو گئے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ نہیں جناب۔ یہاں اس چھوٹے سے قصبے میں کیا غلط و حشو ہو سکتا ہے۔ ویسے آپ ناراض نہ ہوں تو پولیس کی تو آمد ہی آدمی کو پریشان کر دیتی ہے“..... اس بوڑھے نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ ہمارا پولیس سے کوئی تعلق نہیں ہے البتہ ہم سرکاری آدمی ضرور ہیں اور ہمارا تعلق محکمہ سروس سے ہے اور ہم اسی سلسلے میں آئے ہیں۔ آپ آئیں اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پیئیں۔ ادائیگی ہم کریں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چائے میری طرف سے ہو گی۔ آپ تشریف رکھیں میں آؤر دیتا ہوں کہ آپ کے لئے سیٹل چائے بنائی جائے اور پھر میں خود بھی پینے آ جاتا ہوں۔“

بوڑھے نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور ایک کونے میں میز کے گرد موجود کرسیوں پر وہ چاروں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی چائے بھی آ گئی اور اس کے ساتھ ہی وہ بوڑھا بھی آ گیا۔

”آپ کا نام کیا ہے اور آپ کب سے یہ ہوٹل چلا رہے ہیں۔ کیا اس قصبے میں یہ کاروبار آپ کو فائدہ دے رہا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی خیر انام احمد علی ہے۔ میں ریٹائر آدمی ہوں۔ میری کچھ زمین اس قصبے میں تھی اس لئے میں یہاں سیٹل ہو گیا ہوں۔ ہوٹل میں

مہانک میں بھجوانے کے لئے مخصوص قسم کی دستاویزی فلمیں تیار کرتے ہیں۔۔۔۔۔ احمد علی نے جواب دیا۔ وہ اب سب چائے پی رہے تھے۔

”کیا اب بھی وہ وہاں کام کر رہے ہیں؟“ عمران نے کہا۔
 ”نہیں جناب۔ آج صبح ہی وہ سب لوگ اچانک واپس چلے گئے ہیں۔ ان کا ایک آدمی یہاں آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ فی الحال کام بند ہو گیا ہے کیونکہ فنڈز نہیں آئے۔ جیسے ہی فنڈز آئیں گے وہ واپس آ کر کام کریں گے۔ میری کچھ صحت بقا یا فحی وہ دے گئے ہیں۔“ احمد علی نے جواب دیا۔

”کیا وہ غیر ملکی ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”نہیں جناب۔ مقامی ہیں۔“ احمد علی نے جواب دیا۔
 ”آپ نے کبھی تفصیل نہیں پوچھی ان سے کہ وہ چمپ کر کس قسم کی فلمیں بناتے ہیں؟“ عمران نے کہا۔
 ”جناب ایک بار میں نے ان سے پوچھا تھا مگر انہوں نے مجھے جھڑک دیا تھا کہ میں اپنے کام سے کام رکھوں جس پر میں خاموش ہو گیا۔“ احمد علی نے جواب دیا۔

”یہ جنگ فیلڈز کس کی ہے؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”جناب یہاں کے جاگیردار نواب اکبر آصف کی ہے بلکہ جنگ فیلڈز کیا اس قبیلے میں اس کے ارد گرد کی زمینیں سب ان کی ہیں۔ دارالحکومت میں وہ رہتے ہیں۔ بہت بڑے آدمی ہیں۔“ احمد علی

نے فلموں والوں کے لئے بنایا تھا اس لئے کام چل رہا تھا لیکن اب شاید اسے ختم کرنا پڑے۔“ بولے نے کہا تو فلموں کا سن کر عمران اور اس کے ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

”فلموں والوں کے لئے۔ کیا مطلب یہاں اس قبیلے میں فلموں کا کیا تعلق ہے؟“ عمران نے جان بوجھ کر لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا حالانکہ وہ سب سمجھ گئے تھے کہ اس آدمی کا مطلب راجہ اور اس کے گروپ سے ہے۔

”جناب یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک کالن جنگ فیلڈز ہے جو طویل عرصے سے بند پڑی ہوئی ہے۔ اس کے نیچے کالن سٹاک کرنے کے لئے بڑے بڑے دو ہال ہیں۔ فلمیں بنانے والے ایک گروپ نے یہ کالن جنگ فیلڈز خرید لی اور ان ہال کمرہ میں انہوں نے اپنے سٹوڈیو بنائے۔ خاصا بڑا گروپ ہے۔ ان کے آدمی کھانا یہاں میرے ہوٹل سے ہی لے جاتے ہیں اس طرح مجھے خاصی بچت ہو جاتی ہے۔“ احمد علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کب سے یہ کام یہاں ہو رہا ہے اور پھر تو یہاں فلموں میں کام کرنے والی عورتیں بھی آتی ہوں گی اور مرد بھی۔“ عمران نے کہا۔

”جناب۔ چھپے کئی سالوں سے یہ کام تو ہو رہا ہے لیکن یہاں قبیلے میں کوئی نہیں آتا۔ وہیں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ویسے وہ لوگ سمنا پر چلنے والی فلمیں نہیں بناتے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ وہ غیر

”ٹھیک ہے آپ کا شکریہ۔ سروے کے لئے ہمیں احسان خان سے کافی مدد مل جائے گی۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس نے اس بوڑھے کو دے دیا۔
”یہ رکھ لیں۔ آپ نے بڑی لڑید چائے پلوائی ہے اس لئے یہ آپ کے لئے مختص ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ آپ سرکاری آدمی ہیں۔“ احمد علی نے بوسہ لائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہمیں خاصاتی اے ڈی اے ملتا ہے محترم اس لئے بے فکر رہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور احمد علی کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔

”بے حد شکریہ جناب۔“ احمد علی نے اہتائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ان فیس بنانے والوں کا انتہار کون ہے۔“ عمران نے احمد علی کے ساتھ واپس کاؤنٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”راجہ نام کا آدمی بتایا جاتا ہے جناب۔ ایک بار وہ یہاں آیا تھا اور بس۔“ احمد علی نے جواب دیا۔

”اس کا حلیہ کیا تھا۔“ عمران نے پوچھا تو احمد علی ہونک پڑا۔

”حلیہ۔ کیا مطلب جناب۔“ احمد علی نے ہونک کر پوچھا۔

”میرا مطلب ہے کہ مقامی آدمی تھا یا غیر ملکی۔“ عمران نے پوچھا۔

نے کہا۔

”کیا وہ بھی آتے ہیں یہاں۔“ عمران نے پوچھا۔
”جی نہیں۔ وہ تو کبھی نہیں آئے۔ ان کے کارندے ہی یہاں کام کرتے ہیں۔“ احمد علی نے کہا۔

”کیا ان کا کارندہ ان فلموں والوں سے بھی ملتا رہتا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”مجھے تو نہیں معلوم۔ ہو سکتا ہے کہ ملتا ہو۔ میں تو جناب بڑا خاص آدمی ہوں اس لئے بھی ہو سکتا ہے۔ ہی محدود رہتا ہوں البتہ جناب ڈیرے پر مہمان آجائیں تو احسان خان ان کے لئے کھانا میرے ہوٹل سے ہی منگواتا ہے۔“ احمد علی نے کہا۔

”ڈیرے پر۔ کس ڈیرے پر۔“ عمران نے ہونک کر پوچھا۔

”نواب صاحب کا ڈیرا ہے۔ یہاں ان کا کارندہ احسان خان ہے وہ اس ڈیرے پر رہتا ہے۔ باقی کارندے اس کے ماتحت ہیں۔ وہ بڑا شہر ہے جناب۔“ احمد علی نے کہا۔

”کہاں ہے وہ ڈیرا۔“ عمران نے پوچھا۔

”جناب۔ قصبے کے جنوبی طرف کافی بڑا ڈیرا ہے۔ کسی سے بھی معلوم کر لیں جناب سب جانتے ہیں۔“ احمد علی نے جواب دیا۔

”کیا احسان خان وہاں مل جائے گا۔“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ وہ وہیں رہتا ہے۔ اس کی کوٹھی بھی ڈیرے کے ساتھ ہی ہے۔“ احمد علی نے جواب دیا۔

اور۔ غیر ملکی گتہ نمائین بوتا وہ مقامی زبان ہی تھا۔ ... احمد علی نے جواب دیا اور پھر اس نے طلیہ بھی بتا دیا۔
 دارالحکومت میں بھی تو دن کا آفس ہو گا۔ کچھ سچ ہے اس کا۔ ... عمران نے پوچھا۔
 "اوہ نہیں جناب۔ میں نے کبھی پوچھا اور نہ ہی مجھے بتایا گیا ہے۔" احمد علی نے کہا اور عمران اس کا شکریہ ادا کر کے بولنے سے باہر آ گیا۔

اب اس ذرے پر بیٹھو۔ ہو سکتا ہے کہ اس احسان خان سے کبھی کچھ معلومات مل جائیں۔ عمران نے کہا تو سب نے اشکات میں ہر بلا دیئے اور سعداتی نے کار آگے بڑھا دی۔

کان پیل کی آواز سنتے ہی کمر بن پر بیٹھا ہوا اوجیہ کمر ادبی سے انتہی زچونک پڑا۔ اس نے چٹائی پر پڑا ہوا ریموٹ کنٹرول پکڑ لیا اور اس پر موندوا لیکہ پٹن پڑھیں کر دیا۔
 "کون سا..... اس آوی نے انت لہجے میں کہا۔
 "راہر ہوں۔" اس آوی سے آواز سنائی دی۔
 "کون راہر؟" اس اوجیہ کمر ادبی نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"راہر سمجھ۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "اوہ تم۔ اچھ میں دروازہ کھولت ہوں۔" اوجیہ کمر ادبی نے تہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس سے پر موندوا لیکہ پٹن پڑھیں کر دیا اور پھر تھوڑے ہی لمحے میں وہ نوزی در بعد کمرے کے دروازے سے لیکہ دوجا ہتھ دیکھن اتھائی منت

مردوں تو ایسے کاموں میں موٹ نہیں ہوا کرتی اوجیز عمر آدمی نے کہا۔

سبھی بات میں نے بھی نواب صاحب سے کبھی تھی لیکن ان کا کہنا ہے کہ سیکرٹ مردوں کا کوئی آدمی اس کے پیچھے ہے اور وہ اس کا بندہ و بست کہ میں گئے لیکن وہ اس بات سے غور نہیں کر سکتا کہ لوگ مجھ تک پہنچتے تو پھر بات ان تک بھی پہنچ جاسکتی گی۔ راجہ نے کہا۔

تو نواب صاحب نے پوچھا کہ میرے ساتھ مل کر کام کرو اس اوجیز عمر آدمی نے کہا۔

ہاں۔ اس نے کہا کہ اگر میں گمرٹ لینڈ پہنچاؤں تو پھر میری دایہ نہ ہو سکے گی۔ پھر میں ہوں مستقل طور پر سیٹل ہو جاؤں گا جبکہ مجھے یہاں طویل عرصہ ہو گیا ہے اور میں یہاں کی مقامی لڑکیوں کی نہ صرف نفسیات سمجھ گیا ہوں بلکہ اب میں انہیں اس انداز میں نہایت رات ہوں کہ انتہائی نئی فلمیں وہاں میں آجاتی ہیں جن کی بے پناہ زیادت ہوتی ہے راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہاں۔ تمہاری بھائی ہوتی فیسوں کی واقعی بے حد زیادت ہے راجہ اور نواب صاحب نے دونوں ہاتھوں سے دوست دینی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنا بڑا سیٹ اپ تو نہیں ہے جتنا نواب صاحب کا ہے اور نہ ہی ہمارے پاس مسلسل نئی لڑکیاں آ سکتی ہیں اوجیز عمر آدمی نے کہا۔

گیم ہمارے کا مالک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر سوٹ تھا۔ اس کے ہمارے پر سختی کے تاثرات جیسے ثبت سے نکل رہے تھے۔

راجہ تم یہاں کیسے آ گئے اوجیز عمر آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

نواب صاحب نے فری طور پر کام بند کر دیا ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اب یہ کام طویل عرصے تک بند رہے گا۔ اس نے میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ اگر آپ کے پاس میرے سے کام ہو تو ٹھیک ورٹ میں وائس گمرٹ لینڈ لینا جاؤں۔ وہں بھی میری ڈیمانڈ ہے راجہ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

نواب صاحب نے کام بند کر دیا ہے۔ کیوں۔ ان کا کام؟ انتہائی وسیع پیمانے پر چل رہا تھا اوجیز عمر آدمی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

ان کا کہنا ہے کہ لڑکیوں کی سپلائی کے مسئلے میں سیکرٹ مردوں کا کوئی آدمی ان کے خلاف کام کر رہا ہے اور لڑکیاں لے آئے والے گروپس کے افراد کو انہوں نے ہلاک کر دیا ہے اور اگر وہ مجھ تک پہنچ گئے تو پھر میں بھی ہلاک ہو سکتا ہوں اور ان کا نام بھی سامنے آ سکتا ہے راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اوہ۔ تو جارج اور سیف خان وغیرہ اسی جگہ میں ہلاک ہوئے ہیں۔ مجھے اطلاعات تو ملی تھیں لیکن میں یہ سمجھا کہ قتلہوں بد معاشرہ کی آپس میں لڑائی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے لیکن سیکرٹ

نکراؤ پیرا نہیں کرنا چاہتا اور دوسرا یہ کہ جس قدر معاوضہ نواب صاحب تمہیں دیتے ہیں میں اتنا معاوضہ نہیں دے سکتا اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ تم واپس نہ جاؤ بلکہ انتظار کرو کیونکہ یہ بات میں بھی جانتا ہوں کہ جس قدر معاوضہ تمہیں جہاں ملتا ہے اس کا عشر عشر بھی تمہیں گریٹ لینڈ میں نہ مل سکے گا کیونکہ وہاں ایسی فلمیں عام ہیں اور ایسی کوئی بات نہیں کہ شوقین لوگ لاکھوں روپے خرچ کر کے ایک پرست حاصل کریں۔..... اوصیہ عمر آدمی نے کہا۔

"بہت فکر یہ سنیو اکل۔ آپ نے واقعی میری درست رہنمائی کی ہے لیکن اصل بات ایک اور بھی ہے۔..... راجہ نے کہا۔
"وہ کون سی..... سنیو اکل نے چونک کر پوچھا۔

"جو گروپ بڑے بڑے غنڈوں اور بد معاشوں کا خاتمہ کر رہا ہے اور جس سے خوفزدہ ہو کر نواب صاحب جیسے آدمی نے اپنا کاروبار فوری طور پر بند کر دیا ہے مجھے بھی اس گروپ سے جان کا شدید خطرہ ہے۔ میں آپ کے پاس آیا بھی اسی لئے تھا کہ طو اتنا معاوضہ نہ ہی کم از کم جان کا خطرہ تو ختم ہو جائے گا کیونکہ نواب صاحب تو ملنا بھی پسند نہیں کرتے۔ پتا کیا دیں گے اور پھر میرا نام بھی ان تک نہ جچ چکا ہے اس لئے لامحالہ وہ میری تلاش میں ہوں گے۔..... راجہ نے کہا۔

"جہاڑی بات درست ہے۔ تمہیں اس بارے میں بھی ایک خبر مشورہ دے سکتا ہوں۔..... سنیو اکل نے مسکراتے ہوئے

"یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ جہاں پاکیشیا میں صحت مند لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں ہے پھر آپ کو کیوں سہلائی نہیں ہو سکتیں۔..... راجہ نے کہا۔

"یہ گریٹ لینڈ نہیں ہے راجہ۔ یہ پاکیشیا ہے جہاں ایک لڑکی کا انوا اس قدر سنگین جرم ہوتا ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ غریب لوگوں کی لڑکیاں بھی اگر انوا ہو جائیں تو وہ بھی جب تک اس کا سراغ نہ لگائیں یا اس کا انتقام نہ لے لیں جس حد تک وہ کر سکتے ہیں کارروائی کرتے رہتے ہیں۔ نواب صاحب کی ان خصوصیات فلموں میں کامیابی کا اصل راز یہی ہے کہ انہوں نے ان لڑکیوں کے انوا پاکیشیا کے نالی گرامی غنڈوں اور بد معاشوں کے ایک پورے نیٹ ورک کے ذریعے کرائے ہیں اور اس پر بے بہا دولت خرچ کی۔ ہم اس قدر جہاڑی دولت خرچ نہیں کر سکتے۔..... اوصیہ عمر آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میں گریٹ لینڈ چلا جاؤں۔..... راجہ نے کہا۔

"ابھی نہیں۔ نواب صاحب کے ہاتھ بے حد لمبے ہیں اور ان کے بہت بڑی دولت وافر لگ چکی ہے اس لئے وہ جلد ہی اس گروپ پر قابو پالیں گے چاہے وہ کوئی بھی ہو اور اس کے بعد جہاڑا کام ہی شروع ہو جائے گا۔ میں بھی تمہیں اپنے ہاں کام دے سکتا ہوں کیونکہ اس میدان میں جہاڑی صلاحیتوں کا مجھے بھی علم ہے لیکن دو باتیں میرے پیش نظر ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں نواب اکبر آصف سے کہ

کہا۔

”ضرور“..... راجہ نے چونک کر پوچھا۔

”نواب صاحب کے پیغمبر احسان خان کے ذریعے پر چلے جاؤ۔
نواب صاحب کی اصل طاقت احسان خان ہے۔ وہاں تک کوئی
گروپ نہیں پہنچ سکے گا.....“ سیٹھ اکمل نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ میں سارا کام بند کر کر اور اپنے
آدمیوں کو بھیج کر بیٹے احسان خان کے پاس اس کے ذریعے پر ہی گیا
تھا لیکن اس نے کہا کہ وہ نواب صاحب کے حکم کے بغیر مجھے اپنے
ذریعے پر نہیں رکھ سکتا اور نواب صاحب سے وہ فوری پوچھ نہیں
سکتا۔ ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو نواب صاحب کے ساتھ اس کی فون پر
بات چیت ہوتی ہے تب وہ ان سے اجازت لے گا تو پھر رکھے گا اور
پندرہ تاریخ آنے میں ابھی دس روز باقی ہیں اس لئے میں مجبور ہو کر
واپس آگیا.....“ راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگر تم کہو تو میں احسان خان کو فون پر کہہ دیتا ہوں۔ وہ میری
بے حد عزت کرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات مان جائے
اور تم وہاں ہر لحاظ سے محفوظ رہو گے.....“ سیٹھ اکمل نے کہا۔
”اگر ایسا ہو جائے تو میری ساری پریشانی دور ہو جائے گی۔“
راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو سیٹھ اکمل نے سائیڈ پر ہلے ہو۔
فون کا رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے اور ساتھ ہی اس
لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

”ییس سر..... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔
لاؤڈر کی وجہ سے دوسری طرف سے آنے والی آواز راجہ کو بھی بخوبی
سنائی دے رہی تھی۔

”دارشو میں نواب اکبر آصف کے پیغمبر احسان خان سے میری
بات کراؤ۔“ سیٹھ اکمل نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
”کیا احسان خان نواب صاحب کے حکم کے بغیر آپ کی بات مان
لے گا.....“ راجہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نواب صاحب سے میرے بہت قریبی تعلقات ہیں اور احسان
خان یہ بات جانتا ہے.....“ سیٹھ اکمل نے جواب دیا اور راجہ نے
شبائے میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ
اکمل نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔
”ییس.....“ سیٹھ اکمل نے کہا۔

”احسان خان سے بات کیجئے جناب..... دوسری طرف سے
مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔“ سیٹھ اکمل بول رہا ہوں.....“ سیٹھ اکمل نے کہا۔
”احسان خان بول رہا ہوں سیٹھ صاحب۔ حکم فرمائیے۔ آج
میرے خادم کو یاد کیا ہے..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا
یہ۔ چونکہ لاؤڈر کی وجہ سے دوسری طرف سے آنے والی آواز بخوبی
سنائی دے رہی تھی اس لئے احسان خان کا لہجہ سن کر راجہ کے
ذہن پر اطمینان کے تاثرات پھیلتے چلے گئے تھے۔

خلفہ سے ہم پیش ہیں اس لئے ہمیں ایک دوسرے کے مفادات کا خیال رکھنا ہی پڑتا ہے۔..... سنیچہ اکمل نے جواب دیا تو راجہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اب مجھے اجازت..... راجہ نے کہا اور سنیچہ اکمل نے اہبات میں سر ہلایا تو راجہ سلام کر کے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

احسان خان۔ راجہ سمجھ فلموں والا میرے پاس موجود ہے۔ وہ نواب صاحب کے لئے انتہائی اہمیت رکھتا ہے اور تم نے اسے ڈرے پر رکھنے کی بجائے شہر بھگا دیا ہے جہاں نامعلوم گروپ اس کی جان کا دشمن ہے۔ اگر یہ ہلاک کر دیا گیا تو نواب صاحب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے..... سنیچہ اکمل نے کہا۔

ااور۔ مجھے تو اس نے یہ نہیں بتایا کہ اس کی جان کو خطرہ ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ نواب صاحب نے شاید فی لڑکیاں فوری طور پر نہ ملنے کی وجہ سے کام بند کر دیا ہے..... احسان خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

میں اسے جہارے پاس بھیج رہا ہوں اس کو لپٹے پاس رکھو اور اس کی اچھی طرح حفاظت بھی کرو۔ نواب صاحب سے بات ہو تو میرے بارے میں بتا دینا..... سنیچہ اکمل نے کہا۔

آپ فکر نہ کریں سنیچہ صاحب اب میں اس کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کروں گا۔ ویسے بھی میرے ڈرے پر میری اجازت کے بغیر پرندو بھی پر نہیں مار سکتا..... احسان خان نے جواب دیا۔ اوکے۔ ٹھیک ہے شکریہ..... سنیچہ اکمل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ کا بے حد شکریہ سنیچہ اکمل۔ آپ واقعی انتہائی سمجھ دار اور اعلیٰ ظرف کے مالک ہیں..... راجہ نے کہا۔

ایسی کوئی بات نہیں۔ نواب صاحب اور میں ہم دونوں ایک

جاسکتا۔ وزینٹنگ کارڈ تو چہار ابھی کسی مجرم کے سامان سے مل سکتا ہے لیکن چونکہ یہ سارا علاقہ نواب اکبر آصف کی ملکیت ہے اور یہ گھناؤنا کام طویل عرصہ سے یہاں ہو رہا ہے اس لئے نواب صاحب نے ابھی بہر حال احسان خان ضرور اس کام میں کسی نہ کسی حد تک ملوث ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ملادیا۔

”عمران صاحب۔ فورسٹارز کا چیف تو صدیقی ہے لیکن لگتا ہے کہ اب یہ سربراہی صدیقی سے آپ کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔“ عقربی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہم تو صرف سٹار ہیں جبکہ عمران صاحب سپر سٹار ہیں۔“ عمران کے بوسنے سے جیسے صدیقی بول پڑا۔

”واہ۔ اسے جتے ہیں کہ مارو بھی اور روئے بھی نہ دو۔“ عمران نے کہا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”کیا مطلب۔ میں نے تو آپ کی تعریف کی ہے۔“ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ایک امید تھی کہ جیو وہ لٹاب پوش کنجوس چیف تو بڑا چٹیک نہیں دیتا فورسٹارز کا چیف کوئی فور سٹارز چٹیک دے دے گا اور کٹا سلیمان پاشا کے قرعے کا کوئی معمولی حصہ اتر جائے گا لیکن اب دیکھو مجھے سپر سٹار کہہ کر چیف صاحب نے صاف جواب دے دیا اور ساتھ ہی تعریف بھی کر دی کہ میں رو بھی نہ سکوں۔“ عمران نے

میرا خیال ہے کہ ہمیں ڈرے پر جانے کی بجائے شہر جا کر اس راجہ کو تلاش کرنا چاہئے کیونکہ راجہ میں آدمی ہے۔ جب تک یہ ہاتھ نہیں آئے گا تب تک اصل میٹ ورک سامنے نہیں آسکے گا۔“ صدیقی نے کہا۔ ان کی کار نواب اکبر آصف کے ڈرے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

”احسان خان جیسے پیغمبر اصل میں راز داں ہوتے ہیں اس لئے ان جیسے لوگوں کو وہ کچھ معلوم ہوتا ہے جو شاید اصل آدمیوں کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تو آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اس سارے گیٹنگ کے اور کمروہ کھیل کے پیچھے نواب اکبر آصف کی شخصیت ہے۔“ صدیقی نے چونک کر کہا۔

”صرف ایک وزینٹنگ کارڈ کی بنیاد پر اس قدر بڑا فیصلہ نہیں کیے

شعوت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہمارا تعلق حکومت کے سروے ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ ہم نے اس علاقے کا سروے کرنا ہے اور اس سلسلے میں احسان خان سے ملنا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”میں معلوم کرتا ہوں۔“ اس آدمی نے کہا اور تیزی سے مڑ کر پچانک کی چھوٹی کھڑکی کھول کر اندر چلا گیا۔

”آپ کار پچانک کے سامنے سے ہٹا کر کھڑی کریں جناب۔ اگر آپ کو اندر جانے کی اجازت مل بھی گئی تو کار پھر بھی اندر نہ جاسکے گی۔“ دوسرے مسخ آدمی نے کہا۔

”صدیقی کار آگے لے جاؤ۔“ عمران نے کہا تو صدیقی نے ہونٹ ہنسنے ہوئے کار سٹارٹ کی اور اسے پچانک سے آگے لے جا کر کھڑی کر دی۔

”اوپنیجے۔ اس ٹائپ کی حفاظت مہماتی ضرور کی نہیں ہوا کرتی۔ اس کا مطلب ہے کہ جہاں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کی اس انداز میں حفاظت کی جا رہی ہے۔“ عمران نے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”عمران صاحب میرا خیال ہے کہ مجھے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پٹشل بھی ساتھ لے لینا چاہئے۔“ نجانے اندر کتنے مسلح افراد موجود ہوں۔“ صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ لے لو۔ ضرورت پڑ سکتی ہے۔“ عمران نے کہا تو

ولساحت کرتے ہوئے کہا تو کار بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھی۔

”آپ کتنا بڑا چیک لینا چاہتے ہیں عمران صاحب۔“ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تم بے شک سائز میں چھوٹا چیک دے دینا لیکن اس پر ہندسوں کی تعداد بڑی ہونی چاہئے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”آپ جتنے ہندسے کہیں میں ڈال دوں گا بلکہ جگہ خالی چھوڑ دوں گا تاکہ آپ جس قدر چاہیں ہندسے ڈال سکیں۔ بس اب تو آپ خوش ہیں۔“ صدیقی نے کہا۔

”خوش تو اس وقت ہوں گے عمران صاحب جب چیک کمیشن ہی نہ ہوگا۔“ نعمانی نے کہا اور سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

”میرا خیال ہے کہ یہی ڈرا ہے۔“ اچانک صدیقی نے سامنے موجود ایک بڑے احاطے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ عمران نے اثبات میں سر ملاتے ہوئے کہا اور کار میں موجود سب لوگوں کے چہروں پر سنجیدگی سی چھا گئی۔ احاطے کا بڑا سا لکڑی کا پچانک بند تھا اور باہر مشین گنوں سے مسلح دو افراد موجود تھے۔ ان دونوں کی نظریں کار پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ صدیقی نے کار پچانک کے قریب لے جا کر روک دی۔

”احسان خان ہے ڈرے پر۔“ عمران نے حکماء لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن آپ کون ہیں۔“ ایک مسلح آدمی نے قدرے

ساتھیوں کو برآمدے کے ایک کونے میں موجود ایک بڑے سے کمرے میں لے آیا۔ یہاں کرسیاں موجود تھیں۔

”بھٹو خان صاحب ابھی آرہے ہیں۔“ اس مسلح آدمی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک اوجیز عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اوپر ایک جیکٹ تھی۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور چہرے مہرے سے وہ انتہائی سخت گیر قسم کا آدمی دکھائی دے رہا تھا۔

”میرا نام احسان خان ہے اور میں نواب اکبر آصف کا بیٹا ہوں۔“ آنے والے نے بڑے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

”میرا نام علی عمران ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ سرکاری آدمی ہیں اور کسی سروے کے سلسلے میں آئے ہیں اس لئے میں نے آپ کو ملاقات کا وقت دے دیا ہے۔“ فرمائیے۔“ احسان خان نے بڑے سہاٹ سے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بڑے تخت بھرے انداز میں عمران کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”یہاں کاٹن جنگ فیکٹری ہے وہ کس کی ملکیت ہے۔“ عمران نے پوچھا تو احسان خان بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”نواب صاحب کی ملکیت ہے۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے

صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سائیڈ سیٹ اٹھائی اور نیچے موجود بکس میں سے گیس پمپ نکال کر اس نے جیب میں ڈال لیا۔ باقی ساتھی بٹلے ہی نیچے اتر چکے تھے۔ آخر میں صدیقی بھی نیچے اتر آیا۔ دروازہ اس نے لاک کیا اور پھر وہ اس پھانک کی طرف آگئے۔

”کیا ڈیرے سے میں نکل آیا ہے یا سونے کی کان دریافت ہوئی ہے۔“ عمران نے مسلح آدمی سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ چونک پڑا۔

”کیا۔ کیا مضب۔“ حیل۔ سونے کی کان۔ یہ تو ڈیرہ ہے جناب۔“ مسلح آدمی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لیکن حفاظت تو اس انداز میں کی جا رہی ہے جیسے اندر سونے کی کان ہو۔“ عمران نے کہا تو وہ آدمی ہنس پڑا۔

”احسان خان کا حکم ہے جناب۔ ہو گا کوئی مسئلہ۔“ اس آدمی نے جواب دیا اور پھر اس سے بٹلے کہ مزید کوئی بات ہوتی پھانک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور مسلح آدمی جو اندر اجازت لینے گیا تھا باہر آگیا۔

”آؤ۔“ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں سے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی اس چھوٹی کھڑکی سے اندر داخل ہو گئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک کافی بڑا احاطہ تھا جس کی ایک سائیڈ پر ایک منزلہ عمارت تھی جس کے سامنے برآمدہ تھا جبکہ دوسری سائیڈ پر ایک بڑی رہائشی عمارت تھی۔ برآمدے میں مشین گنوں سے مسلح چار آدمی موجود تھے۔ وہ آدمی عمران اور اس کے

فصلیے لے میں کہا۔

”اوکے۔ بس اتنا معلوم کرنا تھا۔ اب ہم جا رہے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اٹھے اور خاموشی سے اس کے پیچھے بڑھے لیکن انہیں معلوم تھا کہ عمران کی اچانک واپسی کس مقصد کے لئے ہے اور وہی ہوا۔ احسان خان کے قریب سے گزرتے ہوئے عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور احسان خان جھٹکا ہوا اچھل کر کرسی پر گر ا اور کرسی سمیت الٹ کر نیچے فرش پر گرا ہی تھا کہ عمران کی لات حرکت میں آئی اور کٹھنی پر پڑنے والی بھرپور ضرب کے بعد احسان خان کے جسم نے صرف چند جھٹکے کھائے اور پھر ساکت ہو گیا جبکہ عمران کے ساتھی بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل گئے تھے۔ اسی لمحے عمران کے انوں میں تنک تنک کی آوازیں بڑیں تو اس نے بے اختیار سانس بند کر لی کیونکہ وہ کچھ گیا تھا کہ صدیقی نے بے ہوش کر دینے والی میس فار کی ہے۔ یہ اسی کی مخصوص آوازیں تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کے مطابق گیس کے اثرات ختم ہو گئے تو اس نے آہستہ سے سانس لیا اور پھر زور زور سے سانس لے کر وہ آگے بڑھا اور اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے احسان خان کو اٹھا کر کرسی پر رکھ دیا۔ اسی لمحے صدیقی اندر داخل ہوا۔

”عمران صاحب۔ یہاں ایک کمرے میں گریٹ لینڈ کا ایک شہرہ بھی موجود ہے۔“ صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار

ہو۔..... احسان خان نے کہا۔

”اس فیکٹری میں ایک آدمی راجہ کام کرتا ہے۔ ہم نے اس سے ملنا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”راجہ۔ وہ کون ہے۔ میں تو نہیں جانتا۔“..... احسان خان نے چونک کر کہا لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس نے جواب بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھال کر دیا ہے۔

”تم نواب صاحب کے شیئر ہو۔ یہ فیکٹری نواب صاحب کی ملکیت ہے۔ اس فیکٹری کے نیچے بڑے بڑے دو جہہ خانے ہیں جہاں طویل عرصے سے فلم بندی ہو رہی ہے اور فلم بندی کا یہ کام راجہ کرتا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ تم راجہ کو جانتے تک نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔“..... عمران کے لہجے میں یکتا سختی نمایاں ہو گئی تھی۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ یہ تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ جلد اٹھو اور دفع ہو جاؤ۔“..... احسان خان نے یکتا سختی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ارے ارے۔ اس میں اتنا قصہ کرنے کی کیا بات ہے۔ میں نے تم سے راجہ کے بارے میں پوچھا ہے کسی مجرم کے بارے میں تو نہیں پوچھا۔“..... عمران نے یکتا سختی سے مسکراتے ہوئے استہانی نرم لہجے میں کہا۔

”میں کسی راجہ کو نہیں جانتا۔ تم سرکاری آدمی ہو اس لئے یہاں سے زندہ بھیج رہا ہوں تمہیں ورنہ۔“..... احسان خان نے استہانی

صدیقی سر ہلاتا ہوا مزکر باہر چلا گیا۔ عمران نے شیشی کا ڈھکن کھولا اور اس کا دہانہ راجر کی ٹاک سے لگا دیا۔ پتہ لگوں بعد اس نے شیشی ہٹائی اور اس کا دہانہ احسان خان کی ٹاک سے لگا دیا اور پھر اسے ہٹا کر اس نے شیشی کا ڈھکن بند کر کے اسے واپس جیب میں ڈال لیا اور پھر اس نے پتہ لگوں بعد دونوں ہاتھوں سے باری باری راجر اور احسان خان کا ٹاک اور منہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد راجر اور احسان خان دونوں کے جسموں میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو عمران نے ہاتھ ہٹائے اور سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے مشین پستل نکال لیا تھا۔ پتہ لگوں بعد دونوں نے ایک وقت کر رہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں کھولتے ہی ان دونوں نے ہی لاشعوری طور پر انھیں کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بندھے ہوئے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رو گئے۔

یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ تم نے مجھے باندھ دیا ہے۔ مجھے۔
 حسان خان کو۔ جہاں اس کے ڈیرے پر۔۔۔ احسان خان نے
 بجٹ چھینے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے نیکھت
 مغلط کا جیسے لاوا سا نلی پڑا۔ وہ انتہائی فحش گالیاں نکال رہا تھا اور
 اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ذہنی طور پر پاگل ہو گیا ہو جبکہ راجہ
 دامت بخیر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

”تمہارا نام رابر ہے اور تم کاٹن جنگل فیکٹری کے نیچے عریاں اور
 ہا فلیس بناتے تھے۔ کیوں؟.....“ عمران نے احسان خان کو

چونکہ چاہا۔

اور وہ راجہ ہو گا۔ اسے ہمیں اٹھا لاؤ اور سنوہر سیاں بھی تلاش کرو۔..... عمران نے کہا تو صدیقی باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو ایک دیلا پتلا سا آدمی بے ہوشی کے عالم میں اس کے کانہ سے پر لدا ہوا تھا اور صدیقی کے دوسرے ہاتھ میں رہی کا ایک بڑا سا بنڈل تھا۔

ابہر جو مسلح محافظ تھے ان کا کیا ہوا..... عمر ان نے پوچھا۔
 "بچلے انہیں گیس سے ہے ہوش کیا گیا ہے پھر انہیں اندر کھینچ
 لیا گیا ہے۔ اب نعمانی پھانگ کے پاس موجود ہے جبکہ خاور ملاش
 لے رہا ہے۔" صدیقی نے بے ہوش آدمی کو کرسی پر ڈال کر اسے رن
 سے مانتھتے ہوئے کہا۔

شاید اس کی حفاظت کے لئے یہاں یہ مسلح سپرونگیا گیا تھا۔ عمر نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلادیا۔ پھر اس نے باقی رسی سے احسان خان کو بھی کرسی سے باندھ دیا۔

ہاں۔ یہ کیجئے۔۔۔۔۔ صدیقی نے جیب سے شیشی نکالتے ہوئے کہا۔

نھیک ہے۔ اب تم باہر جاؤ کیونکہ کوئی بھی کسی وقت یہاں
 سنا ہے۔ عمران نے غمیشی اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

بکواس کی ہے۔ راجہ کا یہ حلیہ نہیں ہے۔..... احسان خان نے کہا۔
 "جبکہ بچے تم نے کہا تھا کہ تم راجہ کو نہیں جانتے۔ یاد ہے ناں
 جہیں۔ ویسے تم بے فکر رہو باہر موجود جہارے مسلح آدمی سب
 ہلاک ہو چکے ہیں اس لئے جہاری آواز سن کر یہاں کوئی جہاری مدد
 کو نہیں آئے گا۔..... عمران نے کہا۔

"تم۔ تم کون ہو۔ تم کیا چاہتے ہو۔..... اپنا تک احسان خان کا
 بچہ بدل گیا۔ شاید یہ بات سن کر کہ اس کے آدمی ختم ہو گئے ہیں
 اس کے ہوش ٹھکانے آگئے تھے۔

"تم اور راجہ دونوں درمیانی آدمی ہو۔ راجہ بھی ملازم ہے اور تم
 بھی اس لئے تم زندہ بچ سکتے ہو اگر تم بتا دو کہ فلموں کا اصل شہنشاہ
 کون ہے۔..... عمران نے کہا۔

"کون سی فلمیں۔ تم کن فلموں کی بار بار بات کر رہے ہو۔
 احسان خان نے کہا۔

"اب چونکہ تم ذہنی طور پر سنبھل گئے ہو اس لئے اب جہیں گولی
 ماری جاسکتی ہے۔..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
 مشین پشیل والا ہاتھ سیدھا کر دیا۔ اس کے چہرے پر ٹھٹھکی
 کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ مت مارو مجھے۔ رک جاؤ۔..... ٹھٹھکی
 احسان خان نے ہڈیانی انداز میں چٹختے ہوئے کہا۔

"اب اگر تم نے انکار کیا تو میری انگلی نہیں رکے گی اور یہ بھی

نظر انداز کرتے ہوئے راجہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

مم۔ مم۔ میرا نام تو مارٹن ہے۔ میں تو احسان خان کا مہمان
 ہوں۔ مم۔ مجھے تو کچھ نہیں معلوم۔..... راجہ نے رک رک کر کہا۔
 "احسان خان اگر جہیں مزید گالیاں آتی ہوں تو وہ بھی کہہ ڈالو
 تاکہ اس کے بعد تم سے کام کی باتیں ہو سکیں۔..... عمران نے
 بڑے ٹھنڈے لہجے میں کہا تو گالیاں نکالتا ہوا احسان خان ٹھٹھکی
 خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر خیریت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔
 شاید اسے خیال آگیا تھا کہ اس قدر گالیوں کے باوجود عمران کو غصہ
 نہیں آیا۔

"تم نے مجھے باندھا ہے۔ کیوں۔ کھولو مجھے ورنہ۔..... احسان
 خان نے ایک بار پھر فیصے سے چٹختے ہوئے کہا۔

"ابھی کھول دیتا ہوں بشرطیکہ تم یہ بتا دو کہ یہ راجہ ہے :
 مارٹن۔..... عمران نے اور زیادہ نرم لہجے میں کہا۔

"یہ مارٹن ہے میرا مہمان۔..... احسان خان نے جواب دیا :
 عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"حالانکہ اس کا حلیہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ قصبے میں ایک بار
 ہوٹل میں گیا تھا جہاں سے فلمی یونٹ کے لئے کھانا جاتا تھا
 بوڑھے احمد علی کو اس کا حلیہ تفصیل سے یاد تھا۔..... عمران
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ میں اس بوڑھے کو گولیوں سے ازادوں گا۔"

پونک کر پوچھا۔

"ہاں"..... عمران نے کہا۔

"ہم ان لڑکیوں کو کافرستان سہل کر دیتے ہیں اور ان کی رقم وصول کر لیتے ہیں۔ وہاں وہ ان لڑکیوں کو خرید لیتا ہے۔ تم اس سے معلوم کرو"..... احسان خان نے کہا۔

"نواب اکبر آصف تو بہت بڑا جاگیر دار ہے اور خاندانی آدمی ہے وہ کس طرح یہ گھٹیا اور مکروہ دھندہ کر سکتا ہے۔ اس کے پاس دولت کی کمی تو نہیں ہو سکتی پھر وہ لڑکیوں کو بھی فروخت کر کے ان کی رقم وصول کرتا ہے"..... عمران نے کہا۔

"یہ رقم میں اور احسان خان آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ نواب صاحب کو تو یہی بتایا جاتا ہے کہ لڑکیوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے"..... راجہ نے جواب دیا۔

"یہ فلمیں تیار ہونے کے بعد کہاں جاتی ہیں"..... عمران نے پوچھا۔

"میں فلمیں تیار کر کے احسان خان کو بھیج دیتا تھا پھر احسان خان انہیں نواب صاحب کے پاس بگوا دیتا تھا۔ نواب صاحب اس فیوڈلنگ خود کرتے تھے اور پھر ان کے ہزاروں پرنٹ تیار کر کے انہیں ملک میں فروخت کر دیا جاتا تھا"..... راجہ نے جواب دیا۔

"کس لیبارٹری سے یہ فیوڈلپ ہوتی ہیں اور کس طرح یہ تقسیم ہوتی ہیں۔ پورا نیٹ ورک بتاؤ"..... عمران نے کہا۔

سن لو کہ نواب اکبر آصف کے لئے تم کسی کیڑے کوڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اس لئے اپنی زندگی بچا لو اور جو کچھ ہے وہ بتا دو"..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"یہ۔ یہ کام راجہ کرتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم۔ میرا اس کام سے کوئی تعلق نہیں ہے"..... احسان خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ راجہ ہے"..... عمران نے راجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ راجہ ہے"..... احسان خان نے کہا۔

"مم۔ میں تو ملازم ہوں۔ یہ میرا کاروبار نہیں ہے"..... راجہ نے انتہائی خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"کس کا ہے"..... عمران نے کہا۔

"نواب اکبر آصف کا۔ یہ کاروبار اس کا ہے۔ میرا نہیں ہے۔ یہ تو صرف فلمیں بنانا ہوں اور بس"..... راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جن لڑکیوں سے تم ان فلموں میں کام لیتے ہو وہ لڑکیاں جو میں کہاں جاتی ہیں"..... عمران نے پوچھا۔

"میں انہیں احسان خان کے پاس بھیج دیتا تھا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں جاتی ہیں"..... راجہ نے جواب دیا۔

"تم بتاؤ احسان خان"..... عمران نے کہا۔

"کیا تمہیں کسی خاص لڑکی کی تلاش ہے"..... احسان خان نے

دیکھ لوں گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی احسان خان اور راجہ دونوں کے حلق سے جھٹھیں نکلنے لگیں اور بری طرح جھپٹنے لگے لیکن عمران نے مسلسل ٹریگر دبائے رکھا اور چند لمحوں بعد وہ دونوں ہی ساکت ہو گئے۔

”تم انسان نہیں ہو۔ معاشرے کے ماسور ہو۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی حقارت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر تیزی سے کمرے سے باہر آگیا۔ باہر صدیقی موجود تھا۔

”یہاں موجود سب افراد کا خاتمہ کر دو۔۔۔۔۔ عمران نے پھانگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ یہ کام نواب صاحب کا خاص آدمی برکت کرتا ہے۔۔۔۔۔ احسان خان نے کہا۔

”برکت کہاں رہتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”وہ برکت پکچر لیبارٹری کا مالک ہے۔ دارالحکومت کی سب سے بڑی لیبارٹری ہے۔ اصل میں یہ لیبارٹری نواب صاحب کی ہی ملکیت ہے لیکن اسے ظاہر برکت کی ملکیت کیا جاتا ہے۔ راتیں روڈ پر ہے۔۔۔۔۔ احسان خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن مجھے اس بات کا ثبوت چاہئے کہ نواب اکبر آصف اس کاروبار کا اصل آدمی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے۔ نواب صاحب اس معاملے میں خاص خیال رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ احسان خان نے جواب دیا۔

”اور کہنے لوگ یہ دھندہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”تین آدمی ہیں۔ سیٹھ اکمل، الیگزینڈر اور راجہ۔ لیکن وہ جھوٹے دھانے پر کام کرتے ہیں۔ بڑے جھانے پر کام صرف نواب صاحب کا ہے۔۔۔۔۔ راجہ نے کہا۔

”تو تم کوئی ثبوت مہیا نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ عمران کا بوجھ بھل گیا۔

”ہمارے پاس کوئی ثبوت ہے ہی نہیں۔۔۔۔۔ راجہ اور احسان خان نے کہا۔

”اوکے۔ پھر تو تم دونوں جھٹی کرو۔ نواب صاحب کو میں نہ

تاریخ کو جبکہ اب اس کے نائب نے کال کی ہے۔

”اسیے جناب۔ میں جبار خان بول رہا ہوں جناب۔“ چند لمحوں

بعد ایک اچھائی موڈ بانہ آواز سنائی دی۔

”کیا بات ہے۔ تم نے کیوں مجھے کال کیا ہے۔ احسان خان

کہاں ہے۔“ نواب صاحب نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”احسان خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے جناب۔“ دوسری طرف

سے کہا گیا تو نواب اکبر آصف بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ کیا جہار دماغ تو خراب نہیں ہے۔“ نواب

اکبر آصف نے اچھائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں جناب۔ ڈیرے پر ہر طرف لاشیں ہی

لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ آٹھ مسلح افراد کو گولیوں سے اڑا دیا گیا ہے

اور احسان خان اور خفیں بنانے والے غیر ملکی راجہ دونوں کو بھی

گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ان دونوں کو کرسیوں پر رسیوں سے

باندھ کر انہیں گولیاں ماری گئی ہیں جناب۔“ دوسری طرف سے

کہا گیا تو نواب اکبر آصف کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کس نے ایسا کی ہے۔ کون یہ جرأت کر

سکتا ہے۔“ نواب اکبر آصف نے حلق کے بل چھٹکے ہوئے کہا۔

اس کا چہرہ غصے کی شدت سے پھڑک رہا تھا۔

”میں جب ڈیرے پر گیا جناب تو وہاں ہر طرف لاشیں ہی لاشیں

تھیں۔ میں نے پولیس کو اطلاع نہیں دی جناب اور آپ کو فون کیا

میلی فون کی گھنٹی بجتے ہی نواب اکبر آصف نے ہاتھ بڑھا کر

رسیور اٹھالیا۔

”ہیں۔“ نواب صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”دار شو سے کال ہے جناب۔ جبار کی۔ وہ آپ سے فوری بات

کرنا چاہتا ہے۔“ دوسری طرف سے موڈ بانہ لہجے میں کہا گیا۔

”دار شو سے جبار کی کال۔ کون ہے یہ جبار میں تو اسے نہیں

جاتا۔“ نواب اکبر آصف نے اچھائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ جناب احسان خان کا نائب ہے۔ اس نے یہی بتایا ہے۔“

دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”اوہ اچھا۔ کراؤ بات۔“ نواب اکبر آصف نے چونک کر کہا

لیکن اس کی پیشانی پر غٹھنوں کا جال سا پھیل گیا تھا کیونکہ آج سے

بچنے دار شو سے ہمیشہ احسان خان کال کیا کرتا تھا اور وہ بھی مقررہ

”صرف اتنا معلوم ہوا ہے جناب کہ ایک سیاہ رنگ کی کار میں چار آدمی قصبے میں گھومتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے احمد علی کے ہوٹل میں چائے پی اور پھر وہ کار ڈیرے کی طرف جاتی دیکھی گئی ہے۔“ جناب نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم پولیس کو اطلاع کر دو اور انہیں میری طرف سے کہہ دینا کہ اس معاملے کو رسمی کارروائی کے انداز میں ذیل کریں۔ کسی جیلنس کی ضرورت نہیں ہے انہیں۔ وہ احسان خان کے ساتھ کسی کی ذاتی دشمنی کا کیس بنادیں گے اور سنو۔ فلموں کے سامان اور جنگل فیکٹری کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب تم احسان خان کی جگہ لے لو اور تمام انتظام سنبھال لو۔“ نواب اکبر آصف نے کہا۔

”جی بہت اچھا جناب۔ جیسے آپ کا حکم ہو گا ویسے ہی تعمیل ہوگی جناب۔“ جناب نے جواب دیا تو نواب اکبر آصف نے رسیور رکھ دیا۔

”اب ان کا خاتمہ ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تو حد سے بڑھتے جا رہے ہیں۔“ نواب اکبر آصف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن اب وہ بیٹھا یہی بات سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور نواب اکبر آصف نے چونک کر رسیور اٹھالیا۔

”ہیں۔“ نواب اکبر آصف نے تیز لہجے میں کہا۔

”برکت صاحب کا فون ہے جناب۔“ دوسری طرف سے

ہے۔ اب آپ جیسے حکم دیں۔“ جناب نے کہا۔

”لیکن یہ کام کس کا ہے۔ کس نے یہ جرأت کی ہے اور راجہ ڈیرے پر کیسے پہنچ گیا۔ وہ تو دارالحکومت چلا گیا تھا۔“ نواب اکبر آصف نے کہا۔

”جناب سٹیج اکل کا فون آیا تھا احسان خان کے پاس۔ میں اس وقت احسان خان کے پاس موجود تھا۔ سٹیج اکل نے کہا کہ راجہ کی زندگی کو شہر میں خطرہ ہے اس لئے وہ اسے ڈیرے پر پہنچ رہے ہیں تاکہ وہ محفوظ رہے اور احسان خان نے اسے ڈیرے پر بلوایا اور پھر اس کی حفاظت کے لئے آٹھ مسلح افراد بھی تعینات کر دیئے اور ڈیرے پر موجود فالتو آدمیوں کو ہٹوا دیا۔ اس کے بعد اچانک یہ واردات ہو گئی اور جناب جنگل فیکٹری میں بھی آگ لگا دی گئی ہے۔ وہاں فلموں کا سارا سامان صحن میں رکھ کر اسے جلا دیا گیا ہے۔ دھواں دیکھ کر لوگ وہاں پہنچے تو وہاں سامان جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ میں بھی وہاں گیا تھا۔ پھر جناب ایک ضروری کام سے چلا گیا۔ اس کے بعد ڈیرے پر گیا تو وہاں لاشیں پڑی تھیں۔“ جناب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہو نہ۔ تو یہ بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ وہی گروپ ہے جو فلموں کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ تم نے معلوم کیا ہے کہ یہ کون لوگ تھے۔“ نواب اکبر آصف نے اس بار سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ماسٹر گیم کلب"..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ماسٹر رجڑ سے بات کراؤ۔ میں نواب اکبر آصف بول رہا ہوں۔" نواب صاحب نے بڑے حکیمانہ لہجے میں کہا۔
"یس سر۔ یس سر۔"..... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو۔ ماسٹر رجڑ بول رہا ہوں۔"..... چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"نواب اکبر آصف بول رہا ہوں ماسٹر رجڑ۔"..... نواب اکبر آصف نے کہا۔
"یس سر۔ حکم سر۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں جناب۔" ماسٹر رجڑ نے کہا۔

"ماسٹر رجڑ۔ ایک گروپ میرے فلموں والے دھندے کے چھپے لگ گیا ہے۔ اس نے جارج اور سیف خان کو بھی ہلاک کر دیا ہے اور بھی بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا گیا ہے۔ دو آدمی بتائے جاتے ہیں۔ ایک کا نام ٹائیگر ہے اور دوسرے کا نام علی عمران بتایا جاتا ہے۔ یہ علی عمران سنٹرل ایشیائی جنس کے ڈائریکٹر سر عبدالرحمن کا ناخلف بیٹا ہے۔ ٹائیگر تو زخمی یا ہلاک ہو چکا ہے البتہ یہ علی عمران کام کر رہا ہے۔ کیا تم ان لوگوں کا خاتمہ کر سکتے ہو۔ تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا۔"..... نواب اکبر آصف نے کہا۔

مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"اوہ اچھا۔ کراؤ بات۔"..... نواب صاحب نے کہا۔

"جناب میں برکت بول رہا ہوں۔"..... چند لمحوں بعد ایک

مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کیوں فون کیا ہے۔"..... نواب صاحب نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب۔ احسان خان کی طرف سے کام ہی نہیں آ رہا۔ میں نے وہاں فون کیا تو احسان خان نے بتایا کہ آپ کے حکم پر کام بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ فلموں کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہو گئی ہے لیکن مال ہی موجود نہیں ہے۔ آپ نے کام مستقل طور پر تو بند نہیں کر دیا۔"..... برکت نے پوچھا۔

"نہیں۔ ایسا عارضی طور پر ہوا ہے۔ کچھ مساعی ہیں۔ ان کے حل کے بعد کام پختے سے زیادہ زور شور سے شروع ہو جائے گا۔"..... نواب صاحب نے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے سر۔"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو نواب صاحب نے رسیور رکھ دیا۔ وہ بیٹھے چند لمحوں سوچتے رہے پھر انہوں نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک ڈائری نکال کر اپنے سامنے رکھی اور اسے کھول کر صفحے پلٹنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ان کی نظریں ایک صفحے پر جم گئیں اور پھر انہوں نے فون کے نیچے موجود بٹن پر پریس کر کے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”ہونہر فائنس۔ ہر آدمی ان سے خوفزدہ ہے۔ اب میں کیا کروں۔ کس سے بات کروں“..... نواب اکبر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور رسیور دکھ کر وہ کافی در تک بیٹھا سوچتا رہا۔ آخر کافی در تک سوچتے سوچتے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے اس سلسلے میں واقعی خاموش رہنا چاہیئے ورنہ ہو سکتا ہے کہ ان کی ساری عزت خاک میں مل جائے۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ فون کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو وہ پھیلے ہی پریس کر چکا تھا۔ اس لئے یہ بٹن دوبارہ پریس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

”برکت بکچرز“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”نواب اکبر بول رہا ہوں۔ برکت سے بات کراؤ“..... نواب صاحب نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”یہ سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یہ سر۔ میں برکت بول رہا ہوں بھئی“..... چند لمحوں بعد برکت کی آواز سنائی دی۔

”سنو برکت۔ تم نے مجھے فون کیا تھا کہ فلموں والا کام کیوں بند کیا گیا ہے تو اب سن لو کہ ایک خطرناک گروپ ہمارے خلاف کام کر رہا ہے اور یہ سرکاری گروپ ہے اس لئے میں نے کام بند کر دیا ہے کیونکہ میں اپنی عزت داؤ پر نہیں لگا سکتا اس لئے اب تم نے بھی

”کیا علی عمران اکیلا یہ سب کچھ کر رہا ہے“..... ماسٹر پر ڈنٹے چونک کر پوچھا۔

”اور بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔ اب اکیلا وہ سب کچھ کیسے کر سکتا ہے“..... نواب اکبر آصف نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے جناب کہ آپ کے برنس کے خلاف فورسٹارز حرکت میں آگئے ہیں اور عمران فورسٹارز کے لئے بھی کام کرتا ہے اور یہ انتہائی خطرناک ترین لوگ ہیں اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ فوری طور پر سارا سیٹ اپ ختم کر دیں۔ ہر قسم کے ثبوت ملاویں اور خاموش ہو کر بیٹھ جائیں تاکہ یہ خوفناک لوگ آپ تک نہ پہنچ سکیں“..... ماسٹر پر ڈنٹے کہا۔

”مجھ تک۔ کیا مطلب۔ مجھ تک وہ لوگ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ تم جانتے نہیں ہو مجھے“..... نواب اکبر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں تو جانتا ہوں جناب لیکن آپ اس گروپ کو نہیں جانتے۔ یہ بڑے سے بڑے آدمی پر ہاتھ ڈالنے سے نہیں چوکتے اور انہیں حکومت کی سرپرستی حاصل ہے“..... ماسٹر پر ڈنٹے کہا۔

”تم اپنی بات کرو“..... نواب اکبر نے پھیلے کی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری نواب صاحب۔ میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مداخلت نہیں کر سکتا ورنہ یہ گروپ میرا بھی خاتمہ کر دے گا“..... دوسری طرف سے صاف جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

اس سلسلے میں احتیاط رکھنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ جہاد سے پاس پہنچ جائیں۔..... نواب صاحب نے کہا۔

”جناب۔ یہ کون سا گروپ ہے۔ آپ مجھے بتائیں میں انہیں ذیل کر لوں گا۔ ان کا مسئلہ رقم کی وصولی ہی ہو گا۔..... برکت نے کہا۔

”نہیں۔ وہ ایسا گروپ نہیں ہے۔ ان کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اس لئے تم انہیں ذیل نہ کر سکو گے لیکن تم نے خیال رکھنا ہے۔ تمام ثبوت ختم کر دو۔..... نواب اکبر نے کہا۔

”اب بے فکر رہیں سر۔ مجھ تک اول تو وہ پہنچ نہیں سکتے اور اگر پہنچ بھی گئے تو جہاں سے انہیں کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔..... برکت نے کہا۔

”اوکے۔..... نواب اکبر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

فورسٹرز کے ہیڈ کوارٹر میں عمران، صدیقی، غادر اور نعمانی کے ساتھ موجود تھا۔ دار شو قصبے سے وہ واپس آکر سیدھے رائل روڈ پر برکت بکسر گئے تھے لیکن وہاں کا ماحول دیکھ کر وہ واپس آگئے کیونکہ وہاں واقعی عام کاروباری انداز میں کام ہو رہا تھا۔ برکت بکسر کے ایک سیٹھ برکت کے بارے میں استہتا بتایا گیا تھا کہ وہ ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں اور ان کی واپسی ایک ہفتے بعد ہوگی اس لئے وہ واپس ہیڈ کوارٹر آگئے تھے۔

”عمران صاحب۔ اصل آدمی تو وہ نواب اکبر ہے اور باقی تین روپ بھی ہیں۔ ان پر ہاتھ کیسے ڈالا جائے۔..... صدیقی نے کہا۔

”صوبی بات سوچ رہا ہوں کیونکہ یہ کام بہت وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا ہے اور ان سب کا خاتمہ فورسٹرز نہیں کر سکتے اس لئے لازماً میلی جنس کو حرکت میں لانا پڑے گا لیکن انٹیلی جنس کو حرکت میں لانے کے لئے ثبوت چاہئے اور ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔“

شکریہ۔ مجھے کھل چھٹی ملی ہے اور اب میں فٹ ہوں۔ تم
سید کو ادھر میں ہو۔ کیا کوئی کہیں ہے۔۔۔۔۔ چوہان نے کہا۔
"ہاں۔ جہارے دفنی ہونے سے شروع ہونے والا کہیں اب
گئے بڑھ رہا ہے۔ عمران صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔۔۔۔۔ صدیقی
نے کہا۔

"تو پھر میں آجاؤں وہاں۔۔۔۔۔ چوہان نے کہا۔
"ایک منٹ۔ مجھے رسیور دو۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر ایسے لہجے
کہا جیسے اچانک اسے خیال آگیا ہو اور صدیقی نے رسیور عمران کی
طرف بڑھا گیا۔

"چوہان۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ ٹائیکڈ کا کیا حال ہے۔
ن نے پوچھا۔
"وہ اب کافی حد تک ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں آتے ہوئے
اس سے مل کر آیا تھا۔۔۔۔۔ چوہان نے کہا۔

"اوکے پھر آجاؤ یہاں ہیڈ کوارٹر۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے
بغیر ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر فون آنے پر اس نے تیزی سے
پیش کرنے شروع کر دیئے۔

"سپیشل ہسپتال۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز
آئی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب سے بات
کریں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

عمران نے کہا۔
"میں عام ویڈیو سنزوں کی بات نہیں کر رہا عمران صاحب۔ میں
ان سرخوشوں کی بات کر رہا ہوں۔ انہیں بھی تو اس سنگین اور مکروہ
جرم کی سزا ملنی چاہئے۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

"ہاں ضرور۔ لیکن نواب اکبر یا دوسرے جو لوگ ہیں سپاہیہ اکمل
ایگزیکٹو وغیرہ ان کے نام تو ہمیں معلوم ہیں لیکن ان کے خلاف
ثبوت موجود نہیں ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ انہیں گولی تو ماری جاسکتی ہے۔۔۔۔۔ نادر نے کہا۔
"لیکن اس طرح معاشرے میں ان کی عزت قائم رہے گی۔۔۔۔۔
چاہتا ہوں کہ پورے ملک کو معلوم ہو سکے کہ اس مکروہ کام کے پیچھے

یہ لوگ ہیں تاکہ آئندہ ایسے لوگ اس ٹائپ کے کاموں میں ہاتھ نہ
ڈالیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات
ہوتی اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی اور صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور
اٹھایا۔

"ہی۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔
"چوہان بول رہا ہوں صدیقی۔ میں نے جہارے فلیٹ پر فون
تھا لیکن تم وہاں نہ ملے تو میں نے یہاں فون کیا ہے۔۔۔۔۔ دو۔۔۔۔۔

طرف سے چوہان کی آواز سنائی دی۔
"تم ہسپتال سے واپس آگئے ہو۔ مبارک ہو۔۔۔۔۔ صدیقی
نے کہا۔

کیا جاتا ہے اور ان کے پرنٹ بنا کر پورے ملک میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس کے مالک سنیہ برکت کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو۔۔۔۔۔
عمران نے کہا۔

"نہیں ہاں۔ میں تو اس کا نام ہی آپ سے سن رہا ہوں۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس کا تعلق لامحالہ زیر زمین دیا سے ہوگا۔ کیا کوئی ایسا آدمی تھا جسے ذہن میں ہے جو اس بارے میں معلومات مہیا کر سکے۔"
عمران نے کہا۔

"کس قسم کی معلومات ہاں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔
"یہی کہ یہ سارا کام کہاں ہوتا ہے۔ لامحالہ ان لوگوں نے اس کے لئے کوئی خفیہ سیٹ اپ بنا رکھا ہوگا۔"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"آپ فیٹ سے فون کر رہے ہیں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔
"نہیں۔ فورسٹارز کے ہیڈ کوارٹر ہے۔ کیوں؟"۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا ہے لیکن میں جتنے اسے کنفرم کر رہا ہوں۔ پھر آپ کو خود ہی فون کروں گا۔"۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"اوکے، یہاں کا فون نمبر تو جہیں معلوم ہے ناں؟"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"یہی ہاں۔"۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے اوکے کہہ کر

"نہیں سر۔ ہولڈ کیجئے سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
"ہیلو۔ ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں۔"۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ڈاکٹر

صدیقی کی آواز سنائی دی۔
"علی عمران بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب۔ ٹائیگر کا کیا حال ہے؟"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"وہ اب کافی حد تک ٹھیک ہو چکا ہے البتہ اسے ابھی کم از کم ایک ہفتہ اور یہاں رہنا پڑے گا۔"۔۔۔۔۔ ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔
"اس سے بات تو ہو سکتی ہے یا اس کی بھی ممانعت ہے۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے ڈاکٹر صدیقی۔
انتہی پریشان ہوئے۔
"اوہ۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہولڈ کریں میں بات کر رہا ہوں۔"۔۔۔۔۔ ڈاکٹر صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ ٹائیگر بول رہا ہوں۔"۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔
"عمران بول رہا ہوں ٹائیگر۔ اب جہاری طبیعت کیسی ہے؟"

عمران نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔
"اللہ کا کرم ہے ہاں۔ اب میں کافی حد تک ٹھیک ہوں۔"
ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"راس روڈ پر ایک پکچر پارٹری ہے۔ برکت ٹیکرڈ۔ عزت۔
"ہندی فلموں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ انہیں وہاں ڈیجیٹل کر رکھا

تو اس نے حامی بھری ہے۔ میں نے اسے کہا ہے کہ میرا دوست غیر ملک گیا ہوا ہے جب وہ آئے گا تو میں اس سے ملواؤں گا۔ میرا مطلب ہے کہ اس وکٹری سے آپ کو معلومات مل سکتی ہیں۔ یہ اس دھندے میں پوری طرح ملوث ہے..... ناٹیکر نے کہا۔

یہ وکٹری کھب کہاں ہے..... عمران نے پوچھا۔

باس۔ بلاسم روڈ پر یہ کھب ہے۔ زیر زمین دنیا کے لوگوں کا خاص اڈا ہے..... ناٹیکر نے کہا۔

اوکے ٹھیک ہے میں چیک کرتا ہوں اسے..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے کال بیل کی آواز سنائی دی۔

یوہان آیا ہوگا..... صدیقی نے کہا اور تھوڑا سا سر ملاتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

اب اس وکٹری کو غمیرا جائے عمران صاحب..... صدیقی نے کہا۔

اس وکٹری بجائے اگر اس کنگ کا پتہ چل جائے تو معاملات زیادہ آسان ہو جائیں گے..... عمران نے کہا اور ایک بار پھر رسیور لگا کر اس نے انگوائری کے نمبر پر کال کر دی۔

انگوائری پلیر..... رابطہ قائم ہوتے ہی انگوائری فیسر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

وکٹری کھب کا نمبر دیں..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ایک نمبر بتا دیا گیا اور عمران نے کریڈل دیا اور پھر فون آنے پر

یہ کام وہاں کے کسی آدمی کو اٹھا کر کے بھی کیا جاسکتا ہے۔

عمران صاحب..... خاور نے کہا۔

نہیں۔ وہاں پورا ہیٹ ورک ہے۔ اس گھنٹے کام کا پورا گروپ یکسر علیحدہ ہوگا۔ ہاں وہ برکت مل جاتا تو پھر سب کچھ آسانی سے معلوم ہو جاتا..... عمران نے کہا اور خاور نے اثبات میں سر ہل دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون کی صفائی بج اٹھی تو صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا کیونکہ بہر حال وہ فورسٹار کا چیف تھا۔

لیں۔ صدیقی بول رہا ہوں..... صدیقی نے کہا۔

ناٹیکر بول رہا ہوں صدیقی صاحب۔ عمران صاحب یہاں ہوں۔

گے..... دوسری طرف سے ناٹیکر کی آواز سنائی دی۔

ہاں۔ بات کرو..... صدیقی نے رسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

لیں..... عمران نے رسیور لیتے ہوئے کہا۔

باس۔ مجھے آپ کی بات سن کر یاد آیا تھا کہ وکٹری کھب نے

مالک وکٹری نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ وہ عریاں فیسوں کا سامنے

دھندہ کرتا ہے اور وہ مال برکت پکڑنے کے پیچھے کنگ سے وصول کرتا

ہے۔ میں نے اس وقت تو اس بات پر توجہ نہ دی تھی کیونکہ مجھے

اس سلسلے میں کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن اب آپ کی بات سن کر مجھے یہ

آگیا ہے تو میں نے فون پر وکٹری سے بات کی ہے۔ میں نے اسے

کہا کہ میرے ایک دوست کو ایسی فلمیں چاہئیں۔ کیا وہ دلا سکتا ہے

دوران کمرے میں آکر کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔

"انکو انری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پر ریس کر دیئے۔
"وکٹری کلب"..... رابطہ قائم ہوتے ہی انکو انری آپریٹر کی آواز
سنائی دی۔

"رائی روڈ پر برکت بکچرڈ کا نمبر دیں"..... عمران نے کہا تو
دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا اور عمران نے کریڈل دبا دیا۔ پھر
ٹون آنے پر انکو انری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پر ریس کر دیئے۔

"برکت بکچرڈ"..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی
دی۔

"وکٹری کلب سے وکٹری بول رہا ہوں۔ کنگ سے بات کرنی
ہے۔" عمران نے اس بار وکٹری کے لیے اور آواز میں بات کرتے ہوئے
کہا۔

"یہاں تو کوئی کنگ نہیں ہے"..... دوسری طرف سے انتہائی
حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا تو عمران کے ساتھ ساتھ لاؤڈر پر دوسری
طرف سے آنے والی آواز سن کر باقی ساتھی بھی بے اختیار چونک
پڑے۔

"ہیئر کنگ۔ جس سے بلیو فلموں کے بارے میں سوچا ہوتا
ہے۔" عمران نے کہا۔

"سوری جنتاب۔ آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے۔ یہاں کوئی
ہیئر کنگ ہے اور نہ ہی یہاں غلط فلمیں تیار ہوتی ہیں"..... دوسری
طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے

انکو انری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پر ریس کر دیئے۔
"وکٹری کلب"..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک سخت اور کھردری

سی مردانہ آواز سنائی دی۔
"وکٹری سے بات کراؤ۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں"..... عمران نے
کہا۔

"ہولڈ کرو"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
"ہیلو۔ وکٹری بول رہا ہوں"..... چند لمحوں بعد ایک چمکتی ہوئی سی
آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں وکٹری"..... عمران نے ٹائیگر کی آواز میں
کہا۔
"اوو۔ ابھی تو تم سے بات ہوئی ہے"..... دوسری طرف سے

چونک کر پوچھا گیا۔
"ہاں۔ میں نے اس لئے دوبارہ فون کیا ہے وکٹری کہ میں تم سے
پوچھ سکوں کہ کیا تمہارے پاس ایسی فلمیں ہوتی ہیں جن میں مقامی
لڑکیوں کو استعمال کیا گیا ہو کیونکہ میرا دوست ایسی ہی فلموں کو
خواب دہشت مند ہے"..... عمران نے ٹائیگر کے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یہی بکچرڈ تو سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ مل جائیں گی۔
ایک سے ایک بڑھ کر"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے۔ بس یہی پوچھنا تھا"..... عمران نے کہا اور کریڈل دبا
کر اس نے ایک بار پھر انکو انری کے نمبر پر ریس کر دیئے۔ چوہان "۔

ایک طویل سانس لیٹے ہوئے رسیور رکھ دیا۔
"اس کا کیا مطلب ہوا۔ کیا وکٹر نے ٹائیکر سے بھی جھوٹ بولا

ہے۔" صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"نہیں۔ بلکہ اس سے میری بات کنفرم ہو گئی ہے کہ ان کالی اور
گندی فلموں کا سیٹ اپ علیحدہ ہے۔ اس ٹرک کی کابجہ بتا رہا تھا کہ وہ
سچ بول رہی ہے۔" عمران نے کہا۔

"تو پھر اس وکٹر پر ہاتھ ڈالا جائے۔" صدیقی نے کہا۔
"ہاں۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ تم اسے اٹھا کر
یہاں لے آؤ۔ پھر اس سے تفصیل سے معلومات ملیں گی۔" عمران
نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں ساتھ جاؤں گا۔" چوہان نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ چوہان کو لے جاؤ۔ اس کی وجہ سے ہی تو اس
کیس کا آغاز ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہام بھی اسی کے ہاتھوں ہی
ہو۔" عمران نے کہا تو صدیقی اور چوہان دونوں ہنس پڑے۔

صدیقی نے کار وکٹری کلب کے کپاؤنڈ گیٹ میں روکی اور پھر وہ
اسے ایک سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف لے جانے لگا۔
"پارکنگ میں کیوں کار لے جا رہے ہو۔ اس وکٹر کو اغوا کر کے
کار میں لے جانا ہے۔ اسے مین گیٹ کے سامنے روکو۔" سائیڈ
سیٹ پر بیٹھے ہوئے چوہان نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"کیا ضرورت ہے اسٹامبا بکھیرا کرنے کی۔ اس کے آفس میں ہی
اس سے پوچھ لیں گے۔" صدیقی نے کہا اور چوہان نے اثبات میں
سر ہلا دیا۔ پارکنگ میں کار روک کر وہ دونوں نیچے اترے اور پھر تیز
تیز قدم اٹھاتے ہوئے کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔
کلب کا ہال گچھلی بازار بنا ہوا تھا۔ مشیات کے خلیقہ دھوئیں اور سستی
شراب کی مکر وہ بو پورے ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہال اس وقت
طوائف منا عورتوں اور غنڈے ٹائپ مردوں سے تقریباً بھرا ہوا تھا

نہ تھا۔ شاید یہاں کسی کو رکھنے کی ضرورت نہ لگتی تھی۔ صدیقی نے دروازے پر دباؤ ڈال کر اسے کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں صوفے اور ایک بڑی سی آفس ٹیبل موجود تھی۔ آفس ٹیبل کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جو شکل و صورت اور رکھ رکھاؤ سے ہی زر زمین دنیا کا سرخند و کھائی دیتا تھا۔

”آؤ۔ آؤ۔ خوش آمدید۔“ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم جام نگر سے آئے ہو۔ میرا نام وکٹر ہے۔..... اس آدمی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ صدیقی نے اس سے مصافحہ کیا اور پھر وہ دونوں میز کی دوسری طرف بیٹھ گئے۔

”کہو۔ کیا کام ہے مجھ سے؟“..... وکٹر نے ان دونوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بزرگ سچر کے سبٹر کلگ سے ملنا ہے۔ وہ کہاں مل سکے گا۔“ صدیقی نے کہا۔

”اوہ۔ کیا کام ہے اس سے تمہیں؟“..... وکٹر نے اس بار چونک کر پوچھا۔

”ہم نے اس سے بیو فلموں کا ایک بڑا سودا کرنا ہے اور ہمیں جہاری سپ دی گئی ہے کہ جہارے ذریعے اس سے سودا ہو سکتا ہے۔ جہارا کمیشن تمہیں مل جائے گا لیکن سودا دینا اس سے براہ راست کرنا چاہتے ہیں۔“..... صدیقی نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں

سب لوگ اس انداز میں باتیں کر رہے تھے کہ ہاں واقعی کچھ لگتا تھا۔ ایک طرف بڑا سا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے تین خندے ہوئے تھے جن میں سے دو تو سروس دینے میں مصروف تھے جبکہ ایک بسے ہی بیٹھنے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ صدیقی اور چوہان سیدھے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔

”جی صاحب۔ کیا چاہتے آپ کو؟“..... اس آدمی نے ہوا خالی کھڑا تھا جھٹکے دار لہجے میں پوچھا۔

”وکٹر سے ملنا ہے۔ بڑے سودے کی بات کرنی ہے۔“ صدیقی نے خشک لہجے میں کہا۔

”کس قسم کا سودا؟“..... اس آدمی نے چونک کر پوچھا۔

”یہ جہارے مطلب کی بات نہیں ہے۔“ مجھے..... صدیقی کا لہجہ اور زیادہ خشک ہو گیا۔

”کیا نام ہے جہارا۔ پہلے تو تم کبھی نہیں آئے۔“..... اس آدمی نے ہوسٹ جباتے ہوئے کہا۔

”میرا نام صدیقی ہے۔ ہمارا تعلق جام نگر سے ہے۔“ صدیقی نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔“ سائیل راہداری میں چلے جاؤ آخر میں باس کا آفس ہے۔“..... اس نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور صدیقی سر ہلاتا ہوا راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ چوہان بھی اس کے پیچھے تھا۔

راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس کے باہر کوئی بھی موجود

صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا اجنی فلیس کنگ کے پاس ہوں گی..... صدیقی نے اس کی

بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں..... وکٹرنے جواب دیا۔

"جیلے ہمیں کنفرم کراؤ پھر ہم رقم بھی منگوا لیں گے..... صدیقی

نے کہا۔

"جیلے کچھ رقم شو کرو..... وکٹرنے گھاگ کا رو باری انداز میں

کہا۔

"ہم رقم ساتھ لے کر نہیں چل سکتے۔ تم کنفرم کراؤ تو ہم فون کر

کے پوری رقم منگوا لیں گے..... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا

تو وکٹرنے سائیڈ پر ہڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور اس نے نمبر

پریس کرنے شروع کر دیئے۔ صدیقی کی نظریں نمبروں پر جمی ہوئی

تھیں۔ وکٹرنے آخر میں لاؤڈر کا بین بھی پریس کر دیا تھا۔

"ٹاپ ہل..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی

دی۔

"وکٹری کلب سے وکٹری بول رہا ہوں۔ کالا سودا کرنا ہے۔ کنگ

سے بات کراؤ..... وکٹرنے کہا۔

"اوکے۔ ہو لڈ کرو..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ کنگ بول رہا ہوں..... چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز

سنائی دی۔

"سوری۔ میں اس انداز میں کام نہیں کرتا۔ تم مجھے بتاؤ تمہیں

کتنی فلیس اور کس ٹائپ کی فلیس چاہئیں۔ اس کی قیمت طے کرو۔

تمہیں مال مل جائے گا ورنہ تم ساری عمر بھی کنگ کو تلاش کرتے

رو تو وہ تمہیں نہیں مل سکے گا..... وکٹرنے کہا۔

"جیلے۔ ایسے ہی ہوں۔ ہمیں ایک ہزار فلیس چاہئیں لیکن شرط یہی

ہے کہ تم ہمارے سامنے کنگ سے بات کرو گے تاکہ ہماری تسلی ہو

جائے..... صدیقی نے کہا۔

"ایک ہزار۔ کون سی فلیس۔ مقامی ترکیبوں والی یا غیر ملکی۔

وکٹرنے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مقامی ترکیبوں والی۔ لیکن تھے پرمٹ ہوں..... صدیقی نے

کہا۔

"ہاں۔ مل جائیں گی۔ ایک فیم کے دس لاکھ روپے ہوں گے اور

اواٹنگی نقد ہوگی..... وکٹرنے کہا۔

"دس لاکھ تو زیادہ ہے..... صدیقی نے کہا۔

"اگر ایک ہی فیم کے دس دس پرمٹ لو تو رعایت ہو سکتی ہے۔

میرا مطلب ہے سو فلیس اور ہزار پرمٹ کیونکہ ان فیموں کے پرمٹ

آگے بنائے جاتے ہیں..... وکٹرنے کہا۔

"نہیں۔ ہمیں ایک ہزار مختلف فلیس چاہئیں..... صدیقی نے

کہا۔

"پھر دس لاکھ روپے سے کم میں سودا نہیں ہو سکتا۔ وکٹرنے

کی کنپٹی پر اس قدر بھر پور ضرب پڑی کہ اس کا جسم ایک جھٹکا کھا ساکت ہو گیا۔ چوہان بھلی کی سی تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ صدیقی نے جیب سے مشین پستل نکالا اور اس کی اس نے بے ہوش پڑے ہوئے وکٹری کنپٹی پر رکھ کر دبائی اور زبردستی دبا دیا اور اس کے ساتھ ہی وکٹری کھینچی بے شمار ٹکڑوں میں تبدیل ہوتی چلی گئی اور بھکی سی آواز بھی پیدا نہ ہوئی تھی۔

آؤ..... صدیقی نے مشین پستل کو واپس جیب میں ڈالنے سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کلب سے باہر نکلا۔ کلب کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کے قدموں میں تھیں کیونکہ وہ وکٹری لاش برآمد ہونے سے پہلے یہاں سے نکل چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار کلب کے گیٹاؤنڈ سے نکلی اور سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ پھر صدیقی نے کار ایک سڑک کی میں موڑ کر روک دی۔

ماسک میک اپ کر لو چوہان..... صدیقی نے کہا۔
یقین کار بھی تو چیک ہو سکتی ہے اور ہمارے لباس بھی۔
ان نے کہا۔

جی جلدی سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال چہرے بدل جائے۔
..... صدیقی نے کہا اور چوہان کار سے نیچے اترا اور پھر اس کی ریڈیو سیٹ اٹھا کر نیچے موجود ہاکس میں سے ماسک میک اپ نکال کر اسے کھولا اور اس میں سے دو ماسک نکال کر اس نے

وکٹری بول رہا ہوں کنگ۔ جام نگر سے ایک پارٹی کو ایک ہزار مختلف فلمیں چاہئیں۔ کالی فلمیں۔ سمجھ گئے ہوتاں۔ کیا تم فوری سپلائی کر سکتے ہو۔ ادائیگی نقد ہوگی..... وکٹری نے کہا۔

ہاں۔ کیوں نہیں۔ لیکن جام نگر میں تو مال جاتا رہتا ہے اور پھر وہ اتنا بڑا شہر نہیں ہے کہ وہاں ایک ہزار فلمیں کھپ سکیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

ہو سکتا ہے کہ پارٹی یہ مال کلب سے باہر بھجوانا چاہتی ہو۔ اس سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے..... وکٹری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے۔ بہر حال ادائیگی کمیشن ہوگی..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو وکٹری نے مسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر چمک تھی۔

اب تو ہمیں یقین آ گیا ہے۔ اب تم رقم منگوا لو..... وکٹری نے کہا۔

یہ ٹاپ بل کہاں ہے..... صدیقی نے پوچھا۔
"ہمیں اس سے مطلب ہے۔ یہ کوڈ ہے۔ تم رقم منگواؤ اور مار لو..... وکٹری نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ ہمیں فون کرنا ہوگا..... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"ہاں کر لو..... وکٹری نے مطمئن لہجے میں کہا لیکن دوسرے نے وہ ٹکٹ جیتنا ہوا میز پر سے گھسٹا ہوا نیچے قالین پر ایک دھماکے سے گرا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا صدیقی کی لات حرکت میں آئی اور

کہا۔

”خوبصورت عورتیں، سیکورٹی۔ کیا مطلب ہو؟ میں سمجھا نہیں۔“
صدیقی نے جواب دیا۔

”جہیں معلوم تو ہے کہ ہر چھوٹے بڑے ادارے میں استقبالیہ پر
خوبصورت لڑکیاں بٹنی ہوتی ہیں۔ بٹنی ہوتی ہیں ناں۔“ عمران
نے اس انداز میں سمجھانا شروع کر دیا جیسے استاد بچوں کو سمجھاتا ہے۔

”ہاں۔ لیکن وہ تو استقبالیہ گر لڑکی ہوتی ہیں۔ ان کا سیکورٹی سے کیا
تعلق؟“ صدیقی نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”سہی تو اصل سیکورٹی ہوتی ہے کہ سچے سچے اور سیکورٹی بھی
ہو جائے۔ اب اگر ان خوبصورت لڑکیوں کی جگہ وہاں خوشحال رکھتے
موجود ہوں تو لوگ انہیں گولی مار سکتے ہیں۔ کپلا کھلا سکتے ہیں اس
طرح سیکورٹی کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟“ صدیقی نے رنج ہو کر کہا۔

”کمال ہے۔ کنوارہ ہونے کے باوجود تم اس سیکورٹی کی اہمیت
نہیں سمجھ رہے۔ جو بھی اندر جاتا ہے وہ ان خوبصورت لڑکیوں کو ہی
دیکھنا شروع کر دیتا ہے اور پھر جب وہ مسکرا کر بات کرتی ہیں تو
صاحب ریشہ غلطی ہو کر رو جاتے ہیں اور اگر ان کے ذہن میں کوئی
اظہار خیال ہوتا ہے تو وہ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہ ٹھنڈی
آہیں بھرتا ہوا واپس چلا جاتا ہے۔ اب بتاؤ کیا یہ کامیاب سیکورٹی
نہیں ہے؟“ عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

بڈنگ میں نصب تھا سہانا فخر عمران فور سٹارز کے ساتھ اس کنگ
پکڑنے اور اس عمارت پر ریڈ کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ صدیقی
چوہان دونوں اسی ماسک میک اپ میں تھے جو انہوں نے وکٹ
کلب سے واپسی پر کیا تھا جبکہ وہ کار جس میں وہ وکٹری کلب گئے
انہوں نے وہیں بیٹھ کر انٹر میں ہی چھوڑ دی تھی۔

”عمران صاحب وہاں لانا سیکورٹی کے انتظامات کئے گئے ہوں
گئے۔“ صدیقی نے کہا۔

”مثلاً کس قسم کی سیکورٹی؟“ عمران نے چونک کر پوچھا۔
حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”مسلح افراد ہو سکتے ہیں۔ ایکٹرک وائر عمارت کے گرد پھیلان
سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کاروبار خفیہ جہ غائبوں
ہوتا ہو۔“ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو سیکورٹی سے تمہارا مطلب یہ تھا۔ میں تو ڈر ہی گیا تھا
عمران نے اس طرح طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے اس کے ذہن
سے کوئی بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔

”کیا مطلب۔ کیا میں نے غلط بات کی تھی؟“ صدیقی
عمران کے اس رد عمل پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں سمجھا تھا کہ شاید انہوں نے خوبصورت عورتیں
بٹھا رکھی ہوں گی کیونکہ ان دنوں یہ سب سے کامیاب سیکورٹی
جاتی ہے۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے

دماغ کے چودہ کیا چودہ ہزار طبق نہ صرف روشن ہو جائیں گے بلکہ ہر طبق میں سرچ لائٹس جل اٹھیں گی۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ ہمیں ہر بات پر پیشگی سمجھ آنا شروع ہو جائے گی۔..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”چلیں آپ خود ہی وضاحت کر دیں۔..... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کس بات کی وضاحت؟..... عمران نے کہا۔

”وہی ہدایات والی بات۔..... صدیقی بھی اپنی بات پر مصر ہو گیا تھا۔

”فلمیں حب بنتی ہیں جب کوئی ہدایات دیتا ہے۔ یعنی ہدایات دینے والا ہو اور ہم فلموں کے سلسلے میں ہی کام کر رہے ہیں۔ اب اگر میں خود ہی ہدایتکار بن گیا اور ایمان بی تک یہ اطلاع پہنچ گئی کہ ان کا صاحبزادہ ایسی گندی اور عریاں فلموں کا ہدایتکار ہے تو اس کے بعد میرا خیال ہے بغیر مونگ کی دال کھانے بھی تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا ہو گا۔..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور اس بار واقعی سب بے اختیار کھکھلا کر ہنس پڑے۔

”واقعی مونگ کی دال کھائے بغیر ہم اتنی گہری باتیں نہیں سمجھ سکتے۔..... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”صرف مونگ کی دال نہیں بلکہ آغا سلیمان پاشا کے ہاتھ کی پکی ہوئی مونگ کی دال۔ اس سے پہلے کہیں باقاعدہ غوطہ خوری کی

”تو آپ اس سیکورٹی سے خوفزدہ تھے۔..... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیونکہ فورسٹارز مع سپر سٹار کے کنوارے ہیں اس لئے۔“ عمران نے کہا تو کار ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھی۔

”ویسے عمران صاحب۔ آپ نے اس عمارت پر ریڈ کرنے کے سلسلہ میں کوئی ہدایات نہیں دیں۔..... ایمانک عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔

”ہدایات۔ ارے ان ہدایات کے چکر میں ہی تو ہم وہاں جا رہے ہیں۔ تم مجھے بھی اس چکر میں ملوث کرنا چاہتے ہو۔ اماں بی کو معلوم ہو گیا کہ صاحبزادہ ہدایات دیتے ہیں تو جلتے ہو کیا ہو گا۔ احباب کو پلاؤ کھانے کی بھی اجازت نہ مل سکے گی۔..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”کیا مطلب۔ ایک تو آپ بات ایسی بلیٹی ہوئی کرتے ہیں کہ جب تک آپ وضاحت نہ کریں ہمیں اس کی سمجھ ہی نہیں آتی۔“ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کاش چیف آف فورسٹارز اپنے ہر ممبر کو ایک آغا سلیمان پاشا جیسا باوقی رکھنے کا حکم دے دے۔..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”اس سے کیا ہو گا۔..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”مونگ کی دال کھانی پڑے گی اور مونگ کی دال کھانے سے

ٹریننگ حاصل کرنا پڑے گی۔..... عمران نے کہا۔

”خوط خوری کی ٹریننگ۔ آپ نے پھر اٹھی ہوئی بات کر دی۔..... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اس میں اٹھی ہوئی کون سی بات ہے۔ چلو تمہیں ایک لٹین سنانا ہوں اس سے تمہیں کچھ آجائے گی۔ اب کیا کیا جائے۔ چپلے لوگوں کو خود لٹین کچھ آیا کرتا تھا آج کل لٹینے سن کر بات کچھ میں آتی ہے۔ بہر حال ایک آدمی کسی کنکس کے گھر مہمان ٹھہرا۔ کنکس صاحب نے زبردست مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے گوشت پکایا لیکن جب کھانا اس مہمان کے سامنے آیا تو اس نے اپنے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے تو اس پر میزبان نے حیران ہو کر اس سے پوچھا کہ وہ کپڑے کیوں اتار رہا ہے تو مہمان نے کہا تاکہ لنگوٹ باندھ کر وہ اس شورپے میں خوط خوری کر سکے کہ شاید کوئی گوشت کی بوٹی ہاتھ آجائے۔..... عمران نے کہا تو کار ایک بار پھر قبضہ ہوں سے گونج اٹھی۔

”مطلب ہے کہ ہمیں بھی خوط خوری کر کے مونگ کی دال ڈھونڈنا پڑے گی۔..... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے جب ہاروی آغا سلیمان پاشا ہو گا اور مونگ کی دال ادھار آئے گی تو صرف پانی ہی بغیر ادھار میر آسکے گا۔..... عمران نے جواب دیا اور ایک بار پھر سب ہنس پڑے اور پھر اس سے چپلے کہ مزید کوئی بات ہوتی صدیقی نے کار آئو روڈ پر موڑ دی اور سب بے

اختیار سنبھل کر بیٹھ گئے۔ عمران کے چہرے پر بھی سنجیدگی طاری ہو گئی تھی۔ صدیقی نے کار کی رفتار آہستہ کر دی تھی تاکہ سینیٹہ بلڈنگ کو چرک کیا جاسکے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں ایک وسیع لیکن ایک منزلہ عمارت پر سینیٹہ بلڈنگ کا نام لکھا ہوا نظر آیا گیا۔ عمارت کا پھانگ کافی بڑا تھا لیکن اس پر کسی قسم کا کوئی بورڈ نہ لگا ہوا تھا۔ اس نے اپنے انداز اور طرز تعمیر سے یہ رہائشی عمارت لگتی تھی۔

”اب کیا کرنا ہے۔..... صدیقی نے کہا۔

”اندر جانا ہے اور کیا کرنا ہے۔ کار ایک سائیڈ پر روک دو۔“

عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صدیقی نے کار آگے لے جا کر ایک سائیڈ پر کر کے روک دی۔

”چپلے اندر بے ہوش کرنے والی گیس فائر کرو۔ پھر عقبی طرف سے ایک آدمی اندر جائے گا اور پھانگ کھول دے گا اور پھر وہاں اگر ضرورت پڑے گی تو سائینلر لگے مشین پشٹل استعمال کئے جائیں گے۔..... عمران نے باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے کہا اور سب نے ہدایات میں سر ملادیتے اور پھر وہ چاروں کاروں سے نیچے اتر آئے۔ عقبی سیٹ کے نیچے موجود ہاکس میں سے انہوں نے بے ہوش کر دینے والی گیس بے پشٹل کے ساتھ ساتھ سائینلر لگے مشین پشٹل بھی اٹھائے اور پھر سوائے صدیقی اور عمران کے خاور، نعمانی اور چوہان تیزی سے سڑک کر اس کر کے عمارت کی دونوں سائیڈوں کی طرف تقسیم ہو کر بڑھنے لگے۔ خاور اور چوہان ایک سائیڈ پر اور نعمانی

وہاں کوئی کار و فیروہ موجود نہ تھی۔ صدیقی نے کار خالی پورچ میں روک دی جبکہ خاور نے کار اندر آنے کے بعد پھانگ کو دوبارہ بند کر دیا۔

”مجھے تو یہ عمارت خالی لگتی ہے“..... صدیقی نے کہا۔

”بہر حال نکاشی تو لینی ہے“..... عمران نے کہا اور پھر وہ سب انتہائی احتیاط بھرے انداز میں عمارت میں داخل ہو گئے لیکن تھوڑی دیر بعد انہیں احساس ہو گیا کہ عمارت واقعی نہ صرف خالی ہے بلکہ طویل عرصے سے خالی پڑی ہوئی ہے کیونکہ وہاں پر کمرے میں کڑی کے جانے لگے ہوئے تھے اور فرش پر گرد کی دیر جہہ موجود تھی۔

”سیر اندازہ درست ثابت ہوا کہ نمبر خصوصی تھا۔ بہر حال ہمیں تہہ خانے چیک کرنے ہوں گے“..... عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیے۔ ویسے ان سب کے چہروں پر اب جیسے جوش و غروش نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے وہ سب جیسے ہی ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے عمران بے اختیار ٹھٹھک کر رک گیا۔

”اس کمرے کی طرز تعمیر بتا رہی ہے کہ جہاں سے تہہ خانوں کو راستہ جاتا ہے“..... عمران نے ادھر ادھر خور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ابھی اس کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ اچانک کمرے کی چھت سے الٹی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور وہ سب لاشعوری طور پر چھت کی طرف دیکھنے لگے لیکن پلک جھپکنے سے بھی کم عرصے میں انہیں

دوسری سائیز پر تھا۔ چند لمحوں بعد وہ تینوں عمران اور صدیقی کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

”اس عمارت کو دیکھ کر کون یقین کر سکتا ہے عمران صاحب کہ یہاں اس قدر گند اچرم ہوتا ہوگا“..... صدیقی نے کہا۔

”ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ صورت حال کو واضح ہونے دو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ نمبر خصوصی ہو“..... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد نعمانی اور چوہان واپس آ گئے۔

”خاور عقبی طرف سے اندر کو د گیا ہے۔ وہاں ایک درخت عقبی دیوار کے ساتھ موجود تھا“..... نعمانی نے کار کے قریب آ کر کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد بڑا سا پھانگ کھٹا نظر آنے لگا۔

”صدیقی تم کار لے آؤ“..... عمران نے صدیقی سے کہا اور پھر نعمانی اور چوہان کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا عمارت کے پھانگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھانگ اب کھل گیا تھا اور وہاں خاور نظر آ رہا تھا۔

”کیا ہے اندر“..... عمران نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

”میں نے چیک نہیں کیا۔ سائیز گلی سے سیدھا یہاں آ گیا ہوں۔ ویسے باہر یا عقبی طرف تو کوئی آدمی موجود نہیں ہے“..... خاور نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے۔ چند لمحوں بعد صدیقی کار لے کر آ گیا۔ عمارت کا پورچ بھی خالی تھا۔

ہو رہی تھی..... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ان فولادی کڑوں کو چٹیک کرنا شروع کر دیا اور پھر اس کے بھون پر لکھتے طنزیہ مسکراہٹ تیرنے لگی کیونکہ اس نے چٹیک کر لیا تھا کہ یہ کڑے ہٹنوں سے کھیلنے اور بند ہوتے تھے اور عمران بڑی آسانی سے انگلیوں کو موڑ کر ان ہٹنوں کو پریس کر سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے فوری طور پر اپنے آپ کو دبا کر ایسا چاہئے یا کسی کے آنے کا انتظار کرنا چاہئے کہ اچانک اس کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور کچے بعد دیگرے چار آدمی اندر داخل ہوئے جن میں سب سے آگے والا ایک بے قد اور انتہائی نحوس جسم کا آدمی تھا جس کا سر گھنٹا تھا البتہ اس کی بھونیں بڑی موٹی تھیں۔ اس کے چہرے پر ڈھنوں کے مندرجہ نشانہات بھی نظر آ رہے تھے۔ ویسے اس کا جسم اور اس کے پٹنے کا انداز دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ڈرنے بھرنے والا آدمی ہے۔ اس کے پیچھے آنے والے تینوں آدمی بھی خاصے جاندار تھے اور ان کے جسموں پر جڑے کی جینٹیں اور جیشز کی پتلونیں تھیں۔ ان میں سے دو کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں جبکہ ایک کے ہاتھ میں خاردار گولہ تھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو ہوش میں ہے۔ اسے کیسے خود بخود ہوش آ گیا۔“ اس گنگنے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”معلوم نہیں پاس۔ شاید اس پر ریز نے کم اثر کیا ہو گا۔“ دوسرے آدمی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

یوں محسوس ہوا جیسے ان کے ذہن تیزی سے ماؤف ہوتے جا رہے ہوں۔ عمران نے اپنے آپ کو سمجھانے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود۔ اس کے ذہن پر تیزی سے سیاہ پردہ سا پھیلتا چلا گیا۔ پھر جس طرح اچانک اس کے ذہن پر سیاہ پردہ پھیلتا تھا اسی طرح اچانک یہ پردہ سمٹنا شروع ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے تاریک ہونے ذہن پر روشنی کی بہریں پھیلتی چلی گئیں۔ پوری طرح ہوش میں آتے ہی عمران نے لاشعوری طور پر اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا کہ اس کی دونوں کھاتیاں دیوار میں نصب فولادی کڑوں کے اندر جکڑی ہوئی ہیں اور اس کا جسم نیچے کی طرف ڈھکا ہوا ہے لیکن دونوں کھاتیاں چونکہ سائیڈوں پر پھیلتا کر جکڑی گئی تھیں اس لئے جسم کا بوجھ بازوؤں پر نہ پڑ رہا تھا۔ عمران ہوش میں آتے ہی پوری طرح سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالیں تو اس کے باقی ساتھی بھی اسی طرح دیوار کے ساتھ فولادی کڑوں میں جکڑے ہوئے موجود تھے لیکن ان کے جسم ڈھکے ہوئے تھے اور گردنیں بھی ہوتی تھیں۔ وہ بے ہوش تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ کسی خاص اور نظر آنے والی ریز کی مدد سے انہیں بے ہوش کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ یہ ایک خاصا بڑا ہال بنا کرہ تھا جس میں صرف پلاسٹک کی دس بارہ کرسیاں سسٹنے والی دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔

”اب کچھ لطف تو آئے گا ورنہ اب تک تو ساری کارروائی یکطرفہ

کو پاگل ظاہر کرنا چاہتے ہو..... گنگے نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"تو تم کنگ ہو۔ عریاں قسموں کے کنگ..... عمران نے کہا تو گنگا بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوه۔ اوه۔ اب میں کچھ گیا۔ تو وہ تم ہو جو ہمارے گروپ کے خلاف کام کر رہے ہو۔ اوه تو یہ بات ہے..... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے وہ آدمی جو عمران کے ساتھیوں کو ہوش میں لانے میں مصروف تھا بچھے ہٹ گیا اور اس نے اپنی ویلٹ سے کوڑا کھول کر دوبارہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔

"تم غلط کہتے ہو۔ ہم تو نواب اکبر کے آدمی ہیں..... عمران نے غلط سمجھنے میں کہا۔ کیونکہ اس نے کنگ کی آنکھوں میں ابھرنے والی وحشتانہ چمک دیکھ لی تھی اور وہ سمجھ گیا تھا کہ کنگ کسی بھی لمحے بغیر ہچکچاتے ان پر گولیوں کی بارش کر سکتا ہے۔ زر زمین دنیا کے مشتعل مزاج آدمی ایسا ہی کرتے تھے۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ نواب اکبر کے آدمی۔ کیا مطلب ہو اس بات کا..... کنگ نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو تمہیں اسکا بھی نہیں معلوم کہ ان قسموں کا جو تم فروخت کرتے ہو اصل مالک کون ہے۔ تم یہ سمجھ رہے ہو گے کہ اصل مالک سینڈ برکٹ ہے۔ کیوں..... عمران نے منہ ہلاتے ہوئے کہا تو کنگ بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ہونہر۔ باقی تینوں کو بھی ہوش میں لے آؤ..... اس گنگے باس نے کہا اور بڑے ثخوت بھرے انداز میں ایک کرسی کو آگے ٹھیکٹ کر اس پر بیٹھ گیا جبکہ مشین گنوں سے مسلح دونوں آدمی اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے اور کوڑا بردار نے کوڑے کو مخصوص انداز میں اپنی ویلٹ کے ساتھ باندھا اور پھر جیکٹ کی جیب سے ایک شیشی نکال کر وہ عمران کے ساتھ کھڑے چوہان کی طرف بڑھ گیا۔

"تم کون ہو اور تم سیٹھ بلڈنگ میں اس انداز میں کیوں داخل ہوئے تھے..... کرسی پر بیٹھے ہوئے گنگے باس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مہذب لوگوں کی طرح پہلے تعارف ہونا چاہئے..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہر۔ تو تم مہذب پننے کی کوشش کر رہے ہو۔ ابھی جب جہاد کی کھال ادھڑے گی تو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ مہذب کسے کہتے ہیں..... گنگے باس نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کمال کا کیا ہے۔ وہ تو ادھڑنے کے لئے ہی بنائی گئی ہے لیکن کیا تم فارغ ہو۔ کوئی کام نہیں ملتا۔ اگر نہیں ملتا تو مجھے بتاؤ میرے گھر کے ساتھ ایک بلڈنگ بن رہی ہے وہاں تمہیں مزدوری دلوا سکتا ہوں..... عمران نے کہا۔

"ہونہر۔ مزدوری اور وہ بھی کنگ کرے گا۔ تم شاید اپنے آپ

ساتھ ہی اس نے مشین پستل جیب میں ڈالا اور پھر اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے اب وہ اطمینان سے سب کچھ معلوم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہو۔

”مورس“..... کنگ نے کرسی پر بیٹھتے ہی کوڑا بردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہیں باس“..... مورس نے اجنبی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اس آدمی کی زبان کھلاؤ۔ میں اس سے سچ سنا چاہتا ہوں۔“ گجے یہ آدمی بے حد شاطر لگتا ہے۔“..... کنگ نے کہا۔

”سنو کنگ۔“ لہنے اس آدمی کو روک لو اور جھپٹے بھ سے تفصیل سے بات کر لو۔ اس میں جہار ای فائدہ ہے۔“..... عمران نے یلخت مرد لہجے میں کہا۔

”میرے حکم کی تعمیل کرو مورس“..... کنگ نے تیز لہجے میں کہا تو عمران بکھ گیا کہ یہ آدمی اب آسانی سے باز نہیں آئے گا اس لئے اس نے ہنٹوں پر رکھی ہوئی انگلیوں کو پریں کیا۔ کنگ کی آواز کے ساتھ ہی اس کے بازو آزاد ہو گئے۔ اس دوران مورس تیزی سے آگے بڑھا ہی تھا کہ یلخت عمران کے دونوں بازو بھکی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور دوسرے لہجے مورس جھپٹا ہوا اچھل کر کرسی پر بیٹھنے ہوئے کنگ پر ایک دھماکے سے گرا اور وہ دونوں چھپتے ہوئے کرسی سمیت نیچے جا گرے۔ اسی لمحے عمران کے ساتھی بھی حرکت میں آچکے تھے۔ نتیجہ یہ کہ دونوں مسلح افراد جو ابھی حیرت سے کھڑے

”تم کون ہو۔ جلدی بناؤ۔ سب کچھ بتاؤ ورنہ“..... کنگ نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پستل نکال لیا۔

”اطمینان سے بیٹھ کر میری بات سنو۔ تم کنگ ضرور ہو لیکن صرف نام کے۔“ گجے۔ جس گروپ کے بارے میں تم کہہ رہے ہو اس گروپ کے خاتمے کے لئے نواب اکبر صاحب نے ہماری ڈیوٹی جہاں لگائی تھی۔“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہنٹوں والے کڑے ہیں اس لئے سب ہنٹوں پر انگلیاں رکھ لیں۔ ہمیں کسی وقت بھی ایکشن میں آنا ہو گا اور یہ سن لو کہ اس گجے کنگ کو زندہ پکڑنا ہے۔“..... عمران نے کنگ سے بات کرتے کرتے اپنا تک فریغ زبان میں اپنے ساتھیوں سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کون سی زبان بول رہے ہو۔“..... کنگ نے یلخت چھپتے ہوئے کہا۔

”میرے ساتھی غیر ملکی ہیں لیکن وہ مقامی میک اپ میں ہیں۔“ نواب صاحب نے انہیں خصوصی طور پر غیر ملک سے جہاں ملگوا ہے اس لئے انہیں ان کی زبان میں سمجھا رہا تھا کہ کنگ اور اس کے ساتھی اپنے آدمی ہیں۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”غیر ملکی۔ اوہ۔ یہ تو کوئی لمبا جکر ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم عام سے چور ہو۔“..... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے

گئے۔

”جہاں تو ہر طرف راہداریاں ہی ہیں..... چوہان نے کہا۔
”یہ تہہ خانوں کا جال ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم اس سیٹھ
بلنگ کے نیچے ہیں.....“ عمران نے کہا اور پھر وہ اس راہداری کے
اختتام پر ایک ہال کمرے میں داخل ہوئے تو بے اختیار ٹھٹھک کر
رک گئے کیونکہ وہاں انتہائی جدید بکریبارنری تھی۔

”اوہ۔ تو یہ ہے عریاں قسموں کو ڈیویپ کرنے اور ان کے پرنٹ
بنانے کا شیطانی کارخانہ.....“ عمران نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔
وہاں سے سائیل کے دروازے سے جب وہ ایک اور ہال میں پہنچے تو
عمران جیسے شخص کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھرائے۔ یہ
ہال مناکرہ بڑے بڑے قد آدم مخصوص انداز کے ریکیوں سے بھرا ہوا
تھا اور ان تمام ریکیوں میں ویڈیو کمیشنس سیکڑے حالت میں موجود
تھیں۔ ان کی تعداد یقیناً ہزاروں میں تھی۔ پھر انہوں نے ان سارے
تہہ خانوں کی چیکنگ کی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تقریباً چھ
بڑے بڑے ہال مناکرہ خانے ان ویڈیو کمیشنس سے بھرے ہوئے
تھے۔ یقیناً ان کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ ایک چھوٹا مناکرہ آفس کے طور
پر سجایا ہوا تھا۔ عمران اور چوہان نے اس کی تلاش یعنی شروع کر دی
اور پھر وہاں سے انہیں چند فائلیں مل گئیں جن میں ان کمیشنوں کے
بارے میں تفصیلات کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد اور ان لوگوں کے
نام اور پتے بھی موجود تھے جنہیں یہ کمیشنیں باقاعدگی سے بھیجی جاتی

تھیں۔ جھپکا رہے تھے چھٹے ہوئے اچھل کر نیچے گرے اور پھر کمیشنوں
پر ضرر نہیں کھا کر ساکت ہو گئے جبکہ اس دوران کنگ اپنے اوپر گرنے
والے مورس کو ایک طرف اچھال کر بجلی کی سی تیزی سے اٹھنے ہی
لگا تھا کہ عمران نے بکھٹ اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور بھاری جسم کا
کنگ ہوا میں کسی لٹو کی طرح گھومتا ہوا ایک خوفناک دھماکے کے
ساتھ فرش پر جا گرا جبکہ مورس کو نعمانی نے چھاپ لیا تھا۔ کنگ نے
نیچے گر کر ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر اس کا جسم ایک
زوردار جھٹکا کھا کر گر گیا اور ساکت ہو گیا۔ اس کا چہرہ انتہائی تیزی سے
سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے اس کی
گردن اور سر پر ہاتھ رکھ کر دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا
تو اس کی گردن میں آجانے والا بل ٹکل گیا اور اس کے ساتھ ہی اس
کا رکتا ہوا سانس بحال ہونے لگ گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ
بھی نارمل ہونا شروع ہو گیا۔

”اب کنگ کو کڑوں میں جکڑ دو۔ میں باہر چیکنگ کر لوں پھر آتا
ہوں اور صدیقی تم ان تینوں کی گردنیں توڑ دو.....“ عمران نے سرد
لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں.....“ چوہان نے کہا اور پھر وہ بھی
اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ اس کمرے
سے باہر راہداری تھی اور راہداری کا اختتام ایک اور کمرے میں ہو رہا
تھا۔ جب وہ اس کمرے میں پہنچے تو وہاں ایک اور راہداری میں

صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔

”وہ آپ کے ڈیڈی ہیں عمران صاحب“..... صدیقی نے کہا۔
 ”ہاں۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھے فائلیں پڑھتے رہتے ہیں اور اس مکر وہ دھندے کا یہاں اس قدر زور ہے“..... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ چوہان کے زخمی ہونے سے پہلے ہمیں بھی تو اس بارے میں کوئی علم نہ تھا جبکہ ہم بھی نہیں رہتے ہیں۔“ صدیقی نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کا سہا ہوا چہرہ بغلت نکلا۔

”تم بھی جا کر چوہان کی مدد کرو اور اس پوری عمارت کی ایک ایک اینٹ کی تلاش کو یہاں ہو سکتا ہے کہ کوئی خفیہ سیف ہو۔“ مجھے ایسے ثبوت چاہئیں جن سے اس گندے کاروبار کے اصل سرغموں کے خلاف ثبوت مل جائیں“..... عمران نے کہا۔

”اس کنگ سے معلوم ہو جائے گا“..... صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک باہر سے کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی تو وہ سب بے اختیار چونک پڑے۔

”عمران صاحب فون کی گھنٹی بج رہی ہے“..... چوہان نے کہا۔
 ”اوو اچھا“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی دوڑتا ہوا اس کمرے سے باہر نکل گیا۔ فون اس آفس والے کمرے میں ہی تھا۔

تھیں۔ ایک چھوٹے کمرے میں وہ مشینری بھی عمران کو نظر آگئی جس کی مدد سے سیٹھ بلڈنگ کے اوپر والے حصے کو نہ صرف یہاں پہنچے چٹیک کیا جاسکتا تھا بلکہ جس کمرے میں چاہے بے ہوش کر دینے والی ریز بھی فائر کی جاسکتی تھیں۔

”یہ تو بہت وسیع کاروبار ہے۔ یہ فہمیں تو کافرستان بھی سپلائی کر جاتی ہیں“..... چوہان نے ایک فائل دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم یہاں کی اچھی طرح تلاش لو۔ مجھے ایسے ریکارڈ کی ضرورت ہے جس سے اس کاروبار کے اصل سرغموں کے خلاف کوئی ثبوت مل سکے۔ میں واپس جا کر اس کنگ کی زبان کھواتا ہوں“..... عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ واپس اس کمرے کی طرف چل پڑا۔ چار کنگ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ عمران جب کمرے میں داخل ہو تو کنگ فولادی کڑوں میں جکڑا ہوا موجود تھا لیکن اس کا جسم ڈھکا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔

”کیا ہوا“..... صدیقی نے پوچھا۔
 ”اصل شیطانی کارخانہ یہی ہے“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پوری تفصیل بتادی۔

”اوو۔ وری ہیڈ۔ اس قدر وسیع کام ہوتا ہے“..... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ ڈیڈی کو یہاں بلاؤں اور انہیں مجھ کروں کہ وہ یہ فہمیں دیکھیں“..... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

رہنا۔ انہیں کسی صورت بھی تم تک نہیں پہنچنا چاہئے اور ہاں اگر کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو تم نے مجھے فوراً فون پر اطلاع دینی ہے۔ پوائنٹ تحریر پر ہوں میں۔" سیٹھ برکت نے کہا۔
"نھیک ہے۔" عمران نے مختصر سا جواب دیا اور دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ سیٹھ برکت ہمیں موجود ہے۔ اب یہ کنگ بتائے گا کہ پوائنٹ تحریر کہاں ہے۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔

"عمران صاحب۔ وہاں اس کمرے میں بھی فون کا کنکشن موجود ہے۔ میں فون وہاں ملے آؤں۔" چوہان نے کہا۔

"ہاں لے آؤ۔" عمران نے کہا اور آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بار پھر اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں کنگ فولادی کڑوں میں جکڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چوہان فون اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے فون کا پلگ ساکٹ میں لگا کر فون ہمیں کو ایک کرسی پر رکھ دیا۔

"اس کے کڑوں کے بن جام کر دو اور پھر اسے ہوش میں لے آؤ۔" عمران نے کہا تو چوہان سر ملاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے پہلے مخصوص انداز میں ان کڑوں کو جام کیا جس میں کنگ کی کھانیاں پھنسی ہوئی تھیں اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد کنگ کے جسم میں حرکت کے

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہیں۔ کنگ بول رہا ہوں۔" عمران نے کنگ کے لہجے میں کہا۔

"سیٹھ برکت بول رہا ہوں۔ کیا وجہ ہے اتنی دیر بعد فون کیوں اٹھایا گیا ہے تم نے۔" دوسری طرف سے اہتائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

"میں سیکورٹی کے انتظامات چیک کر رہا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"سنو۔ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ میرے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ وکٹری کلب کے وکٹر کو بھی اس کے آفس میں ہلاک کر دیا گیا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ ہلاک ہونے سے پہلے اس نے تمہیں کال کی تھی۔" سیٹھ برکت نے کہا۔

"اس نے مجھے فون کیا تھا کہ جام نگر کی کوئی پارٹی ہے جو ایک ہزار فلموں کا نقد سودا کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا فون نہیں آیا۔" عمران نے صدیقی کی رپورٹ کو ذہن میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں۔ میں نے بھی اس کی میپ سنی ہے۔ یہی بات تھی لیکن اس کے بعد اسے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ وہی گروپ ہے جو ہمارے خلاف کام کر رہا ہے۔ تم اب ہر لحاظ سے محتاط

"ہاں۔ یہ ہلاک ہو چکے ہیں۔ جانسن کہاں گیا ہے۔"..... عمران نے کہا۔

"سینہ برکت نے مجھے بتایا ہے کہ کوئی خاص گروپ ہمارے خلاف کام کر رہا ہے اس لئے میں کام بند کر دوں اور محلے کو فارغ کر دوں اور یہاں کی صرف حفاظت کروں۔ اس لئے میں نے محلے کو بھیج دیا ہے۔"..... کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنا عمدہ یہاں کام کرتا تھا۔"..... عمران نے پوچھا۔
"صرف دو آدمی جانسن اور بشیر۔"..... کنگ نے جواب دیا۔

"ان کے پتے کیا ہیں۔"..... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ سینہ صاحب کے بی آدمی تھے۔ میرا کام تو مرتلوں کی حفاظت کرنا اور انہیں مخصوص گاہکوں تک پہنچانا اور رقم اکٹھی کرنا ہے۔"..... کنگ نے جواب دیا۔ وہ واقعی اب اس طرح جواب دے رہا تھا جیسے فولادی کڑوں نے اس کی کلائیوں کی بجائے اس کے ذہن کو بھی گرفت میں لے لیا ہو۔

"جہاد مطلب ہے کہ اصل دھندہ سینہ برکت کا ہے۔"..... عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ مالک ہے اس سارے کاروبار کا۔"..... کنگ نے جواب دیا۔

"سینہ برکت اب کہاں ہے۔"..... عمران نے پوچھا۔

"اپنے گھر ہو گا یا کچر گلی پر اور کہاں جا سکتا ہے۔"..... کنگ

تاثرات نمودار ہوئے تو چوہان نے ہاتھ ہٹائے اور چپے ہٹ گیا۔

"اب یہ کوڑا اٹھا لو۔ شاید اس کی ضرورت پڑ جائے۔"..... عمران نے کہا تو چوہان نے ایک طرف پڑا ہوا کوڑا اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر بعد کنگ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم ہلکتا سن سنا گیا۔

"یہ۔ یہ۔ تم۔ تم نے مجھے جکڑا رکھا ہے۔ مجھے کنگ کو۔ کنگ نے ہوش میں آتے ہی ایسے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے کنگ کا جکڑا جانا سرے سے ممکن ہی نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے وحشیانہ انداز میں اپنے آپ کو چھوڑنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ عمران خاموش بیٹھا اسے یہ سب کچھ کرتے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد جب کنگ تھک سا گیا تو اس کا آکڑا ہوا جسم ساکت ہو گیا۔

"یہ فلموں کی ڈیوٹیلنگ اور پرنٹنگ کا کام کون کرتا ہے۔ تم تو اس ٹائپ کے آدمی نہیں ہو۔"..... عمران نے سر دھجے میں کہا۔

"جانسن کرتا ہے۔ یہاں ساری مشینری آٹومیٹک ہے۔"..... کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون جانسن ہے۔ اشارے سے بتاؤ۔"..... عمران نے فرش پر پڑے ہوئے ان دونوں مسلح اور اس کو خفی پر موجود افراد کی لاٹھروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ ان میں شامل نہیں ہے۔ یہ تو میرے باڈی گارڈ ہیں۔ کیا تم نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔"..... کنگ نے کہا۔

”جہارے اس مشورے کا شکریہ۔ فی الحال تم پوائنٹ تھری کے بارے میں بتاؤ“..... عمران نے کہا۔
”مجھے نہیں معلوم“..... کنگ نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔

”جوہان“..... عمران نے جوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور جوہان کو ذرا اٹھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

”میں نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل کر دو ورنہ تم مجھ پر جتنے بھی کوڑے برسالو تمہیں کچھ معلوم نہ ہو سکے گا“..... کنگ نے کہا تو عمران نے ہاتھ اٹھا کر جوہان کو روکنے کا اشارہ کیا۔

”تم مجھے پوائنٹ تھری کے بارے میں بتاؤ تاکہ میں سینیئر برکت سے سودا کروں۔ ویسے میں کسیے واپس جاسکتا ہوں“..... عمران نے کہا تو کنگ کے چہرے پر محنت حیرت کے تاثرات ابھرائے۔

”تم واقعی کارگر آدمی ہو۔ ٹھیک ہے۔ پوائنٹ تھری کالی میم کی کوٹھی کو کہتے ہیں“..... کنگ نے کہا تو عمران چونک پڑا۔
”کالی میم کی کوٹھی۔ کیا مطلب“..... عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

”کینٹ بازار سے شمال کی طرف ایک پرانی کالونی ہے جہاں چھٹے غرق ملکی رہتے تھے۔ وہاں ایک بہت بڑی کوٹھی ہے جسے کالی میم کی کوٹھی کہا جاتا ہے۔ وہی پوائنٹ تھری ہے“..... کنگ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”اس کا ابھی فون آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ پوائنٹ تھری پر ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ہو تو تم اسے پوائنٹ تھری پر کال کر سکتے ہو“..... عمران نے کہا۔

”سینیئر کا فون آیا تھا تو پھر کس نے جواب دیا“..... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے جہاری آواز اور لہجے میں“..... عمران نے اس بار اس کی آواز اور لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ تو تم کارگر آدمی ہو۔ حیرت ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے“..... کنگ کی حالت دیکھنے والی ہو گئی تھی۔

”جو سوال میں نے کیا ہے اس کا جواب دو اور یہ سن لو کہ اگر تم اسی طرح تعاون کرتے رہے تو جہاری جان بچ سکتی ہے کیونکہ تم بہر حال اصل آدمی نہیں ہو۔ ملازم ہو ورنہ دوسری صورت میں جہارا مہر حاکم حشر بھی ہو سکتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”تم سرکاری آدمی ہو“..... کنگ نے پوچھا۔
”ایسے ہی مجھ کو“..... عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر میرا مشورہ ہے کہ خاموشی سے واپس چلے جاؤ۔ ان لاشوں کو میں خود ہی ٹھکانے لگا دوں گا ورنہ سینیئر برکت کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ جہاری نوکری تو ایک طرف جہاری جان بھی جاسکتی ہے۔“ کنگ نے بڑے پر خلوص انداز میں مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

کالی میم کی کوٹھی۔ کیا مطلب۔۔۔۔۔ صدیقی نے بھی چونک کر کہا اور عمران نے اسے وہ سچ بتا دیا جو کنگ نے بتایا تھا اور ساتھ ہی اس کا حلیہ بھی بتا دیا۔

”اسے یہاں مت لاؤ۔ میں کہہ رہا ہوں اسے یہاں مت لاؤ۔“

کنگ نے یکھٹ چمکنے ہوئے کہا۔

”جاؤ اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔“ عمران نے کہا تو صدیقی اثبات میں سر ملاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

”وہاں کا فون نمبر بتاؤ تاکہ میں جہاں بات بھی کر سکوں اور خود بھی بات کر سکوں۔“ عمران نے کہا۔

”میری بات۔ اودہ نہیں۔ وہ سینٹر تو مجھے گولی مروا دے گا۔ وہ ایک شیر عالم آدمی ہے۔ تم خود ہی اس سے بات کر لو لیکن اسے یہ نہ بتانا کہ تم نے مجھ پر قابو پایا ہے۔“ کنگ نے اس بار پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ نمبر بتاؤ۔“ عمران نے کہا تو کنگ نے نمبر بتا دیا۔

”سینٹر برکت کا حلیہ بھی بتاؤ تاکہ میرا آدمی جب اس سے رقم لینے جائے تو اسے پہچان لے۔“ عمران نے کہا تو کنگ نے اثبات میں سر ملاتے ہوئے حلیہ بھی بتا دیا۔

”جوہان باہر سے صدیقی کو بلا لاؤ۔“ عمران نے جوہان سے کہا تو جوہان سر ملاتا ہوا کوڑا وہیں فرش پر رکھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد صدیقی اندر آگیا۔

”کیا ثبوت ملے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ بس لاکھوں کے نام دپتے اور فلموں کے ریکارڈ ہیں اور کچھ نہیں ہے۔“ صدیقی نے جواب دیا۔

”تم باہر کا راستہ تلاش کرو اور پھر نعمانی کو ساتھ لے کر جاؤ اور اس سینٹر برکت کو جہاں اٹھا کر لے آؤ۔ وہ کینٹ میں واقع کالی میم کی کوٹھی میں موجود ہے۔“ عمران نے کہا۔

مجھے معلوم ہے کہ چہار وقت بے حد قیمتی ہوتا ہے لیکن جو بات میں کرنا چاہتا ہوں وہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کون سی بات؟“ سر عبدالرحمن نے چونک کر کہا۔
”تمہیں معلوم ہے کہ چہار اکلوتا بیٹا ان دنوں کیا کر رہا ہے۔“
دوسری طرف سے کہا گیا تو سر عبدالرحمن کا بے اختیار منہ بن گیا۔
”کیا کر رہا ہے۔“ نکما اور نکھو آدمی کیا کر سکتا ہے لیکن تم نے یہ بات کیوں کی ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”سر عبدالرحمن۔ چہاری عورت کو میں اپنی عورت سمجھتا ہوں۔ چونکہ چہارے اور میرے خاندانی تعلقات ہیں اس لئے مجھے جب یہ اطلاع ملی کہ چہار اپنی علی عمران عریاں فلموں کا کاروبار کر رہا ہے تو حیران چانو مجھے بے حد دکھ پہنچا ہے۔“ نواب اکبر آصف نے کہا۔
”یہ کیا کہہ رہے ہو۔ وہ نکما اور نکھو تو ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے غیرت مند خون ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسا کام کرے۔“
عبدالرحمن نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”یہ بات مجھے میرے ایک دوست نے بتائی ہے اور وہ اس قدر متاد اور معزز آدمی ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے جب اسے بتایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اس نے مجھے اس کے الٹے کے الٹے میں بھی بتادیا جو ایک کالونی کی کوٹھی میں بنا ہوا ہے اور اس

سر عبدالرحمن اپنے آفس میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسپور اٹھایا۔

”ہیں۔۔۔۔۔“ سر عبدالرحمن نے دو ٹوٹ لہجے میں کہا۔
”نواب اکبر آصف صاحب بات کرنا چاہتے ہیں سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ان کے پی اسے کی مؤد بانہ آواز سنائی دی۔
”نواب اکبر آصف۔ کراؤ بات۔“ سر عبدالرحمن نے چونک کر کہا۔ ان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔
”ہیلو۔ نواب اکبر آصف بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک ہماری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ دوستانہ تھا۔

”عبدالرحمن بول رہا ہوں نواب اکبر۔ خیریت کیسے آفس ٹائم میں فون کیا ہے۔“ سر عبدالرحمن نے بھی دوستانہ لہجے میں کہا۔

تو کچھ جہارے دوست نے کہیں بتایا ہے یہ سب غلط ہے۔ مجھے اپنے خون پر مکمل اعتماد ہے۔..... سر عبدالرحمن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھا اور پھر انٹرکام کا رسیور نکال کر انہوں نے دو ہین پرپس کر دیئے۔

”میں سر..... دوسری طرف سے ان کے پی اے کی موبائل توالی ملتی دی۔“

”سپرٹنڈنٹ فیاض کو بھگواؤ.....“ سر عبدالرحمن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ان کے چہرے پر موجود سنجیدگی مزید گہری ہو گئی تھی۔ گو انہیں نواب اکبر کی بات پر قطعی یقین نہ آیا تھا کیونکہ اس بات کا انہیں یقین تھا کہ عمران چاہے کتنا ہی نکمرا اور لکھنوی لیکن وہ ایسی حرکت نہیں کر سکتا جو بے غیرتی کے ذمے میں آتی ہو۔ لیکن بہر حال وہ اس بارے میں مکمل تحقیقات کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ چند لمحوں بعد پردہ ہٹا اور سپرٹنڈنٹ فیاض اندر داخل ہوا اور انہوں نے قریب آکر باقاعدہ سیلوٹ کیا۔

”فوری ریڈنگ ٹیم حیار کراؤ۔ میں ساتھ جاؤں گا۔ جلد لیکن.....“ سر عبدالرحمن نے اہتائی خشک لہجے میں کہا۔

”کہاں ریڈ کرنا ہے سر.....“ سپرٹنڈنٹ فیاض نے حیران ہو کر پوچھا۔

”ہمیں۔ دارالحکومت میں ہی۔ جاؤ تم ابھی تک جیسے کھڑے ہو۔ میں نے فوراً کا لفظ کہا ہے۔“ سر عبدالرحمن نے اہتائی

لہجے بتایا کہ اس کا ایک غیر ملکی دوست اس کو ٹی وی سے وہ فلمیں عمران سے خرید کر لے گیا ہے۔ میں نے بعد میں اپنے طور پر جب اس کو ٹی وی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو مجھے پتہ چلا کہ یہ کو ٹی وی واقعی عمران ولد سر عبدالرحمن نے نیشنل پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ سے خویل عرصے سے کرایہ پر لے رکھی ہے۔ پھر میں نے اپنے ایک آؤٹ کو وہاں گاہک بنا کر بھیجا اور تم یقین کرو کہ اس آدمی نے مجھے ایسی ہی چار فلمیں وہاں سے لا کر دیں اور پھر اس نے اس آدمی کا جو صبر مجھے بتایا جس نے اس سے ڈیل کی تھی تو میں نے اپنے خاندانی اہل کاروں کے لئے اور انہیں چیک کیا تو ان میں سے ایک تصویر ایسی مل گئی جس میں میرے اور جہارے ساتھ جہارا بیٹا بھی موجود تھا اور میرے آدمی نے جو طے بتایا تھا وہ جہارے بیٹے کا ہی تھا۔ جس کے بعد یہ نے سوچا کہ میں کہیں فون کر کے یہ ساری صورت حال بتا دوں۔ اب آگے تم کیا کرتے ہو۔ یہ سوچتا بہر حال جہارا کام ہے۔“ نواب اکبر آصف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اس کالونی کا نام اور کو ٹی وی کا نمبر کیا ہے.....“ سر عبدالرحمن نے خشک لہجے میں پوچھا۔

”روشن کالونی کی کو ٹی وی نمبر اٹھارہ۔ اے بلاک.....“ نواب نے جواب دیا۔

”اوکے۔ جہارا شکر یہ کہ تم نے اپنے طور پر مجھے اس بات کا آگاہ کیا لیکن یہ بات ذہن سے کھرچ دو کہ میرا بیٹا یہ کام کر سکتا

بتاؤ کہ کیا کر رہا ہے ان دنوں وہ..... سر عبدالرحمن نے انتہائی سرد
عجے میں کہا۔

"نچ۔ جناب۔ آپ کو بھی معلوم ہے کہ سیکرٹ سروس کے چیف
صاحب ان سے کبھی کبھار کام لے لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ تو وہ کچھ
نہیں کرتے جناب۔ پھر یا فلیٹ میں بیٹھے مطالعہ کرتے دہتے ہیں یا
ہر آوارہ گردی..... سلیمان نے جواب دیا لیکن اس کے لہجے میں
جیت تھی۔

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے اس کے علاوہ..... سر عبدالرحمن نے
کہا۔

اس کے علاوہ تو اور کوئی بات نہیں ہے بڑے صاحب۔
سلیمان نے اس بار واضح انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"اچھی طرح سوچ لو۔ تم اس کے رازدار ہو اس لئے..... سر
عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"بڑے صاحب۔ کیا آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے..... سلیمان
نے اس بار جواب دینے کی بجائے انسا سوال کر دیا۔

"ہاں۔ اور یہ اطلاع ایسی ہے کہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ اسے
زیوں سے چھپائی کر دوں لیکن میں پہلے تحقیقات کرانا چاہتا ہوں اور
تحقیقات سے پہلے میں تم سے اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ
حقیقت میں بہر حال سب لوگ ہی موجود ہوں گے..... سر
عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

غصیلے لہجے میں کہا۔
"میں سر..... سر ٹنڈوٹ فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز

میں کہا اور سلیٹ کر کے وہ مڑا اور تیزی سے واپس چلا گیا۔ اس کے
کمرے سے باہر جانے کے بعد سر عبدالرحمن نے فون کے نیچے گئے
ہوئے پلن کو پریکٹ کرنے کے بعد اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر رسیور انڈ
کر نمبر پریکٹ کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف
سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ عمران کہاں ہے.....
عبدالرحمن نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"بب۔ بڑے صاحب۔ سلام۔ چھوٹے صاحب تو صبح سے گئے
ہوئے ہیں..... دوسری طرف سے سلیمان کی مستناتی ہوئی سی آواز
سنائی دی۔

"کیا کر رہا ہے وہ آج کل..... سر عبدالرحمن نے پہلے سے بھی
زیادہ خشک لہجے میں پوچھا۔

"وہ۔ وی۔ پرانی عادت ہے جناب۔ آوارہ گردی کی۔" سلیمان
نے رک رک کر قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو۔ مجھے کچھ بتاؤ کہ وہ کیا کر رہا ہے ان دنوں۔ اور یہ سن
کہ مجھے جو اطلاع ملی ہے اگر وہ کچھ ثابت ہوئی اور تم نے مجھ سے
بیانی کی تو جہار احشر اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہو گا اس لئے.....

کیونکہ سلیمان کی بات سن کر انہیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے سکون ان کے رگ و پے میں اترتا چلا گیا ہو۔

”بڑے صاحب۔ چاول کی پوری دلیک چمک کرنے کے لئے ایک چاول ہی کافی ہوتا ہے۔“ سلیمان نے فلاسفرانہ لہجے میں کہا۔

”ہونہ۔“ مجھے لگ رہا ہے کہ تم پر بھی اس شیطان کا رنگ چڑھ چکا ہے۔“ ٹھیک ہے میں تحقیق کر لوں پھر اس کے ساتھ ساتھ تم سے بھی پوچھا جائے گا۔“ سر عبدالرحمن نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اسی لمحے پردہ ہٹا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض اندر داخل ہوا۔

”سر ریڈنگ ٹیم تیار ہے۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ایک بار پھر سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

”ادھر آؤ۔“ سر عبدالرحمن نے کہا تو فیاض تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ اس کے بھرے پر حیرت تھی۔

”یہ مٹھو۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”مم۔ مم۔ مگر سر۔“ وہ ریڈنگ ٹیم۔“ سوپر فیاض نے قدرے دکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں کہہ رہا ہوں یہ مٹھو۔“ سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”یس۔ یس۔ سر۔“ سوپر فیاض نے اور زیادہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس طرح میز کی سائیڈ پر پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا جیسے کرسی کی سیٹ پر جھپٹے ہوئے انکارے رکھے ہوئے ہوں

”بڑے صاحب۔ جس نے آپ کو اطلاع دی ہے اس نے نذر پیا کی ہے۔“ اس بار سلیمان نے انتہائی پر یقین لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کیا اطلاع ملی ہے۔“ سر عبدالرحمن نے چونک کر پوچھا۔ ان کے چہرے پر پہلی بار غصے کے تاثرات ابھرنے لگے کیونکہ سلیمان کی بات بتا رہی تھی کہ یہ سمجھ گیا ہے کہ عمران کے بارے میں کیا اطلاع ملی سکتی ہے اور اس بات کی امید ہے کہ نواب اکبر کی بات اگر سو فیصد درست نہ ہو تو اس کی کوئی نہ کوئی بنیاد بہر حال ہے اور سر عبدالرحمن کے لئے اتنی بات ہی ناقابل برداشت تھی اس لئے انہیں پہلی بار غصہ اپنے لگ گیا تھا۔

”بڑے صاحب۔ آپ نے کہا ہے کہ اگر اطلاع درست ثابت ہوئی تو آپ چھوٹے صاحب کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔“ بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اطلاع ایسی ہے کہ چھوٹے صاحب خداخواستہ کسی برائی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور یہ بات غلط ہے۔

چھوٹے صاحب زبانی جو مرضی آئے کہتے رہیں لیکن بہر حال وہ آپ کے بیٹے ہیں اس لئے یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ وہ کسی برائی میں ملوث ہو سکتے ہیں۔“ سلیمان نے انتہائی اعتقاد بھرے لہجے میں کہا۔

”تم تو فلیٹ میں رہتے ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ وہ باہر کی رہتا ہے۔“ سر عبدالرحمن نے اس بار قدرے نرم لہجے میں

"م۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں سر..... سوپر فیاض نے ایسے لمحے میں کہا جیسے اسے کچھ ہی نہ آ رہی ہو کہ وہ جواب میں کیا کہے۔

"ہونہ۔ ٹھیک ہے۔ تو چلو....." سر عبدالرحمن جھٹکے اسے غور سے دیکھتے رہے اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے اٹھتے ہی سوپر فیاض بھی اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کرسی کی سیٹ پر موجود سپرنگ اچانک کھل گیا ہو۔ سر عبدالرحمن تیز قدم اٹھاتے آفس سے باہر آئے سبھاں دو چیمیں موجود تھیں جن کے ساتھ دو انسپکٹر اور چار سپاہی کھڑے تھے۔ انہوں نے سر عبدالرحمن کو دیکھتے ہی سیٹ کی کیا۔ سر عبدالرحمن خاموشی سے آگے بڑھے اور آگے والی جیب کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی باوردی ڈرائیور بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ سپرنٹنڈنٹ فیاض عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی انسپکٹر اور سپاہی عقبی جیب میں بیٹھ گئے اور ڈرائیور نے خاموشی سے جیب آگے بڑھا دی۔

"نیشل پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ کہاں ہے....." سر عبدالرحمن نے اچانک کسی خیال کے محنت عقبی سیٹ پر بیٹھنے ہوئے سوپر فیاض سے پوچھا۔

"اکبر روڈ پر سر....." سوپر فیاض نے جواب دیا۔ وہ شاید اس بارے میں جانتا تھا اس لئے اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا۔

"ڈرائیور اکبر روڈ پر چلو۔ نیشل پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ کے آفس....." سر

اور اسے مجبوراً ان پر بٹھنا پڑ رہا ہو۔

"عمران جہاد دوست ہے۔ کیوں....." سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض ایک بار پھر چونک پڑا۔ اس کے شاید خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ سر عبدالرحمن اس طرح اچانک عمران کا نام لے دیں گے۔

"سر۔ سر۔ سر۔ سر۔ سر۔ سر۔ سر۔ سر....." سوپر فیاض مکمل طور پر بوکھلا گیا تھا۔

"پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ آج کل کیا کر رہا ہے۔ یو۔ یو۔ کیا کر رہا ہے وہ....." سر عبدالرحمن نے بیٹھنے سے زیادہ قہقہے لگے میں کہا۔ "م۔ مجھے نہیں معلوم سر۔ مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ مجھے دو دنوں سے تو میں شہر سے باہر تھا اور آج صبح ہی میری واپسی ہوئی ہے اور میں ایئر پورٹ سے سیدھا گھر گیا اور پھر گھر سے آفس آ گیا ہوں اس لئے سر میں کیا کہہ سکتا ہوں....." سوپر فیاض کی حالت دیکھنے والی تھی۔

"میں نے صرف دو دنوں کی بات پوچھی ہے۔ کیوں....." سر عبدالرحمن نے آنکھیں ٹکالتے ہوئے کہا۔

"س۔ س۔ آپ نے آج کل کہا ہے....." سوپر فیاض نے ہونٹوں کے سے انداز میں کہا۔

"آج کل۔ مطلب دو دن ہوتے ہیں۔ کیوں....." سر عبدالرحمن نے غزاتے ہوئے کہا۔

عبدالرحمن نے ڈرائیور سے کہا۔

”میں سر..... ڈرائیور نے اجنبائی موڈ ہاٹ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب موڑ دی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں جیسٹیشن پر اپنی ڈیلر کے آفس کے سامنے پہنچ چکی تھیں۔

”صرف تم میرے ساتھ آؤ گے.....“ سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے کہا اور نیچے اتر کر آفس کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ سوپر فیاض نے اشارے سے عقبی جیب والوں کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ بھی تیز تیز قدم اٹھاتا سر عبدالرحمن کے پیچھے چل پڑا۔ آفس خاصا بڑا تھا اور وہاں تین چار مختلف کاؤنٹرز تھے۔ ایک طرف شیشے کا کیبن تھا جس کے دروازے پر میجر لکھا ہوا تھا۔ سر عبدالرحمن تیز تیز قدم اٹھاتے میجر کے آفس کی طرف بڑھ گئے۔ ہال میں موجود افراد سوپر فیاض کی یونیفارم دیکھ کر حیرت سے ہونک پڑے۔ سر عبدالرحمن سوٹ میں تھے۔ جب وہ میجر کے آفس کے دروازے کے قریب پہنچے تو سوپر فیاض نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ایک سامیٹ پر ہو گیا۔ سر عبدالرحمن خاموشی سے اندر داخل ہوئے تو ادویہ عمر میجر کی گھٹ اٹھ کھڑا ہوا۔

”سر عبدالرحمن ڈائریکٹر جنرل منزل اٹیلی جنس بیورو“۔ سوپر فیاض نے کہا تو میجر کے ہجرے پر ٹیگٹ اجنبائی بوکھلاہٹ سی جاری ہو گئی۔

نے اجنبائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید یہ سر عبدالرحمن کی شخصیت کا تاثر تھا کہ اس جیسا ادویہ عمر کا آدمی بھی بوکھلا سا گیا تھا۔

”مسٹر میجر۔ روشن کالونی میں کو فنی نمبر اٹھارہ اے بلاک کا ریکارڈ منگواؤ.....“ سر عبدالرحمن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے غصہ لہجے میں کہا۔

”میں سر۔ میں سر.....“ میجر نے کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کسی کو روشن کالونی کا ریکارڈ لانے کے لئے کہا۔ سوپر فیاض ابھی تک کھڑا ہوا تھا۔

”بیٹھو.....“ سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے کہا۔

”میں سر۔ تمہیں یو سر.....“ سوپر فیاض نے کہا اور اجنبائی موڈ ہاٹ انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

”آپ بھی بیٹھیں.....“ سر عبدالرحمن نے میجر سے مخاطب ہو کر کہا جو بوکھلاہٹ کے عالم میں ابھی تک کھڑا تھا۔

”شکر یہ سر۔ آپ کیا پتا پسند کریں گے جناب.....“ میجر نے شاید پہلی بار اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں۔ ہم ڈیوٹی پر ہیں.....“ سر عبدالرحمن نے غصہ لہجے میں کہا۔

”سر۔ آپ نے اپنے آفس میں ریکارڈ طلب کر لیا ہوتا سر۔“ میجر نے خوشامد لہجے میں کہا لیکن سر عبدالرحمن نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ چند لمحوں بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ایک

کرایہ پر چڑھی ہوئی ہے۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"میں سر..... پیئجر نے کہا۔

"کیا تم اس کرایہ دار کو ذاتی طور پر جانتے ہو؟..... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے تو اس فرم میں آئے ہوئے دو سال ہوئے ہیں اور کرایہ بھی چھیک کی صورت میں آتا ہے؟..... پیئجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

'ہونہر۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ۔..... سر عبدالرحمن نے کہا اور

اپنے کمرے ہوئے۔ ان کے اٹھتے ہی سوپر فیاض بھی اٹھ کھڑا ہوا اور

پیئجر بھی۔ سر عبدالرحمن دروازے کی طرف مڑ گئے۔ سوپر فیاض ان

کے پیچھے تھا لیکن اس کے چہرے پر حیرت تھی کیونکہ یہ اس کے لئے

یکسر نئی بات تھی کہ یہ کوٹھی عمران نے کرائے پر لی ہوئی ہے لیکن

وہ اس لئے خاموش ہو گیا تھا کہ عمران بہر حال کسی بھی مقصد کے

لئے کوٹھی کرایہ پر لے سکتا ہے۔ اس میں کوئی بڑی بات نہ تھی۔

اسے صرف حیرت اس بات پر تھی کہ عمران نے بھی اس سے اس

کوٹھی کے بارے میں کوئی ذکر نہ کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ

بھی سوچ رہا تھا کہ سر عبدالرحمن کیوں اس کی چیکنگ خود جا کر کر

رہے ہیں اور اس بات سے اس کے دل میں کھٹک سی ہو رہی تھی کہ

اس کے پس منظر میں کوئی خاص بات بہر حال موجود ہے لیکن وہ

خاموش تھا کیونکہ وہ سر عبدالرحمن کی نفسیات سے اچھی طرح واقف

بڑا سار جسٹر اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے خاموشی سے رجسٹر پیئجر کے سامنے رکھ دیا۔ پیئجر نے اسے وہیں رکھنے کا اشارہ کیا اور پھر رجسٹر کھول دیا اور پھر چند صفحے پلٹنے کے بعد اس کی نظریں ایک صفحے پر جم گئیں۔

"کوٹھی شیر العارہ اسے بلاک کا کارڈ لے آؤ..... پیئجر نے اس نوجوان سے کہا۔

"میں سر..... نوجوان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ پیئجر نے اپنے

رجسٹر اٹھایا اور اسے اٹھا کر سر عبدالرحمن کے سامنے رکھ دیا۔

"یہ سر۔ دیکھ لیں سر..... پیئجر نے ایک خانے پر انگلی رکھتے

ہوئے کہا اور سر عبدالرحمن کی نظریں اس خانے پر جم گئیں۔ ان کے

سمتے ہوئے اعصاب مزید کھینچ گئے تھے۔ پاس بیٹھے ہوئے سوپر فیاض کی

نظریں بھی اس خانے پر جمی ہوئی تھیں اور پھر اس کے چہرے پر

انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ خانے میں علی عمران

ولد سر عبدالرحمن کا نام بطور کرایہ دار لکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی اس کا

مستقل پتہ دو سو کنگ روڈ بھی درج تھا۔ اسی لمحے نوجوان کارڈ لے

کر آگیا۔

"یہ دیکھیں سر۔ یہ کارڈ اس پر کرائے کی وصولی کے اندراجات

موجود ہیں..... پیئجر نے کارڈ لے کر سر عبدالرحمن کے سامنے رکھتے

ہوئے کہا۔

"ہونہر۔ اس کا مطلب ہے کہ گزشتہ تین سالوں سے یہ کوٹھی

دیا۔

"اندر چلو"..... سر عبدالرحمن نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھے اور پھر چھوٹے پھانک سے اندر داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے وہ نوجوان اور اس نوجوان کے پیچھے سوپر فیاض بھی اندر داخل ہو گیا۔ کوٹھی کا پورچ خالی تھا۔

"کیا نام ہے جہاد"..... سر عبدالرحمن نے برآمدے میں پہنچ کر رکتے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میرا نام قاسم ہے جتاپ۔ مگر آپ۔ میرا مطلب ہے کہ۔" نوجوان نے ہنسے اور قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم یہاں ملازم ہو"..... سر عبدالرحمن نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"جیسا سر۔ میں ملازم ہوں"..... قاسم نے جواب دیا۔

"کس کے ملازم ہو"..... سر عبدالرحمن کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔ سوپر فیاض خاموش کھڑا تھا۔

"علی عمران صاحب کا"..... قاسم نے جواب دیا۔

"کب سے یہاں ہو"..... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"تین سال ہوئے ہیں"..... قاسم نے جواب دیا۔

"کیا وہ یہاں آتا رہتا ہے"..... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اکثر آتے رہتے ہیں"..... قاسم نے جواب دیا۔

"ان کا حلیہ کیا ہے"..... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے کوئی سوال کر دیا تو پھر سر عبدالرحمن اسے بری طرح تھما دیں گے اس لئے وہ خاموش تھا۔

"روشن کالونی کی کوٹھی شہر الحارہ اے بلاک چلو"..... سر عبدالرحمن نے جیب میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ سوپر فیاض خاموشی سے عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

"جیسا سر"..... ڈرائیور نے کہا اور جیب آگے بڑھا دی۔ دوسری جیب بھی ان کے پیچھے تھی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں جیسین روشن کالونی میں داخل ہوئیں اور پھر ڈرائیور نے جیب ایک اوسط درجے کی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے روک دی۔ سٹون پر کوٹھی شہر الحارہ اے بلاک درج تھا۔ سر عبدالرحمن خاموشی سے نیچے اترے تو سوپر فیاض بھی تیزی سے نیچے اتر آیا۔ عقبی جیب میں موجود افراد بھی نیچے اتر آئے تھے لیکن وہ خاموشی سے جیب کے ساتھ کھڑے تھے۔

"کال بیل دو"..... سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے کہا تو سوپر فیاض نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بلن پریس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد کوٹھی کا چھوٹا پھانک کھلا اور ایک نوجوان باہر آ گیا۔ وہ باہر موجود جیسین، سر عبدالرحمن اور سوپر فیاض کو دیکھ کر چونک پڑا تھا۔

"جیسا سر"..... اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کوٹھی میں جہاد سے علاوہ اور کون موجود ہے"..... سر عبدالرحمن نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"میں اکیلا ہوں سر"..... نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب

”ہمارا تعلق ایتلی جنس سے ہے۔ مجھے۔ چلو دکھاؤ مکہ“..... سر
عبدالرحمن نے اور زیادہ خشک لہجے میں کہا۔
”اوہ یس سر۔ یس سر“..... قاسم ایتلی جنس کا سن کر یو کھل گیا
تھا اور پھر وہ انہیں راہداری کے آخر میں واقع ایک دروازے پر لے
آیا۔ اس دروازے پر واقعی تالا لگا ہوا تھا۔

”اسے توڑ دو سوپر فیاض“..... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر
فیاض نے ہولسٹر سے ریوالتور نکالا اور اس کی نال تالے پر رکھ کر اس
نے ٹریگر دبا دیا۔ دھماکے کے ساتھ ہی تالے کے پرٹے اڑ گئے تو سوپر
فیاض نے ریوالتور واپس ہولسٹر میں رکھا اور پھر کلڈا ہٹا کر اس نے
دروازہ کھول دیا۔ سر عبدالرحمن اندر داخل ہو گئے۔ وہ مکہ آفس کے
انداز میں سجایا گیا تھا۔ ایک طرف ایک قدم آدم الماری تھی جس کا
لاک بند تھا۔ ایک کونے میں ٹی وی ٹرائی پر رکھا ہوا تھا اور اس کے
نیچے ٹرائی میں وی سی آر بھی موجود تھا۔

”اس الماری کو کھولو“..... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض
نے اس تالے پر بھی فائر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے الماری
کے پٹ کھولے تو الماری کے چار خانے تھے جو ویڈیو کیمنٹس سے
بھرے ہوئے تھے۔

”ان میں سے ایک کیسٹ نکالو اور پھر وی سی آر پر لگا کر ٹی وی
نن کر دو“..... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے خاموشی سے
ایک ویڈیو کیسٹ نکالی۔ اسے کیس میں سے نکالا اور آگے بڑھ کر

”حلیہ۔ مم۔ مگر سر“..... قاسم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔ مجھے“..... سر عبدالرحمن
نے اجنبی سخت لہجے میں کہا تو قاسم نے جلدی سے حلیہ بتانا شروع کر
دیا اور سر عبدالرحمن کے بھرے کے اعصاب مزید کھینچ گئے کیونکہ
حلیہ عمران کا ہی تھا۔

”یہاں کیا ہوتا ہے۔ کون کون لوگ یہاں آتے ہیں“..... سر
عبدالرحمن نے پوچھا۔
”جی صاحب ویڈیو کیمنٹس کا کاروبار کرتے ہیں۔ یہاں ان کا
سٹاک ہوتا ہے۔ جب کوئی گاہک آتا ہے تو صاحب بھی آتے ہیں اور
کاروبار کرتے ہیں“..... قاسم نے جواب دیا تو سوپر فیاض بے اختیار
اچھل پڑا۔

”کس قسم کی ویڈیو کیمنٹس“..... سر عبدالرحمن نے اور زیادہ
خشک لہجے میں کہا۔

”جی مجھے تو معلوم نہیں۔ میں تو ملازم ہوں جناب۔ صرف
جو کیڈا رہوں“..... قاسم نے جواب دیا۔

”کہاں ہیں وہ ویڈیو کیمنٹس“..... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔
”جی ایک بڑے کمرے میں ہیں۔ اس پر تالا لگا ہوا ہے۔ صاحب
خود ہی آکر کھولتے ہیں“..... قاسم نے جواب دیا۔

”چلو دکھاؤ وہ مکہ مجھے“..... سر عبدالرحمن نے کہا۔
”مم۔ مگر صاحب۔ آپ“..... قاسم نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

اس کا مطلب ہے کہ وہ نہیں میں بے غیرت ہوں۔ میں اس کا باپ بے غیرت ہوں۔..... سر عبدالرحمن اشعوری انداز میں بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔

”سر۔ یہ سازش ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ عمران ایسا نہیں کر سکتا۔..... سوپر فیاض نے آخر کار کہہ دیا۔ اسے بھی یوں محسوس ہوا تھا جیسے یہ الفاظ اس کے منہ سے خود بخود نکل رہے ہوں۔

”تم۔ تم کہہ رہے ہو۔ تم بھی اس کے دوست ہو۔ اس بے غیرت کے دوست۔ تم اسے سازش کہہ رہے ہو۔ تم نے خود کرایہ کا دیکر دیکھا ہے۔ تین سال سے یہ مکروہ دھندہ ہو رہا ہے۔ تم نے قاسم کے منہ سے علیہ بھی سن لیا۔ تم نے خود اس الماری میں بڑے ہوئے کبیت بھی دیکھ لئے۔ اب بولو یہ سازش ہے۔ کیا یہ سازش تین سالوں سے چل رہی ہے۔ تم بھی اس کے دوست ہو۔ تم بھی اس کے ساتھی ہو۔..... سر عبدالرحمن نے یکتخت غصے کی شدت سے جھنجھٹے ہوئے لہجے میں کہا لیکن نجانے کیا بات تھی کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود دن کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ سازش ہے۔ عمران ایسا نہیں ہو سکتا۔

”بتاب۔ یہ واقعی سازش ہے۔ عمران ایسا نہیں ہو سکتا۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں مر تو سکتا ہوں لیکن یہ بات کسی صورت بھی ماننے کے لئے حیا نہیں ہوں کہ عمران ایسا ہو سکتا ہے۔ نہیں بتاب۔ یہ سب غلط ہے۔ یہ سب سازش ہے۔..... سوپر فیاض نے

اس نے اسے وی سی آر پر لگا دیا۔
”تم باہر جاؤ۔..... سر عبدالرحمن نے قاسم سے مخاطب ہو کر کہہ جو اندر آکر خاموش کھڑا ہوا تھا اور قاسم خاموشی سے باہر نکل گیا۔
”چلاؤ اسے۔..... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے وی سی آر اور ٹی وی آن کر دیا۔ چند لمبے سکریں پر آدھی ترمیمی لکیریں دوڑتی نظر آئیں پھر یکتخت ایک جھماکے سے ایک سین اچھا لیا۔
”بند کرو۔ اسے بند کرو۔..... سر عبدالرحمن نے یکتخت جھنجھٹے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گئے تھے۔ سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز میں وی سی آر آف کر دیا۔ اس کے چہرے کے اعصاب حیرت کی شدت سے جھنجھٹنے کے قریب ہو رہے تھے۔

”بند کر دیا ہے۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔
”میں سر۔..... سوپر فیاض نے مڑتے ہوئے کہا۔
”ہو نہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے عمران کو اپنے ہاتھوں سے گولی مار کر خود کشی کرنا ہوگی۔ اب یہ ضروری ہے۔.....“
عبدالرحمن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ انتہائی ڈھیلے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے منہ ہوئے کاندھے یکتخت جھکا گئے تھے اور ان کے چہرے کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ یکتخت اپنی عمر سے پچاس سال زیادہ بوڑھے ہو گئے ہوں۔
”میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ عمران اس حد تک بھی گر سکتا ہے۔

پوچھا۔

"سیاہ رنگ کی کار قحی بڑی سی۔ ماڈل کا تجھے علم نہیں ہے جناب۔ میں تو ان بڑے آدمی ہوں جناب۔" قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھا سر آپ نے۔ عمران کے پاس تو سپورٹس کار ہے پھر وہ بھی سرخ رنگ کی۔" سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں سر عبدالرحمن سے مخاطب ہو کر کہا جیسے اس نے سازش کا سارا تار و پود بکھیر دیا ہو۔
"ٹائٹنس۔ کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی کار میں ہی آئے۔ وہ کسی دوسری کار میں بھی آ سکتا ہے۔" سر عبدالرحمن نے کہا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار چونک پڑے۔

"او۔ او۔ او۔ او۔ باہر آؤ۔" سر عبدالرحمن نے ملکیت تیز لہجے میں کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے اچانک ان کے جسم میں برقی رودور تھی اور پھر وہ تیز قدم اٹھاتے بیرونی برآمدے کی طرف بڑھ گئے۔ سوپر فیاض اور قاسم ان کے پیچھے چل رہے تھے۔

"ہونہ۔ یہ واقعی سازش ہے۔ باہر موجود انسپکٹروں اور سپاہیوں کو بلاؤ۔" سر عبدالرحمن نے برآمدے میں رک کر اگستینی منیلے سے کہا تو سوپر فیاض سر ملاتا ہوا تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھ پڑا۔ سر عبدالرحمن مڑ کر اب غور سے قاسم کو دیکھنے لگے۔ قاسم نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

"ہونہ۔ تو یہ بات ہے۔" سر عبدالرحمن نے پھنکارتے

ایسے لہجے میں کہا کہ سر عبدالرحمن چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ سوپر فیاض نے جپٹے کبھی اس انداز میں انہیں جواب نہ دیا تھا۔

"ہونہ۔ تو تم اسے سازش کہہ رہے ہو۔ ثابت کرو۔ بولو۔ یہ کیسے سازش ہے۔" سر عبدالرحمن نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بھی دل سے چاہ رہے ہوں کہ سوپر فیاض کی بات صحیح ثابت ہو۔
"جناب۔ آپ کیا پتا پسند کریں گے۔" اچانک اسی لہجے قاسم نے ایک کمرے سے نکلے ہوئے کہا۔

"اور آؤ۔" سوپر فیاض نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے ذہن میں اچانک ایک بات آئی قحی۔
"میں سر۔" قاسم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آخری بار جہاد صاحب کب یہاں آیا تھا۔" سوپر فیاض نے پوچھا۔

"جی آج صبح صاحب آئے تھے۔ ان کے ساتھ دو آدمی تھے۔ پھر وہ بیس پچیس ویڈیو کیسٹس لے کر چلے گئے۔ پھر صاحب بھی چلے گئے۔" قاسم نے جواب دیا۔

"کس چیز پر آئے تھے۔" سوپر فیاض نے تقریباً لاشعوری لہجے میں کہا۔ سر عبدالرحمن ہونٹ میٹھے خاموش کھڑے تھے۔
"کار پر جناب۔" قاسم نے جواب دیا۔

"کس رنگ کی اور کس ماڈل کی کار پر۔" سوپر فیاض نے

قاسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں سر..... انسپکٹر بشیر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ قاسم کا چہرہ بکھٹا زرد پڑ گیا تھا اور جسم کانپنے لگ گیا تھا۔

"جو بچا ہے وہ بتا دو۔ درخت..... سر عبدالرحمن نے پھٹکارے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی گنتی شروع کر دی۔

"بچ۔ جناب۔ میں بتاتا ہوں جناب۔ میں تو غریب آدمی ہوں جناب..... بکھٹ قاسم نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بری طرح کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بتاؤ اور بچ بولنا۔ ورنہ..... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"بچ۔ جناب۔ میں بچ بولوں گا جناب۔ میں تو نیش پر اپنی ڈیڑھ ملازم ہوں جناب۔ اس کوٹھی میں چوکیدار ہوں جناب۔ آج صبح باغیچہ صاحب چند لوگوں کے ساتھ ویگن میں آئے۔ ویگن انہوں نے بہری روک دی تھی پھر ان سب نے ویگن میں سے ایک بڑا بریف بیس نکالا جو بہت بھاری تھا جبکہ باقی لوگوں نے بی بی آئی اور ایک ٹرائی اٹھائی ہوئی تھی۔ وہ سارا سامان اس کمرے میں لے گئے۔ پھر باہر آئے۔ انہوں نے کمرے کو تالا لگایا۔ اس کے بعد بیٹنر صاحب نے مجھے بلا کر دس ہزار روپے دیئے اور مجھے ایک آدمی کا حلیہ تفصیل سے یاد کرایا اور مجھے بتایا کہ جو بھی پوچھنے آئے میں نے

ہوئے لہجے میں کہا لیکن مزید انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ چند لمحوں بعد سوپر فیاض، انسپکٹر اور مسلح سپاہیوں کے ساتھ واپس برآمد سے میں بچ گیا۔

"تو تم کبہ رہے ہو کہ جہاد صاحب صبح کار پر آیا تھا..... سر عبدالرحمن نے قاسم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہی ہاں۔ صاحب آئے تھے..... قاسم نے جواب دیا۔

"کیا انہوں نے کار کو کونھی کے باہر روک دی تھی یا اندر لے آئے تھے..... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"اندر لے آئے تھے جی۔ میں نے خود پھاٹک کھولا تھا جناب۔ قاسم نے جواب دیا۔

"اب پورچ کی طرف دیکھو۔ اس کے فرش پر موجود گرد دیکھو اور بتاؤ کہ اگر کار یہاں آتی تو اس کار کے جیروں کے نشانات موجود ہوتے۔ بولو..... سر عبدالرحمن نے پھٹکارے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ نشانات۔ ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔ قاسم بری طرح گنگناہٹا تھا۔ سوپر فیاض بھی بے اختیار اچھل پڑا تھا۔

"انسپکٹر بشیر..... سر عبدالرحمن نے ایک انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں سر..... انسپکٹر بشیر نے من کر جواب دیا۔

"ریوالور نکالو۔ میں صرف تین تک گنوں گا۔ اس نے تین تک اصل بات بتائی تو اسے گولی مار دینا..... سر عبدالرحمن

کہا۔

”یس سر“..... انسپکٹر بشیر نے کہا اور عیسیٰ قاسم کے ہاتھ میں دے کر اس نے سپاہیوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

”جہیں کیوں اس قدر یقین تھا کہ عمران ایسا نہیں کر سکتا۔“ سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”گو ان کا بچہ سخت تھا لیکن ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ ان کے دل میں مسرت کی لہریں سی دوڑ رہی ہیں۔“

”سر۔ میں عمران کو جانتا ہوں سر۔ اس کے کردار میں کوئی جھول نہیں ہے سر اس لئے تجھے یقین تھا کہ یہ سازش ہے۔“ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

”ہو نہ۔ تم نے درست کہا ہے۔ وہ واقعی ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم نے کاروائی بات اس سے پوچھ کر اچھا کیا ہے ورنہ نہانے کیا ہو جاتا۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”سر آپ نے بھی تو ذہانت کی اجازت کر دی ہے۔“ سوپر فیاض نے خوشامد انداز میں کہا۔

”نا سنسن۔ اس میں کیا ذہانت ہے۔ یہ تو عام سی بات ہے لیکن یہ سازش کیوں کی گئی ہے اس کے نیچے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے اور کیوں۔ وجہ کیا ہوگی۔“ سر عبدالرحمن نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ خود کھائی کر رہے ہوں۔

اسے یہی بتانا ہے۔ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے بیس ہزار روپے مزید انعام ملے گا جناب۔ پھر آپ آگے اور میں نے آپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جناب جو میجر صاحب نے بتایا تھا۔ ہم۔ مجھے کچھ معلوم نہیں جناب۔ میں تو غریب آدمی ہوں جناب۔“ قاسم نے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کہاں ہیں وہ دس ہزار روپے؟“ سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

”اندر میرے کمرے کی الماری میں ہیں جناب۔“ قاسم نے کہا۔

”انسپکٹر بشیر اس کے ساتھ جاؤ اور رقم لے آؤ۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”جلو۔“ انسپکٹر بشیر نے آگے بڑھ کر قاسم کو بازو سے پکارتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسے ساتھ لئے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بیکٹ موجود تھی جس میں بڑی مالیت کے نوٹ تھے۔

”یہ ہے جناب۔ یہ الماری میں پڑا ہوا تھا۔“ انسپکٹر بشیر نے کہا تو سر عبدالرحمن نے بیکٹ انسپکٹر بشیر کے ہاتھ سے لے کر اسے کھولا اور اس میں موجود نوٹ نکال کر انہیں گنا اور پھر نوٹ واپس بیکٹ میں ڈال کر انہوں نے اسے انسپکٹر بشیر کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ بیکٹ اسے دو اور تم سپاہیوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور نیشتر پر اپنی ڈیلر کے میجر کو یہاں لے آؤ۔“ سر عبدالرحمن نے

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا؟“۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

”بڑے صاحب مجھے تو معلوم نہیں ہے۔“۔۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

”ہونہر۔ وہ جیسے ہی واپس آئے اسے کہنا کہ وہ میرے پاس فوراً پہنچے۔ فوراً۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور رکھ دیا اور واپس مزگئے۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر بشیر پیچھے کو ساتھ لے کر ٹی میں داخل ہوا۔ پیچھے کے چہرے پر اطمینان نمایاں تھا۔

”یہی سر۔ حکم سر۔۔۔۔۔ پیچھے نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ رقم تم نے قاسم کو دی تھی۔“۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے قاسم کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”رقم۔ کون سی رقم۔ لن۔ نہیں۔ سٹی ہاں صاحب۔ اس نے کہا تھا کہ اس کی ماں بیمار ہے اس کا آپریشن ہونا ہے اور اسے دس ہزار روپے ایڈوانس دیئے جائیں۔ میں نے دس دیئے جناب۔۔۔۔۔ پیچھے نے گڑبڑائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ قہار! ملازم ہے۔ کیوں۔“۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن کے لہجے میں بے پناہ کڑھکی تھی۔

”ج۔ ج۔ ج۔ ہاں۔ جی ہاں۔“۔۔۔۔۔ پیچھے نے اہتائی ہو کھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آپ کو کس نے اطلاع دی ہے اس بارے میں سر۔“۔۔۔۔۔ سوپر فیاض نے کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

”اطلاع۔ نہیں نواب اکبر اور اس کے دوست ایسے نہیں ہو سکتے۔ وہ اجنبی معزز آدمی ہیں اور پھر انہیں عمران کے خلاف سازش سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کوئی اور گہری سازش ہے۔ یہاں فون ہے قاسم۔“۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے لا شعوری انداز میں بات کرتے کرتے مڑ کر قاسم سے کہا جو سر جھکائے اور ہاتھ میں رقم کا ٹکٹ لئے خاموش کھڑا ہوا تھا۔

”جی صاحب۔ میرے کمرے میں ہے۔“۔۔۔۔۔ قاسم نے جواب دیا تو سر عبدالرحمن اس کمرے کی طرف چل پڑے۔

”تم نہیں رہو۔“۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض، قاسم اور ایک انسپکٹر سے کہا جو وہاں موجود تھے اور خود وہ تیز قدم اٹھاتے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں واقعی فون موجود تھا۔ انہوں نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ریس کرنے شروع کر دیئے۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔“۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی سلیمان نے آواز سنائی دی۔

”عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ عمران ابھی نہیں آیا واپس۔“۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”بڑے صاحب آپ۔ سلام۔ چھوٹے صاحب ابھی نہیں آئے صاحب۔“۔۔۔۔۔ سلیمان کا لہجہ لگھت مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

سیل کر دو اور جہاں دو سپاہی چھوڑ دو تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”میں سر..... انسپکٹر بشیر نے کہا۔

”سو پر فیاض..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”میں سر..... سو پر فیاض نے بھی مستعد ہو کر جواب دیا۔

”تم مجھے ہیڈ کوارٹر ڈراپ کر کے آؤ لی کر جاؤ اور اس سٹیج

اکمل کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر کے لے آؤ۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”میں سر..... سو پر فیاض نے کہا تو سر عبدالرحمن برآمد سے

اڑ کر بیرونی پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ وہ اس وقت سٹیج بلڈنگ میں موجود تھا۔ سٹیج برکت کو بھی کالی میم کی کوئی سے انوا کر کے جہاں لایا گیا تھا اور پھر اس نے بھی یہی بتایا تھا کہ یہ سارا کاروبار اصل میں نواب اکبر آصف کا ہے۔ اصل مالک وہی ہے لیکن عمران جانتا تھا کہ صرف کنگ اور سٹیج برکت کے بیٹانوں سے وہ نواب اکبر آصف کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک کوئی ایسا واضح ثبوت نہ مل جائے جس کو عدالت میں بغیر کسی شک و شبہ کے تسلیم کر لیا جائے لیکن کوئی ثبوت سامنے نہ تھا اس لئے اس نے آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ فی الحال وہ سو پر فیاض کو کال کر کے اس سٹیج بلڈنگ میں موجود تمام فلمیں اس کے حوالے کرے اور اس کے ساتھ ہی کنگ اور سٹیج برکت کو بھی۔ اس کے بعد پھر وہ نواب کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے بارے میں سوچے گا۔

کہا۔

"میں ان دونوں کو کسی صورت بھی زندہ انٹیلی جنس یا پولیس کے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ انسان نہیں ہیں۔ یہ معاشرے کے وہ ناسور ہیں جنہوں نے اس قدر خوفناک فحاشی کو پورے ملک میں پھیلایا ہے اور نہانے کتنی شریف لڑکیوں کی عزتیں انہوں نے پامال کی ہیں اور کتنے خاندان جباہ کئے ہیں۔ یہ دونوں بہر حال دولت مند ہیں اس لئے پولیس یا انٹیلی جنس کے حوالے انہیں کیا گیا تو یہ دولت کے بل بوتے پر رہا ہو جائیں گے یا زیادہ سے زیادہ انہیں چند سالوں کی سزا ہو جائے گی۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو گا۔ انہیں مرنا پڑے گا۔ گو موت ان کے جرائم کے جیش نظر کوئی سزا نہیں ہے اگر میرے بس میں ہوتا تو میں انہیں ایک کروڑ بار زندہ کرتا اور ایک کروڑ بار ان کے جسموں کے آدے سے ٹکڑے کرتا لیکن مجبوری ہے۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا بعدھر کنگ اور سیٹھ برکت دونوں زخمیوں میں جکڑے ہوئے موجود تھے۔

"ہاں۔ یہ واقعی ان کی کم سے کم سزا ہے۔ ٹھیک ہے۔" عمران نے ایک طویل سانس لیٹے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ اس قدر تنگ انصایت جرم کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا۔ نہانے یہ کس مٹی کے بچے ہوئے ہیں۔ چند سکوں کے عوض یہ لوگ کمینگی اور ذلالت کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"سنٹرل انٹیلی جنس بیورو ڈائریکٹر سٹ۔..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"میں علی عمران بول رہا ہوں۔ سوپر فیاض سے بات کراؤ۔" عمران نے کہا۔

"جناب سپرٹنڈنٹ صاحب ابھی ابھی ڈائریکٹر جنرل صاحب کے ساتھ کسی ریڈ پر گئے ہیں۔..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کب تک ان کی واپسی ہوگی۔..... عمران نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا جناب۔..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اُس کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"عمران صاحب آپ ان دونوں کو سوپر فیاض کے حوالے کر دے چاہتے ہیں۔..... صدیقی نے کہا۔

"ہاں تاکہ ان کے بیانات کی بناء پر اصل آدمی پر ہاتھ ڈالا جاسکے۔..... عمران نے کہا۔

"حالانکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے ڈیڈی صرف ان کے بیانات کی بناء پر ایسا نہیں کریں گے۔..... صدیقی نے جواب دیا۔

"پھر بھی کوشش تو کی جاسکتی ہے۔..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب سوری۔ یہ فور سٹارڈ کا کہیں ہے اس لئے اس فیصلہ ہم نے کرنا ہے کہ کیا ہونا چاہئے اور کیا نہیں۔..... صدیقی نے کہا۔

"کیا مطلب۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔..... عمران نے چونک کر

چوہان نے کہا۔

”صدیقی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ واقعی انسان نہیں ہیں۔ ایسے لوگ انسان نہیں ہو سکتے۔“..... عمران نے کہا۔ چند لمحوں بعد صدیقی واپس آگیا۔

”میں نے انہیں گولی مار دی ہے۔ اب آپ بے شک یہ سارا سیٹ اپ اٹیلی جنس کے حوالے کر دیں اور اب میں اس نواب اکبر آصف اور اس کے افراد کو بھی عبرت کا موت ماروں گا۔“ صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ اصل سرخوں کو اگر ہم نے خاموشی سے ہلاک کر دیا تو وہ مظلوم بھی بن جائیں گے اور ان کے یہ سیاہ کارنامے بھی نیچے رہیں گے۔ پہلے عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا اصل روپ کیا ہے۔ پھر تم دیکھنا کہ عوام خود ہی ان کی ننگہ بوٹی کر دیں گے اور اس کے علاوہ ایسے دوسرے شرقاہ کو بھی سبق مل جائے گا جو بظاہر تو سماجی حیثیت کے لحاظ سے شرقاہ میں شامل ہیں لیکن درپردہ وہ انتہائی خوفناک جرائم میں ملوث ہیں۔“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”لیکن ان کے خلاف آپ ثبوت کہاں سے لائیں گے۔“ صدیقی نے کہا۔

”میں نے اپنے طور پر تو بے حد کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کوئی ثبوت ہاتھ نہیں آیا لیکن مجھے یقین ہے کہ قدرت ان کے محاسب

کے لئے خود بخود راستہ بنا دے گی۔“..... عمران نے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ ہم اب خاموش ہو جائیں۔ کیوں نہ انہیں اغوا کر کے ان سے اقرار جرم کرایا جائے۔“ صدیقی نے کہا۔

”میں فی الحال کی بات کر رہا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں مخالف کر دیا جائے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں۔“ صدیقی نے کہا۔

”شکر ہے میری کوئی بات تو چیف آف فور سٹارز کی سمجھ میں آئی۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی اور دوسرے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

”مجبوری ہے عمران صاحب کہ ہم آپ کو ناراض کرنے کا ریسک نہیں لے سکتے۔“ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن سنیچر رات اور اس کنگ کو گولی مارتے ہوئے تو تم نے میری ذرا براہر بھی پرواہ نہیں کی تھی۔“ عمران نے کہا۔

”آپ بعض اوقات ایسے لوگوں پر بھی رحم کرنا شروع کر دیتے ہیں جو قطعاً رحم کے قابل نہیں ہوتے۔“ صدیقی نے کہا اور اس بار عمران بھی اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا اور پھر عمران نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”سنٹرل اٹیلی جنس بیورو۔“..... رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔

”جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب ریڈ سے واپس آئے ہیں یا

لیکن عمران دروازے پر موجود سلیمان کا چہرہ دیکھ کر بے اختیار
چونک پڑا۔

”ارے کیا ہوا۔ کیا میرے سر پر سنگ نکل آئے ہیں جو اس قدر
خوش سے مجھے دیکھ رہے ہو؟“ عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ کو معلوم ہے کہ جس قیدی کو صبح پھانسی کی سزا دی جاتی
ہو اس سے پہلے رات کو اس کے ورثا کی اس سے ملاقات کرائی جاتی
ہے۔“ سلیمان نے دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے آتے ہوئے
کہا۔

”یہ کیا بد شگونی کی باتیں شروع کر دیں تم نے۔ شکل تو اللہ
تعالیٰ بناتا ہے لیکن باتیں تو آدمی خود کرتا ہے اس لئے اگر شکل اچھی
نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی باتیں بھی اچھی نہ کرے۔“
عمران نے سنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ کرسی پر بیٹھ جائیں تاکہ میں آپ کو غور سے دیکھ سکوں
یونکہ مجھے یقین ہے کہ شاید پھر آپ کو زندہ حالت میں نہ دیکھ سکوں
۔“ سلیمان نے بھی اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تمہارے ذہن پر کوئی اثر ہو گیا ہے۔ اگر ایسی
بات ہے تو اماں بی کے پاس چلے جاؤ۔ ایسی مرچوں کی دھونی دیں گی
۔ سب سائے وغیرہ فراہم ہو جائیں گے۔“ عمران نے کرسی پر
تکیا کرتے ہوئے انداز میں کہا لیکن سلیمان اس کے سامنے کھڑا ہو

نہیں۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں جناب۔ ابھی ان کی واپسی نہیں ہوئی۔“ دوسری
طرف سے کہا گیا تو عمران نے مزید کچھ کہنے بغیر رسیور رکھ دیا۔

”تم ایسا کرو کہ ہمیں باہر تک کر اس عمارت کی حفاظت کرو۔
ہمارے پاس زیرِ غنائیو ٹرانسمیٹر تو ہو گا۔ میں سنٹرل انٹیلی جنس
بیورو خود جاتا ہوں پھر جیسے ہی سرنٹنٹ فیاض واپس آئے گا میں
اسے یہاں لے کر آؤں گا کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ سارا مواد
یہاں سے شٹل نہ کر دیا جائے۔“ عمران نے کہا اور سب
ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ اور پھر وہ سب ان خطیبی جہ
خانوں سے اوپر والے حصے میں پہنچے اور وہاں سے باہر آ گئے۔

”کار میں لے جا رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ کار لے کر
پہلے سید جا فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر پہنچا کیونکہ اس کی اپنی کار وہاں
موجود تھی۔ اس کا ارادہ وہاں سے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو جانے کا تھا
لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہ بجائے وہاں جا کر سوپر فیاض کے خالی
آفس میں بیٹھ کر مکھیاں مارے وہ یہ وقت فلیٹ میں جا کر گزارے۔
پھر وہاں سے سوپر فیاض کو فون کرے گا اس لئے اس نے کار کا دروازہ
اپنے فلیٹ کی طرف موز دیا۔ گیمراج میں کار روک کر وہ سید
سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر گیا اور اس نے کال ہیل کا بٹن پریس کر دیا۔
”کون ہے۔“ اندر سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران۔“ عمران نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھل

کر ایک بار پھر اسے لنگھی باندھ کر دیکھنے لگا۔

"ارے ہوا کیا ہے۔ پھانسی۔ قیدی۔ ورثا۔ اور پھر اس انداز میں

مجھے دیکھنا۔ مسئلہ کیا ہے۔" عمران نے چونک کر کہا۔

"ورثا۔ بے چارے بھی اس قیدی کو اس انداز میں دیکھتے ہیں

کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ پھر اسے زندہ حالت میں نہ دیکھ سکیں

گئے۔" سلیمان نے بڑے ترحم بھرے لہجے میں کہا۔

"مطلب ہے کہ میں نے کل صبح پھانسی پر چڑھنا ہے اور تم بطور

وارث میری شکل کو آخری بار دیکھ رہے ہو۔ لیکن ایسا بھی تو ہو سکتا

ہے کہ وارث صاحب پہلے ہی مردہ ہو جائیں۔ کیوں؟" عمران

نے مزاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جو جیسے کرتا ہے ویسے ہی ہوتا ہے صاحب اور جو کچھ آپ کرتے

رہے ہیں اب اس کا انجام آگیا ہے۔" سلیمان نے بڑے فلسفیانہ

لہجے میں کہا۔

"اگر تمہارے خیال کے مطابق یہ مذاق ہے تو اجنبائی بھونڈ

مذاق ہے اس لئے جاؤ اور گرما گرم چائے لے کر آؤ۔" عمران نے

منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ آپ کی آخری خواہش ہے تو بہر حال اسے پورا ہو۔

چلیے۔" سلیمان نے ایک طویل سانس لیٹے ہوئے کہا اور پھر واپس

گیا۔

"سنو۔ میری بات سنو۔ تم قبرستان گئے تھے یا پھانسی گھاٹ؟

چکر لگا کر آئے ہو جو تم پر یہ کیفیت طاری ہو گئی ہے۔" عمران

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"قبرستان تو اب جانا پڑے گا تاکہ اگر آپ نے ساری زندگی کوئی

نیک کام نہیں کیا تو آپ کی معذرت کے لئے فائدہ خوانی کی جا

سکے۔" سلیمان نے مزکر جواب دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل

گیا۔

"اب اس کے حیرت سے جبراً بند کرنے پڑیں گے۔ ضرورت سے

زیادہ مقوی دماغ حیرت سے بھی دماغ خراب کر دیتے ہیں۔" عمران

نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور آنکھیں بند کر کے اس نے کرسی کی پشت

سے سر ٹکا دیا۔ وہ واقعی اس سارے چکر میں غاصا تھک گیا تھا۔

"یہ کیسے چائے کا آخری کپ؟" سلیمان کی آواز سنائی دی تو

عمران نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ سلیمان کے ہاتھ میں چائے کی

پتیلی موجود تھی جو اس نے اس کے سامنے میز پر رکھ دی۔

"کیوں۔ کیا اس کے بعد تم نے مر جانا ہے۔" عمران نے منہ

بناتے ہوئے کہا۔

"کاش ایسا ہو سکتا کہ کوئی دوسرا کسی دوسرے کی جگہ مر سکتا۔

سلیمان نے ایک طویل سانس لیٹے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار

چونک پڑا کیونکہ سلیمان کی آواز میں ایسی بات تھی جس نے عمران

وجو تکا دیا۔

"کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے جس انداز میں تم نے فقرہ کہا

”ڈیڈی کو کیا اطلاع ملی ہوگی۔ عام حالات میں تو ڈیڈی ایسے الفاظ نہیں کہتے اور وہ بھی سلیمان کے سامنے..... عمران نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جدید ساخت کا چھوٹا بیڑی سے پٹیلے والا ٹیپ ریکارڈر تھا۔ اس نے ٹیپ ریکارڈر میز پر رکھا اور اس کا بٹن پریس کر دیا۔

”سلیمان بول رہا ہوں..... سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ عمران کہاں ہے..... ٹیپ سے سر عبدالرحمن کی انتہائی سخت آواز سنائی دی تو عمران کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات ابھرائے لیکن وہ خاموش بیٹھا سلیمان اور اپنے ڈیڈی کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتا رہا اور جب گفتگو ختم ہوئی تو سلیمان نے ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

”حیرت ہے۔ میں تو تمہیں صرف ایک باومبی سمجھتا تھا لیکن تم تو کسی قابل وکیل سے بھی زیادہ قابل ثابت ہوئے ہو۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب آپ خود ہی بتائیں کہ آپ باہر کیا کرتے رہتے ہیں۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کاش کچھ کرتا ہوتا تو مجھے اس طرح جہارے ناز غرے کیوں اٹھانے پڑتے۔ جہار اقرضہ بلکہ آئندہ ایک صدی کا ایڈوائس جہیں دے کر تم پر بیچ کر رعب بھایا کرتا..... عمران نے کہا۔

”ہے۔ اس سے گنتا ہے کہ تم یہ سب کچھ سنجیدگی سے کہہ رہے ہو اور اگر یہ اداکاری ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ مجھے تمہیں گز کی پگڑی اور دس کلو مستانی لاکر جہار اشاگر و پشنا بڑے گا..... عمران نے کہا۔

”بڑے صاحب کا وہ بار فون آچکا ہے..... سلیمان نے ایسے لہجے میں کہا جیسے کوئی خوفناک دھماکہ کر رہا ہو۔

”بڑے صاحب کا۔ جہار مطلب ہے کہ ڈیڈی کا فون۔ کیوں۔ کیا ہو گیا ہے۔ کیا کوئی مسئلہ ہے..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ انہیں آپ کے بارے میں کوئی ایسی اطلاع ملی ہے کہ ان کا دل چاہ رہا ہے کہ وہ آپ کو گولیوں سے چھلنی کر دیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا ہی کریں گے..... سلیمان نے کہا۔

”کیا تم واقعی مذاق کر رہے ہو..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں آپ کو ٹیپ سنوا دیتا ہوں۔ پھر آپ کو یقین آئے گا۔ سلیمان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران کو معلوم تھا کہ سپیشل روم میں ایسا سسٹم موجود ہے کہ فلیٹ پر آنے والی تمام فون کالیں وہاں خود بخود ٹیپ ہو جاتی ہیں جو جو نہیں سمجھنے تک ٹیپ رہتی ہیں اس کے بعد آٹومیٹک انداز میں واٹس ہو جاتی ہیں۔ یہ سسٹم عمران نے اس لئے نصب کیا ہوا تھا کہ بعض اوقات اس کی عدم موجودگی میں ایسے کالیں آتی ہیں جن کے الفاظ کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔

عمران نے اس بار حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی وہ آئے تھے اور ڈائریکٹر جنرل صاحب کو آفس میں ڈراپ کر کے خود پھر واپس چلے گئے ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا اور اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ بیٹھا چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”پی اے نو ڈائریکٹر جنرل سنرل اتیلی جنس بیورو۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی سر عبدالرحمن کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں واسطی صاحب۔“ عمران نے پی اے کا نام لیتے ہوئے کہا۔ چونکہ پی اے کافی طویل عرصہ سے سر عبدالرحمن کے ساتھ تھا اس لئے عمران اور واسطی کے درمیان بھی کافی تعلقات تھے۔

”اوہ۔ عمران صاحب آپ۔“ دوسری طرف سے واسطی نے چونک کر کہا۔

”یہ بتاؤ کہ ڈیڑی جس ریڈ پر گئے تھے وہ کامیاب ہوا ہے یا نہیں۔“ عمران نے کہا۔

”مجھے تو معلوم نہیں جناب۔ آپ جانتے تو ہیں کہ میرا تعلق فون تک ہی محدود رہتا ہے۔“ دوسری طرف سے واسطی نے کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ ریڈ پر جانے سے پہلے ڈیڑی کو کس کا فون آیا تھا۔“ عمران نے کہا۔

”سوچ لیجئے میں نے وقتی طور پر بڑے صاحب کو ملنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ بڑے صاحب ایسے ہی کسی عام اطلاع پر اس قدر سخت ایکشن نہیں لے سکتے۔ یقیناً اس اطلاع کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوگی۔“ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ جہاڑی بات درست ہے لیکن میں نے وہاں فون کیا تو مجھے بتایا گیا کہ ڈیڑی سوپر فیامس کے ساتھ کسی ریڈ پر گئے ہوئے ہیں اور ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس اطلاع کا اس ریڈ سے گہرا تعلق ہو گا اور پھر ڈیڑی خود اس وقت ریڈ پر ساتھ جاتے ہیں جب معاملہ انتہائی اہمیت کا ہو۔“ عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میرا مشورہ ہے کہ اپنی معفرت کی خود ہی دعا کر لیجئے۔“ سلیمان نے کہا اور فیپ لئے واپس مڑ گیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”سنرل اتیلی جنس بیورو۔“ دوسری طرف سے جواب ملا۔

”سپر ٹینڈنٹ فیامس سے بات کراؤ۔“ عمران نے لہجہ بدل کر کہا۔ ظاہر ہے اب وہ پہلے یہ کنفرم کرنا چاہتا تھا کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔

”وہ ریڈ پر گئے ہوئے ہیں۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”اجتی ورنیک ریڈ ہو رہا ہے۔ کیا وہ شہر سے باہر گئے ہیں۔“

وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے اس کو فحش کی مکمل
تلاشی لو۔ مجھے یقین ہے کہ کو فحش میں لامحالہ کوئی نہ کوئی ایسی چیز یا
فائل مل جائے گی جسے نواب اکبر آصف کے خلاف بطور ثبوت
استعمال کیا جاسکے گا اور تلاشی کے بعد اس نواب اکبر آصف کو اغوا
کر کے اپنے ہیڈ کوارٹر لے آؤ اور اسے وہاں اس وقت تک رکھنا جب
تک میں نہ کہوں۔ اور..... عمران نے کہا۔

”کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے جو آپ نے یہ آرڈر دیا ہے۔
اور..... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس نواب اکبر آصف نے ڈبئی کو فون کیا ہے۔ اس کے بعد
ڈبئی نے سلیمان کو فون کر کے میرے بارے میں پوچھا اور میری
عدم موجودگی میں وہ سلیمان سے پوچھتے رہے کہ میں باہر کیا کرتا رہتا
ہوں۔ انہوں نے سلیمان سے کہا کہ انہیں ایک ایسی اطلاع ملی ہے
جو اگر کچ ثابت ہوئی تو وہ مجھے گولیوں سے ازا دیں گے۔ اس کے بعد
ڈبئی سوپر فیاض کے ساتھ کہیں ریڈ پر گئے ہیں اور ابھی سوپر فیاض
کا فون آیا ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ میں فلیٹ پر ہی رہوں وہ آ رہا
ہے۔ اس کا بچہ اور جوش مٹا رہا تھا کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہے اس
لئے میں نے فی الحال یہ ارادہ بدل دیا ہے کہ اس کہیں کو سوپر
فیاض کے سپرد کیا جائے۔ پھر بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔
اور..... عمران نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ میں چوہان کو یہیں عمارت کی حفاظت کے

”نواب اکبر آصف کا فون آیا تھا۔ اس کے بعد صاحب ریڈ پر گئے
تھے..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔
”اور کسی کا فون..... عمران نے پوچھا۔
”جی نہیں۔ بات کروں آپ کی صاحب سے..... واسطی نے
کہا۔

”نہیں۔ میں خود مل لوں گا..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ
دیا۔ اسی لمحے گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے دوبارہ رسیور اٹھایا۔
”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسین) بول رہا ہوں۔
عمران نے کہا۔

”فیاض بول رہا ہوں عمران۔ تم فلیٹ پر ہی رہنا میں آ رہا
ہوں..... دوسری طرف سے فیاض کی انتہائی جوش بھری آواز سنائی
دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ
دیا۔ اسی لمحے اسے ایک خیال آیا تو وہ چونک پڑا۔ اس نے جیب سے
زیر فائبر ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر صدیقی کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع
کر دی۔

”ہیلو ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اور..... عمران نے کہا۔
”ہیس۔ صدیقی بول رہا ہوں۔ اور..... چند لمحوں بعد صدیقی کی
آواز سنائی دی۔

”صدیقی۔ جیکسی لے کر واپس ہیڈ کوارٹر چلاؤ اور پھر وہاں سے
نعمانی کو ساتھ لے کر نواب اکبر آصف کی رہائش گاہ تلاش کرو اور

اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیا اور پھر سوپر فیاض کے تیز تیز قدموں کی آواز راہداری میں سنائی دینے لگی۔

"ارے ارے۔ یہ کس شیر کی آمد ہے کہ فلیٹ کا پ رہا ہے۔" عمران نے اس کے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی ادغی آواز میں کہا۔

"تم یہاں بیٹھے ہو اور وہاں جہاری موت کا ڈرامہ سٹیج کر دیا گیا تھا۔ یہ تو شکر ہے کہ میں جہارے ڈیڈی کے ساتھ تھا اس لئے اب تک تم زندہ ہو رہے۔" سوپر فیاض نے اندر داخل ہوتے ہی انتہائی جوش بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا مطلب۔ کیا ڈیڈی نے ڈائریکٹر جنرل کا عہدہ چھوڑ کر جلاد کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جلاد تو پھر بھی کسی نہ کسی انداز میں رحم کھا لیتا ہو گا لیکن جہارے ڈیڈی کی جو حالت تھی مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ جہیں لازماً گولی مار دیں گے۔" سوپر فیاض نے چلنے کی طرح انتہائی پرجوش لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ کیا نواب اکبر آصف کی بیٹی اس قدر خوبصورت ہے۔ کمال ہے۔" عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"نواب اکبر آصف کی بیٹی۔ کیا مطلب۔ کون ہے یہ نواب اکبر آصف۔ میرا خیال ہے جہاری واقعی موت آگئی ہے جو جہارا ذہن ہی

لئے چھوڑ جاؤں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہاں سے سارا مال شٹ کر دیا جائے۔ اور۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اور ایڈیٹل۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس جیب میں ڈال لیا۔

"سلیمان۔۔۔۔۔ عمران نے سلیمان کو آواز دی۔

"جی صاحب۔۔۔۔۔ دوسرے لکے سلیمان نے دروازے پر آکر انتہائی سنجیدہ اور مؤدبانہ لہجے میں کہا کیونکہ وہ عمران کے موڈ کو اچھی طرح جانتا تھا۔

"سوپر فیاض آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ڈیڈی والا سلسلہ ہے اس لئے تم اچھی سی چائے تیار کر لو۔" عمران نے کہا۔

"جی صاحب۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے میز پر رکھی ہوئی چائے کی خالی پیالی اٹھائی اور کمرے سے واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کال ہیل کی آواز سنائی دی تو کال ہیل پہنچنے کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا کہ سوپر فیاض پہنچ گیا ہے۔

"کون ہے۔۔۔۔۔ سلیمان نے دروازے کے قریب پہنچ کر کہا۔

"سوپر فیاض۔ دروازہ کھولو۔۔۔۔۔ سوپر فیاض کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہے عمران۔۔۔۔۔ سوپر فیاض کی انتہائی جوشیلی آواز سنائی دی۔

"سٹنگ روم میں۔ سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور عمران

نے جواب دیا۔
"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کون احمق ہے۔" سوپر فیاض نے
چونک کر کہا۔

"ظاہر ہے وہ میری طرح تمہیں بھی اپنا بیٹا ہی سمجھتے ہیں۔"
عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"بڑے صاحب کا حرف بہت بڑا ہے جناب۔" سلیمان نے
مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ٹرائی دھکیلتا ہوا باہر چلا گیا۔

"ہو نہ ہو۔ تو تم مجھے احمق کہہ رہے ہو۔" اگر آج میں اپنی
ذہانت کا ثبوت نہ دیتا تو اس وقت تمہاری لاش کسی مردہ خانے میں
بڑی نظر آ رہی ہوتی۔" سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا
لیکن اس کا پھولا ہوا سینہ جھلے کی نسبت خاصا سکڑ گیا تھا۔

"اچھا۔ شہادت۔ تو تم نے بھی ذہانت کا استعمال سیکھ لیا ہے۔"
بہت خوب۔" عمران نے کہا۔

"جھلے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے بڑی بڑی رقبیں ایٹھ لیتے ہو اس کے
باوجود تمہیں آخر کیا ضرورت تھی اس قدر مریاں فطیس بنا کر بیچنے
کی۔" سوپر فیاض نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا تو عمران
بے اختیار چونک پڑا۔

"مریاں فطیس۔ وہ کیا ہوتی ہیں۔" عمران نے چونک کر کہا۔
"اب اتنے مجھلے بھی نہ بنو۔ تمہارے ڈیڈی نے صرف ایک
سین دیکھا اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی بے اختیار آنکھیں بند کرنا پڑ

غراب ہو گیا ہے۔ میں کیا بات کر رہا ہوں اور تمہیں نواب اکبر
اصف کی بیٹی یاد آ رہی ہے۔" سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے
میں کہا۔ اسی لمحے سلیمان ٹرائی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا تو ٹرائی پر
چائے کے ساتھ ساتھ سنیکس کی کئی پلیٹیں بھی موجود تھیں۔

"ارے ارے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ سوپر فیاض قاتل سے ہے
جو تم ایک مہینے کا راشن اٹھا لائے ہو۔" عمران نے کہا۔

"جناب۔ سوپر فیاض صاحب بہت بڑے افسر ہیں۔ یہ تو ان کی
مہربانی ہے کہ خود چل کر جہاں آجاتے ہیں وہاں یہ اگر چاہیں تو کسی
سیاہی کو بھیج کر ہمیں کان سے پکڑ کر ہیڈ کوارٹر بلوا لیں۔ یہ معذور
مہمان ہیں۔" سلیمان نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم واقعی عقلمند آدمی ہو سلیمان۔ آدمی کو درست طور پر پہچانتے
ہو۔ اپنے صاحب کو بھی سمجھایا کرو۔" سوپر فیاض نے ماش کے
اٹنے کی طرح اکر تے ہوئے کہا۔

"میں نے تو انہیں بہت کہا ہے کہ پلو سرٹنڈنٹ تو خیر بہت بڑا
مہمہ ہے یہ سیاہی ہی بھرتی ہو جائیں تاکہ کم از کم ہمسایوں میں میری
بھی عزت ہو جائے گی لیکن یہ ملتے ہی نہیں۔" سلیمان نے
جواب دیا اور سوپر فیاض کا ہوا سینہ چند انچ مزید پھول گیا۔

"میں نے تو ڈیڈی سے کہا ہے کہ وہ مجھے انتہائی جنس میں بھرتی کر
لیں لیکن ان کا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ جھلے وہ ایک احمق
کو جھگرت رہے ہیں اب دوسرے کو کیسے بھرتی کر لیں۔" عمران

گئی تھیں۔ ویسے اس غم کا یہ سین دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ یہ گنہ گار کام تم کر رہے ہو جو جہارے ڈیڑی کی حالت ہوئی ایسی حالت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ مجھے تو لگتا تھا کہ وہ بلاکٹ سینکڑوں سال کے بوڑھے ہو گئے ہوں۔ یہ تو میں نے معاملات سنبھالنے والے شاید وہ وہیں اس کو بھی میں ہی دھیر ہو جاتے۔ سو پر فیاض نے کہا تو عمران کے چہرے پر سخت انتہائی سنجیدگی کے تاثرات پھیلنے لگے۔

”کیا ہوا ہے۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔ میں نے کہیں دو تین بار فون کیا تو معلوم ہوا کہ تم ڈیڑی کے ساتھ کسی ریڈ پر گئے ہوئے ہو اور اب تم یہ بات بتا رہے ہو۔ کیا ہوا تھا۔ مجھے بتاؤ۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا کیونکہ سو پر فیاض نے سر عبدالرحمن کی جو حالت بتائی تھی اس نے عمران کو زیادہ سنجیدہ کر دیا تھا۔

”جہارے خلاف انتہائی خوفناک سازش کی گئی تھی۔ انتہائی خوفناک۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بروقت عقل دے دی ورنہ نہانے اس سازش کا کیا انجام ہوتا۔“ سو پر فیاض نے انتہائی پرجوش لہجے میں کہا۔

”ہوا کیا ہے۔ تفصیل بتاؤ۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جہارے ڈیڑی نے اچانک مجھے کال کیا۔ میں جب ان کے آفس پہنچا تو انہوں نے مجھے فوراً ریڈنگ پارٹی حیار کرنے کا حکم دیا اور

ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ یہ ریڈ کرنے ساتھ جائیں گے جس پر میں بے حد حیران ہوا کیونکہ بظاہر تو ایسی کوئی اطلاع موجود نہ تھی کہ جس کی بنا پر ریڈ ہوتا اور ریڈ بھی ایسا کہ سر عبدالرحمن ساتھ جائیں۔ بہر حال حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ریڈنگ پارٹی حیار ہو گئی تو جہارے ڈیڑی نے پہلے نیشنل پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ کے آفس پھلے کا کہا۔ وہاں انہوں نے میجر سے کہا کہ وہ روشن کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ اسے بلاک کارڈنگ دکھائیں۔ میجر نے ریکارڈ دکھایا تو یہ ریکارڈ دیکھ کر میں بھی حیران رہ گیا کیونکہ یہ کوٹھی گزشتہ تین سالوں سے تم نے کرائے پر لے رکھی تھی۔“ سو پر فیاض نے تیز لہجے میں بولنے لگے۔

”میں نے۔“ عمران نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی حیرت حقیقی تھی۔

”ہاں۔ جہار نام، تمہاری والدہ اور اس فلیٹ کا پتہ درج تھا اور ساتھ ہی کارڈ بھی تھا کہ تم باقاعدگی سے کرایہ بھی ادا کرتے رہے ہو۔ پھر جہارے ڈیڑی وہاں سے سیدھے اس کوٹھی پر پہنچے۔ وہاں ایک نوجوان قاسم موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اس کوٹھی میں رہتا ہے اور جہار ملازم ہے اور تم ویڈیو میسنس کا کاروبار کرتے ہو اور گاہکوں کے ساتھ آتے ہو اور انہیں فلمیں فروخت کرتے ہو۔ اس نے بتایا کہ وہ تین سالوں سے یہاں ہے۔ اس پر جہارے ڈیڑی نے جہار علیہ معلوم کیا تو اس نے جہار علیہ درست بتا دیا۔ پھر

میں آگئی۔ انہوں نے جب قاسم پر سختی کی تو قاسم نے بچا اگل دیا کہ وہ
 جہیں جاتا تک نہیں۔ وہ نیشیل پر اپنی ڈیڑھ والوں کا ملازم ہے اور
 اس کو بھی کاچو کیدار ہے اور یہ ساری باتیں اسے پیچھے نے سمجھائی
 تھیں۔ پیچھے اپنے آدمیوں کے ساتھ ویگن میں سامان لے کر آیا تھا۔
 ویگن انہوں نے کوٹھی سے باہر روکی۔ یہ فی دی، وی سی آر وغیرہ وہی
 لے آئے تھے۔ انہوں نے یہ سب کچھ اس کمرے میں رکھا اور پھر اسے
 ساری باتیں سمجھائی اور انعام کے طور پر دس ہزار روپے دے کر چلے
 گئے۔ جہارے ڈیڈی نے وہ رقم بھی برآمد کر لی۔ اس کے بعد ان کے
 حکم پر جا کر اس پیچھے کو اس کے آفس سے پکڑ کر اس کو ٹی میں لایا
 گیا۔ اس نے بھی جلد ہی زبان کھول دی کہ یہ سارا ڈرامہ سیٹھ اکمل
 کے حکم پر کیا گیا ہے۔ سیٹھ اکمل نیشیل پر اپنی ڈیڑھ کا مالک ہے اور
 اس کے ساتھ ساتھ اکمل کمرشل پلازہ کا بھی مالک ہے۔ اس پر
 جہارے ڈیڈی نے کوٹھی کو سیل کر کے اس پیچھے اور قاسم کو
 ہیڈ کوارٹر پہنچانے کا کہا اور مجھے حکم دیا کہ انہیں ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر
 میں اس سیٹھ اکمل کو گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لے آؤں۔ میں نے جا
 کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ سیٹھ اکمل تو دو روز ہوئے ملک سے باہر
 گیا ہوا ہے۔ میں واپس ہیڈ کوارٹر جا رہا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ
 جہارے فلیٹ فون کروں اور اگر تم موجود ہو تو بیٹے میں تم سے مل
 کر پوچھوں کہ یہ سیٹھ اکمل کون ہے اور اس نے جہارے خلاف یہ
 سارا ڈرامہ کیوں کیا ہے..... سوہر فیاض نے پورے جوش و غروش

جہارے ڈیڈی اس کمرے میں گئے جیسے آفس کے طور پر استعمال کیا
 جاتا تھا۔ اس کو تالا لگا ہوا تھا۔ جہارے ڈیڈی کے حکم پر میں نے
 ریوالور کا فائر کر کے تالا توڑا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا
 اور وہاں ٹی وی، وی سی آر بھی تھا۔ ایک بڑی سی الماری تھی جو لاکڈ
 تھی۔ جہارے ڈیڈی کے حکم پر میں نے اس الماری کا لاکس بھی توڑ
 دیا۔ جب اس الماری کو کھولا گیا تو اس کے تمام خانے ویڈیو کیسٹس
 سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر جہارے ڈیڈی کے حکم پر میں نے ان
 میں سے ایک کیسٹ نکال کر وی سی آر میں لگائی اور ٹی وی آن کر دیا
 اور پھر جب پہلا سین سامنے آیا تو جہارے ڈیڈی نے بے اختیار ٹی
 وی کی طرف پشت کر لی اور فلم بند کرنے کو کہا۔ یہ اس قدر خوفناک
 فحاشی تھی عمران کہ میری بھی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ میں تصور بھی
 نہ کر سکتا تھا کہ ایسی فلمیں بھی بن سکتی ہیں۔ بہر حال میں نے وی
 سی آر تھ کر دیا۔ بس کچھ نہ پوچھو اس فلم کو دیکھ کر جہارے ڈیڈی
 کا کیا حال ہوا۔ مجھے تو لگتا تھا کہ وہ وہیں گر جائیں گے۔ مجھے خود یقین
 نہ آ رہا تھا کہ تم یہ دھندہ کر سکتے ہو۔ میں نے ان کے سامنے جہاری
 وکالت کی لیکن ظاہر ہے قاسم سامنے تھا۔ میں نے اپنے طور پر اس پر
 جرح تک کر ڈالی۔ اس نے بتایا کہ تم آج صبح دو گاہکوں کے ساتھ کار
 پر آئے تھے اور تم نے انہیں فلمیں فروخت کیں لیکن پورچ میں گرد
 جی ہوتی تھی اور وہاں کار کے ٹائروں کے نشانات موجود نہ تھے۔ بس
 اسی بات پر میں نے اسے پکڑ لیا اور جہارے ڈیڈی کو میری بات سمجھ

بڑے کارنامے کا اہواز کر دوں لیکن جہاری بد قسمتی کہ ڈیڑی پہلے ہی اس سلسلے میں آگاہ ہو گئے ہیں۔..... عمران نے کہا۔
 کیا مطلب۔ کیسا کارنامہ۔..... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔
 کچھ نہیں۔ بہر حال تم پہلے جاؤ میں بعد میں آ جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم پر کوئی بوجھ پڑے۔..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ساری بات بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ چونکہ اسے سر عبدالرحمن کے پی اے واسطی سے معلوم ہو گیا تھا کہ نواب اکبر آصف کی کال کے بعد سر عبدالرحمن ریفرر گئے تھے اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ سسٹم اکل بھی نواب اکبر آصف کا ہی آدمی ہو گا اور نواب اکبر آصف کو یقیناً یہ اطلاع مل گئی ہو گی کہ اس کے بزنس کے خلاف عمران کام کر رہا ہے اور چونکہ وہ سر عبدالرحمن کی طبیعت اور فطرت سے واقف تھا اس لئے اس نے یہ ڈرامہ اسٹیج کیا۔ اسے یقین تھا کہ سر عبدالرحمن اپنی طبیعت، فطرت اور اصول کے مطابق لامحالہ خود ہی عمران کو گولی مار دیں گے اور واقعی یہ کار کے ثائروں کے نشانات والی بات سامنے نہ آتی تو سر عبدالرحمن لامحالہ یہی کرتے۔

”کیا سوچ رہے ہو۔..... سوپر فیاض نے عمران کو سوچ میں ڈوبے ہوئے دیکھ کر کہا۔
 کچھ نہیں۔ آؤ چلیں۔..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”کہاں۔..... سوپر فیاض نے اٹھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔
 ڈیڑی کے پاس۔..... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ابھی مت جاؤ۔ جب تک ساری بات کلیئر نہ ہو جائے۔ سوپر فیاض نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں مشورہ دیا۔
 میں نے تو سوچا تھا کہ جہار سے کارناموں میں ایک اور بہت

حرف نہیں آئے گا کیونکہ آپ براہ راست تو اس میں ملوث نہیں ہیں۔ سر عبدالرحمن جیسا شخص آپ پر تو اعتماد کر سکتا ہے مجھ پر نہیں۔..... سیٹھ اکمل نے کہا تو نواب اکبر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اب نجانے اس ڈرامے کا انجام کب سامنے آئے گا۔“ نواب اکبر نے کہا۔

”آپ فکر نہ کریں جلد ہی ڈراپ سین ہو جائے گا اور اس کے بعد ہم اطمینان سے پھر یہ دھندہ شروع کر دیں گے۔“ سیٹھ اکمل نے مسکراتے ہوئے کہا اور نواب اکبر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد اپنا تک سیٹھ اکمل کی جیب سے سیٹی کی آواز سنائی دینے لگی تو سیٹھ اکمل نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ نواب اکبر کے چہرے پر حیرت تھی۔ سیٹھ اکمل نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ غوری کالنگ۔ اوور۔“ ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہیس۔ سیٹھ اکمل بول رہا ہوں۔ اوور۔“ سیٹھ اکمل نے کہا۔

”جناب۔ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل صاحب اپنے سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ آفس میں آئے تھے۔ انہوں نے ریکارڈ چیک کیا پھر چلے گئے۔ وہ یقیناً اب کوئی پرگئے ہوں گے۔ میں نے سوچا کہ

”کیا جہیں یقین ہے سیٹھ اکمل کہ جہارا یہ ڈرامہ کامیاب ہو جائے گا۔“ نواب اکبر نے سامنے بیٹھے ہوئے سیٹھ اکمل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں نواب صاحب۔ اس آدمی کا اور کوئی علاقہ ہی نہیں ہے۔ اسے اس کا والد ہی گوئی مار سکتا ہے اور مجھے ان کی فطرت کا اندازہ ہے۔ جب انہیں معلوم ہو گا کہ ان کا بیٹا یہ کام کر رہا ہے تو آپ دیکھ لیں گے کہ انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سمجھنا۔“ سیٹھ اکمل نے کہا۔

”ویسے تم نے مجھ سے فون کر لیا ہے۔ اگر تم یہ کام خود کر لیتے تو زیادہ بہتر تھا۔“ نواب اکبر نے کہا۔

”آپ کے ان سے خاندانی تعلقات ہیں نواب صاحب اور اگر فرض کریں کہ یہ ڈرامہ ناکام بھی ہو جاتا ہے تو آپ پر پھر بھی کوئی

"م۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔" نواب اکبر نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن پھر اس کا ذہن اچانک اس قدر زور سے گھوما کہ اس کے احساسات اس کا ساتھ چھوڑ گئے اور ذہن پر بڑھیا سیاہ پردہ سا پھیلنا چلا گیا۔ پھر جس طرح اس کے ذہن پر پردہ پڑا تھا اسی طرح اس کے ذہن پر سے پردہ ہٹا چلا گیا اور اس کی جگہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر پوری طرح ہوش میں آتے ہی نواب اکبر نے بے اختیار چونک کر اٹھنے کی کوشش کی کیونکہ اس نے ایک نظر میں دیکھ لیا تھا کہ وہ اپنے خصوصی کمرے میں موجود نہیں تھا لیکن اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس پر ایک اور اختلاف ہوا کہ اس کا جسم راڈز میں جکڑا ہوا ہے۔ اس نے گردن گھمائی تو ساتھ والی کرسی پر راڈز میں جکڑا ہوا سینیٹہ اکمل بھی موجود تھا اور اس کے جسم میں بھی ایسے حرکت کے آثار نظر آ رہے تھے جیسے وہ ہوش میں آ رہا ہو۔

"یہ کیا ہوا۔ یہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔ کیا مطلب۔ ہم کہاں ہیں۔" نواب اکبر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسی لمحے سینیٹہ اکمل کے کراہنے کی آواز سنائی دی اور اس کا ڈھیلا پڑا ہوا جسم بے اختیار جن سا گیا۔

"سینیٹہ اکمل ہوش میں آؤ۔ دیکھو یہ کیا ہے۔ ہم کہاں آگئے ہیں۔ یہ ہمیں کس لئے جکڑا گیا ہے۔" نواب اکبر نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور سینیٹہ اکمل بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے

آپ کو رپورٹ دے دوں۔ اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو سینیٹہ اکمل بے اختیار مسکرا دیا۔

"وہ پوری طرح مطمئن تو ہو گئے ہیں ناں۔ اور۔۔۔۔۔ سینیٹہ اکمل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سر۔ پوری طرح۔ اور۔۔۔۔۔ غوری نے جواب دیا۔

"اوکے۔ اس قاسم کو پوری طرح شہنشاہ کر دیا تھا ناں۔ اور۔۔۔۔۔

سینیٹہ اکمل نے کہا۔

"میں سر۔ آپ قطعی بے فکر رہیں۔ وہ اپنا کردار بہت اچھے طریقے سے نبھائے گا۔ اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے ٹھیک ہے۔ مزید کوئی رپورٹ ملے تو مجھے فوری اطلاع دینا۔ اور اینڈ آل۔۔۔۔۔ سینیٹہ اکمل نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے

اس نے اسے واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کی چمک ابھرائی تھی۔

"یہ غوری کون ہے۔" نواب اکبر نے پوچھا۔

"میری پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ کا منیجر ہے۔ اس کے ذریعے ہی سارا ڈرامہ رچایا گیا ہے۔" سینیٹہ اکمل نے کہا اور نواب اکبر نے اثبات میں سر ہلا دیا لیکن پھر اچانک نواب اکبر کو یوں محسوس ہوا

جیسے اس کا سر بھاری ہونے لگ گیا ہو۔

"یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میرا ذہن کیوں گھومنے لگ گیا ہے۔"

اچانک سینیٹہ اکمل کی آواز سنائی دی تو نواب اکبر چونک پڑا۔

”ہاں۔ مگر تم کون ہو اور یہ ہم کہاں کیسے آگئے ہیں اور پھر تم نے ہمیں کیوں اس طرح جکڑ رکھا ہے۔“ سیٹھ اکمل نے ہونٹ چبائے ہوئے کہا۔

”ہم تو نواب اکبر کو اغوا کرنے گئے تھے لیکن تم بھی ساتھ ہی کمرے میں بے ہوش ملے اور جہاری بد قسمتی کہ جہاری جیب سے فرانسسز جھلک رہا تھا اور جو آدمی جیب میں فرانسسز رکھتا ہو وہ کوئی عام آدمی نہیں ہو سکتا اس لئے ہم تمہیں بھی ساتھ ہی لے آئے ہیں اور اب ہوش میں آنے کے بعد جہارا نام سلٹنے آیا ہے۔“ اس آدمی نے کہا۔

”لیکن تم کون ہو اور تم نے یہ سب کیوں کیا ہے۔“ سیٹھ اکمل نے کہا۔

”نواب اکبر آصف نے ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس کو فون کیا تھا۔ ہم نے یہ پوچھنا ہے کہ اس کال میں کیا بات ہوئی تھی۔“ اس آدمی نے سرد لہجے میں کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کیا جہارا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔“ نواب اکبر نے چونک کر کہا۔

”اگر انٹیلی جنس سے تعلق ہوتا تو ظاہر ہے ہمیں معلوم ہوتا کہ تم نے کیا بات کی ہے۔ بہر حال میں اپنا تعارف کرا دوں میرا نام صدیقی ہے اور یہ میرا ساتھی ہے خاور۔ ہمارا تعلق ایک سرکاری تنظیم فورسٹارڈ سے ہے۔“ اس آدمی نے جس نے اپنا نام صدیقی بتایا

پھرے پر بھی شدید حیرت کے تاثرات ابھرائے تھے۔

”یہ۔ یہ کیا ہے نواب صاحب۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔ ہم کہاں آگئے ہیں۔ ہم تو آپ کی کونٹری میں تھے۔ پھر یہ سب کیا ہو گیا ہے۔“ سیٹھ اکمل نے بھی اچھائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کہیں یہ اس عمران کا ٹیکہ تو نہیں ہے۔ یہ رازداری کر سکیں۔ اپنا ملک ہمارا کونٹری میں بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو جانا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ عمران سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور فلموں میں ایسے حربے تو یہ جاسوس وغیرہ ہی استعمال کرتے ہیں۔“ نواب اکبر نے اچھائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لیکن جب کوئی کونٹری کے اندر ہی نہیں آیا۔ اس کمرے میں ہی نہیں آیا تو پھر ہم بے ہوش کیسے ہو گئے اور پھر ہمیں جہاں کیسے لایا گیا۔ کونٹری میں ملازم تھے۔ مسلح چوکیدار تھے پھر یہ سب کیسے ہو گیا۔“ سیٹھ اکمل نے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ نواب اکبر کوئی بات کرتا کمرے کا دروازہ کھلا اور دو لمبے ترنگے نوجوان اندر داخل ہوئے۔ وہ دونوں ہی مقامی تھے۔ وہ دونوں سلٹنے موجود کر سکیں۔ بیٹھ گئے۔ نواب اکبر اور سیٹھ اکمل ان دونوں کو غور سے دیکھنے لگے لیکن وہ انہیں پہچانتے نہ تھے۔

”تو جہارا نام سیٹھ اکمل ہے۔“ ان میں سے ایک نے سیٹھ اکمل سے مخاطب ہو کر کہا۔

میں سر ملاتا ہوا وہیں کرسی کے قریب ہی رک گیا۔

"99-99 میں نے سر عبدالرحمن کو بتایا تھا کہ ان کا بیٹا عریاں فاسوں کا دھندہ کرتا ہے اور اس نے روشن کالونی میں ایک کوٹھی کرائے پر لے رکھی ہے۔" نواب اکبر نے کانپتے ہوئے سچے میں کہا۔ سیٹھ اکل ہوسٹ بچھنے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے اس کوٹھی میں بھی کوئی سیٹ اپ کر رکھا ہو گا۔ بولو ورنہ دوسرے لمحے قہاری آنکھ غائب ہو جائے گی۔" صدیقی نے کرحش لہجے میں کہا۔

"سیٹھ اکل نے مشورہ دیا تھا۔ سیٹھ اکل نے اس کا سیٹ اپ کیا تھا۔ مم۔ میں بے گناہ ہوں۔" نواب اکبر نے کانپتے ہوئے سچے میں کہا۔

"سیٹھ اکل۔ تم بھی شاید سیٹھ برکت کی طرح نواب کے کارندے ہو۔ کیوں؟" صدیقی نے کہا تو سیٹھ اکل اور نواب اکبر دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

"تم۔ تم سیٹھ برکت کو جلتے ہو۔ کیا مطلب؟" ان دونوں نے چونک کر کہا۔

"سیٹھ بلڈنگ کے نیچے تہہ خانوں پر اس وقت فور سٹارز کا قبضہ ہے اور وہاں نہ صرف کنگ کی لاش پڑی ہوئی ہے بلکہ سیٹھ برکت کی بھی لاش وہاں موجود ہے اور سیٹھ برکت نے مرنے سے پہلے ہمیں سب کچھ بتا دیا تھا کہ اصل دھندہ نواب اکبر کا ہے اس لئے تو ہم نے

تھا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے ہمیں کیوں پکڑا ہے۔ کیا اتیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو فون کرنا جرم ہے۔ تم جلتے ہو کہ میں کون ہوں اور میری معاشرے میں کیا حیثیت ہے۔" نواب اکبر آصف نے میز لہجے میں کہا۔

"اسی لئے تو تمہیں یہاں لایا گیا ہے نواب اکبر آصف اور اب تم پہلے تو ہمیں یہ بتاؤ گے کہ تم نے سر عبدالرحمن کو فون کر کے کیا اطلاع دی ہے۔" صدیقی نے درشت لہجے میں کہا۔

"یہ میرا اور سر عبدالرحمن کا ذاتی معاملہ ہے۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔" نواب اکبر نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

"خاور اس نواب کی ایک آنکھ نکال دو۔" صدیقی نے اہتائی سرد لہجے میں کہا۔

"ابھی لو۔" خاور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور اٹھ کر بڑے جارحانہ انداز میں نواب اکبر کی طرف بڑھنے لگا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ بتانا ہوں۔ رک جاؤ۔" نواب اکبر نے ہڈیانی انداز میں چختے ہوئے کہا۔

"وہیں کھڑے ہو جاؤ خاور اور اگر نواب اکبر جھوٹ بولے یا نہ بتائے تو بغیر کہے اس کی آنکھ نکال دینا۔ پھر اس کی ناک کاٹ دینا اور پھر کان۔" صدیقی نے عزاتے ہوئے لہجے میں کہا تو خاور اشتباہ

گا۔..... صدیقی نے سنیہ اکل سے کہا۔

”نہیں نہیں۔ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اس گندے دھندے سے۔ یہ سب فلفلہ کہہ رہا ہے۔“ نواب اکبر نے ہڈیانی انداز میں چٹختے ہوئے کہا۔

”خاور اسے ہاف آف کر دو۔“ صدیقی نے کہا تو خاور کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور مڑی ہوئی انگلی کا ہک اس قدر قوت سے نواب اکبر کی کھنٹی پر پڑا کہ اس کے حلق سے بس گھٹی گھٹی سی چمٹکی نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی۔ سنیہ اکل کا چہرہ مزید زرد پڑ گیا تھا۔

”بولو۔ اگر کوئی ثبوت دے سکتے ہو تو تمہیں زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا ورنہ۔“ صدیقی نے جیب سے مشین پشٹ نکال کر اس کا رخ سنیہ اکل کی طرف کرتے ہوئے اتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”صرف مجھے معلوم ہے۔ صرف مجھے معلوم ہے۔ نواب اکبر اور میں جس کمرے میں موجود تھے اس کے نیچے ایک خفیہ جہد خانہ ہے۔ ایسا جہد خانہ کہ جس کا راستہ صرف نواب اکبر اور میں ہی جانتا ہوں کیونکہ میں اور نواب اکبر شروع میں اس دھندے میں پارٹنر تھے لیکن پھر میں علیحدہ ہو گیا کیونکہ نواب اکبر اس دھندے میں بہت آگے بڑھ گیا تھا اور میں اس کا ساتھ نہ دے سکتا تھا۔“ سنیہ اکل نے کہا۔

”جہید مت باندھو۔ ورنہ۔“ صدیقی کا بھہ مزید سرد ہو گیا

جہادی کوٹھی پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر جہادی پوری کوٹھی کی کلاشی لی گئی اور تم دونوں کو اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔“ صدیقی نے کہا تو نواب اکبر اور سنیہ اکل دونوں کے ہی رنگ زرد پڑ گئے۔

”ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو معزز آدمی ہیں۔“..... نواب اکبر نے کہا۔

”سنیہ اکل۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ جہاد نواب اکبر سے کیا تعلق ہے۔ کیا تم بھی اس دھندے میں ملوث ہو۔“ صدیقی نے کہا۔

”مم۔ میں تو نواب کا دوست ہوں۔ میرا کسی دھندے سے کیا تعلق۔ میرا تو کمرشل پلازہ ہے اور پراپرٹی فیلنگ کا کام ہے۔“ سنیہ اکل نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

”پھر تو تم فصول آدمی ہو۔ پھر تو تمہیں ہلاک کر دینا چاہئے۔“ صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”مارووں خنجر دل پر۔“..... خاور نے کہا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ مت مارو۔ ہاں میں بھی اس دھندے میں ملوث ہوں لیکن چھوٹے چھوٹے پر۔ سب سے بڑا دھندہ نواب اکبر کا ہے۔“ سنیہ اکل نے سخت چٹختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ نواب اکبر اس دھندے میں ملوث ہے۔ اگر تم ثبوت مہیا کر دو تو میرا وعدہ کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے

اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اسے اپنے عقب میں سینچہ اکمل کے چھکنے کی آواز سنائی دی لیکن وہ رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ نعمانی اس کے ساتھ تھا۔

”کس کا فون ہے“..... صدیقی نے کمرے سے باہر آکر پوچھا۔
 ”عمران صاحب کا“..... نعمانی نے جواب دیا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلادیا۔

تھا۔

”اس جہر خانے میں نواب اکبر کے ہاتھ سے لکھی ہوئی وہ تمام قاتلیں بھی موجود ہیں جن میں ان فلموں کے بنانے پر ہونے والے خرچ اور ان سے ہونے والی آمدنی کے اندراجات ہیں اور نواب اکبر کی عادت ہے کہ وہ ہر فلم کی ایک کاپی قاتل کے ساتھ رکھتا ہے اور خود بھی دیکھتا ہے۔ اس جہر خانے میں ایسے ایسے راز بھی موجود ہیں کہ شاید نواب اکبر کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے۔“
 سینچہ اکمل نے کہا۔

”کہاں سے جاتا ہے وہ راستہ“..... صدیقی نے پوچھا تو سینچہ اکمل نے راستہ بتا دیا۔

”کیا اس نے جہارے علیحدہ ہونے کے بعد اس کا سسٹم بدل نہیں دیا ہوگا“..... صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ سسٹم وہی ہے کیونکہ ایک بار وہ مجھے وہاں لے گیا تھا۔ اس کو سو فیصد یقین ہے کہ اس سسٹم کی وجہ سے کوئی غلط آدمی جہر خانہ تلاش ہی نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے نشانات کو اس کا توڑ بنا رکھا ہے۔“..... سینچہ اکمل نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اپنا تک نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔

”فون ہے صدیقی“..... نعمانی نے کہا۔

”اچھا۔ خاور تم اسے بھی ہاف آف کر دو“..... صدیقی نے کہا اور

ہو گئے ہیں..... بلیک زرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے نہیں قدرت نے اسے چلایا ہے اور اسی لئے میں تمہیں زندہ بھی نظر آ رہا ہوں ورنہ جہاڑی بہائے منکر نکیر میرا انٹرویو لے رہے ہوتے..... عمران نے کہا تو بلیک زرو بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ کیا کوئی حملہ ہوا ہے..... بلیک زرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”حملہ ہو جاتا تو میں تمہیں زندہ کیسے نظر آ سکتا تھا۔ ڈیڑی کا نشانہ اس عمر میں بھی بے داغ ہے..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ڈیڑی کا نشانہ۔ کیا مطلب۔ کیا آپ سر عبدالرحمن کی بات کر رہے ہیں..... بلیک زرو نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ بیٹے سلیمان نے اپنی ذہانت سے ان کے قصے کا رخ موڑا اور پھر سو پر فیاض نے اپنی ذہانت سے سارا مسئلہ حل کر دیا اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ کھوئے سکے بھی واقعی کام آ جاتے ہیں..... عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے جو سر عبدالرحمن اس اتہار پر آتے ہیں..... بلیک زرو نے کہا۔

”میرے خلاف باقاعدہ سازش کی گئی اور سازش بھی اس قدر بھرپور کہ اگر ڈیڑی کی بجائے میں ہوتا تو یقیناً خود کشی کر چکا ہوتا۔“

عمران نے کہا تو بلیک زرو کا چہرہ حیرت کی شدت سے دیکھنے والا ہو گیا۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زرو اپنی عادت کے مطابق احتیاطاً اٹھ کھڑا ہوا۔

”بھٹو..... سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا بات ہے۔ آپ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہے ہیں..... بلیک زرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”آج وہ محاورہ تجھے سمجھ میں آیا ہے کہ کھوئے سکے بھی کام آ جاتے ہیں۔ آج تک میں اس محاورے کو غلط سمجھتا رہا کیونکہ کھوئے سکے تو کسی طور پر کام آ ہی نہیں سکتے لیکن آج سچہ چلا ہے کہ محاورے غلط نہیں ہوا کرتے۔ ہم انہیں سمجھ نہیں سکتے..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ آج آپ کوئی کھونا سکھ چلنے میں کامیاب

کہا تو عمران نے اسے سینہ بڈنگ میں موجود کنگ اور سیٹھ پرکت کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ صدیقی نے اچھا کیا کہ ان دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ یہ لوگ تو اس سے بھی زیادہ عبرتناک سزا کے مستحق تھے۔“ بلیک زرو نے ہنست چباتے ہوئے کہا۔

”وہ تو اس نواب اکبر کا بھی اسی طرح خاتمہ کرنا چاہتا تھا لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس نواب اکبر کے تمام کرتوت پبلک کے سامنے آنے چاہئیں تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ ان مخصوص شرکا کے اصل چہرے کس قدر بد نما اور مکروہ ہیں۔ میں ان مکروہ چہروں کو سامنے لانا چاہتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان کے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں مل رہا جس کی بنیاد پر انہیں ایسا ثابت کیا جاسکے۔“ عمران نے کہا۔

”ان کو گرفتار کر کے ان سے اقرار جرم کرایا جاسکتا ہے۔“ بلیک زرو نے کہا۔

”نہیں۔ ڈیڈی کی تحویل میں جانے کے بعد ایسا بھی نہ ہو سکے گا اور اب چونکہ ڈیڈی اس سلسلے میں قدم بڑھا چکے ہیں اس لئے اب یہ کہیں ان کا ہو گیا ہے۔ فورسٹارڈ کا نہیں رہا۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”میں..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی اور عمران

”سازش۔ آپ کے خلاف۔ کیا مطلب۔“ بلیک زرو نے کہا۔
 ”میں فلیٹ پر گیا تو سلیمان نے بتایا کہ ڈیڈی کا دو بار فون آچکا ہے۔ وہ انتہائی غصے میں ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ میرے متعلق جو اطلاع انہیں ملی ہے وہ درست ثابت ہوئی تو وہ مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے جبکہ اس سے پہلے میں نے سوپر فیاض کو فون کیا تو مجھے بتایا گیا تھا کہ سوپر فیاض ڈیڈی کے ساتھ کسی ریڈر گئے ہیں۔ میں نے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو فون کیا تو بتے چلا کہ ابھی تک ریڈر سے واپسی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ڈیڈی کے پی اے واسطی سے پوچھا کہ ریڈر پر جانے سے پہلے کس کا فون آیا تھا تو واسطی نے بتایا کہ نواب اکبر آصف کا فون آیا تھا جس پر میں سمجھ گیا کہ نواب اکبر آصف نے کوئی ایسی اطلاع دی ہے جس پر ڈیڈی اس قدر غصے میں ہیں لیکن اس اطلاع کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا تھا۔ بہر حال پھر سوپر فیاض خود فلیٹ پر آیا تو اس سے ساری تفصیلات معلوم ہوئیں۔“ عمران نے کہا۔

”کون سی تفصیلات۔“ بلیک زرو نے انتہائی بے چین سے لہجے میں پوچھا تو عمران نے سوپر فیاض سے ملنے والی تمام تفصیلات دوہرا دی۔

”اوہ۔ واقعی انتہائی بھیاںک سازش تھی لیکن یہ سینہ اکمل کون ہے۔ آپ تو نواب اکبر آصف کی بات کر رہے تھے اور نواب اکبر آصف کا اس مکروہ دھندے سے کیا تعلق ہے۔“ بلیک زرو نے

پہچان گیا کہ یہ نعمانی کی آواز ہے۔

”نعمانی میں عمران بول رہا ہوں۔ صدیقی کہاں ہے؟“..... عمران

نے کہا۔

”اوہ آپ۔ صدیقی اور خاور چیکنگ روم میں ہیں۔ آپ کے کہنے پر ہم نے نواب اکبر کی رہائش گاہ پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور اس کے بعد اس پوری رہائش گاہ کی تلاشی لی گئی لیکن وہاں سے نہ کوئی فاقہ ملی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ثبوت کہ جس کی بنا پر اس نواب اکبر کو اس مکروہ دھندے میں ملوث سمجھا جاسکے۔ اس کے بعد ہم نواب اکبر کو اٹھا کر ہیٹ کو آرٹر لے آئے ہیں۔ اس کمرے میں جہاں نواب اکبر موجود تھا ایک اور آدمی بھی موجود تھا جس کی جیب سے ٹرانسمیٹر جھٹک رہا تھا۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ کوئی خاص آدمی ہے اس لئے صدیقی اسے بھی ساتھ لے آیا ہے اور اب وہ اور خاور ان دونوں سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔“..... نعمانی نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”صدیقی کو بلاؤ۔ شاید پوچھ گچھ کے دوران کوئی بات سامنے آگئی ہو۔“..... عمران نے کہا۔

”آپ کہاں سے فون کر رہے ہیں۔ کیا اپنے فلیٹ سے۔ آپ یہاں آجائیں میرے خیال میں آپ اگر یہ پوچھ گچھ کریں گے تو شاید کوئی بہتر بات سامنے آجائے۔“..... نعمانی نے کہا۔

”میں ایک پیبلک فون بوٹھ سے کال کر رہا ہوں اور ڈیڑی کے

پاس جا رہا ہوں کیونکہ اس نواب اکبر نے میرے خلاف بڑی بھیانک سازش کی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ڈیڑی کے پاس پہنچنے سے پہلے کوئی خاص بات معلوم کر لوں۔“..... عمران نے کہا۔

”سازش آپ کے خلاف۔ کیسی سازش۔“..... نعمانی نے چونک کر کہا۔

”تفصیل سے بات ہوگی۔ فی الحال تم صدیقی کو بلاؤ۔“ عمران نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے میں صدیقی کو بلاتا ہوں آپ ہولہ آن کریں۔“..... نعمانی نے کہا اور پھر رسیور پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو میں صدیقی بول رہا ہوں۔“..... تموڑی در بعد صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”جیسٹ آف فورسٹارز صاحب اگر اند نے جہیں عزت دی ہے تو اس عزت کا اظہار بھی ہونا چاہئے۔“..... عمران نے کہا تو میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا بلیک ڈروپے اختیار مسکرا دیا۔

”یہ اظہار سپر سٹار پر کیسے ہو سکتا ہے عمران صاحب۔“ دوسری طرف سے صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”سپر سٹار بے چارہ اب دم دار سٹار بن چکا ہے اور اپنی دم سے ننگا اپنے روشن ماضی کو یاد کرتا رہتا ہے۔“..... عمران نے بڑے درد بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

”ماضی روشن ہو تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔“..... صدیقی نے جواب

موجود تھا۔ اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکلتا رہا تھا جس کی وجہ سے میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام ملاقاتی نہیں ہو سکتا اس لئے میں اسے بھی ساتھ لے آیا۔ اب اس نے بتایا ہے کہ اس کا نام سنیچہ اکمل ہے اور وہ بھی یہی مکر وہ دھندہ کرتا ہے اور ہاں اس نے ایک نئی بات بھی کی ہے کہ انہوں نے آپ کے خلاف مل کر سازش کی ہے۔ ”صدیقی نے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ وہی سنیچہ اکمل ہے۔ ہاں سازش تو انہوں نے کی ہے لیکن اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا تم جیسے وہ ثبوت والی بات بتاؤ۔“ عمران نے کہا تو صدیقی نے سنیچہ اکمل کی جہہ خانے کے بارے میں بتائی ہوئی بات دہرا دی۔

”اوہ۔ لیکن جیسے اس کمرے کو چیک کرنا ہو گا کیونکہ اب معاملات ڈیڈی کی تحویل میں چلے گئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ سنیچہ اکمل لفظ بیانی کر رہا ہو۔“ عمران نے کہا۔

”سر عبدالرحمن کی تحویل میں چلے گئے ہیں معاملات۔ کیا مطلب۔“ صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

”یہ اس سازش کا ہی سلسلہ ہے۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ساری تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ پھر تو سنیچہ ہڈنگ سے بھی ہمیں لاشیں بنانا ہوں گی کیونکہ سر عبدالرحمن تو وہاں فور مشاز کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرا دیں گے۔“ صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”دیا تو عمران اس کے خوبصورت جواب پر بے اختیار ہنس پڑا۔
”جہیں شاید لفظی سے چیف بنا دیا گیا ہے ورنہ تم میں حقیقتاً چیف بننے والی خصوصیات نہیں ہیں۔“ عمران نے کہا۔
”ارے ارے کیا ہوا۔ کیا میں نے کوئی غلط بات کر دی ہے۔“ صدیقی نے چونک کر کہا۔

”غلط بات کرتے تو پھر تو چیف بننے کے صحیح حقدار ہوتے۔ اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ چیف وہ بننے ہیں جو جہاری طرح عقلمند اور حاضر جواب نہیں ہوتے۔ اپنے بڑے چیف کو ہی دیکھ لو۔ مجال ہے جو کبھی عقلمندی کی بات کرے یا سمجھے۔ بس غصہ ٹانک پر دھرا رہتا ہے۔“ عمران نے کہا اور معنی خیز نظروں سے بلیک زیرو کو دیکھنے لگا۔ بلیک زیرو بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

”اسی لئے تو میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو چیف نہیں کہتا۔“ صدیقی نے کہا اور عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ نواب اکبر صاحب کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی تم نے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ نے منع کر رکھا تھا ورنہ میرا دل تو چاہ رہا تھا کہ اس کا یہ مکر وہ چہرہ نوچ لوں۔ بہر حال اس کے خلاف ثبوت مل گیا ہے۔“ صدیقی نے کہا تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔
”ثبوت۔ لیکن کیا۔“ عمران نے پوچھا۔

”نواب اکبر کے ساتھ اس کے کمرے میں ایک اور آدمی بھی

اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے مکروہ پھرے واقعی عوام کے سامنے
بے نقاب ہو جائیں گے اور مجھے یقین ہے کہ عوام خود ہی ان کی تک
بوٹی کر دیں گے۔ اس قدر پھیلاؤ اور مکروہ کام کم از کم انسان نہیں
کر سکتے۔..... بلیک زبرو نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور عمران نے
اثبات میں سر ہلا دیا۔

ہاں لیکن پہلے اس نواب اکبر کے خلاف ثبوت والی بات کنفرم
ہونی چاہئے۔..... عمران نے کہا۔

”کنفرم تو اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم دوبارہ وہاں جائیں
اور دوبارہ وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کریں۔ لیکن ہو سکتا
ہے کہ وہاں پولیس پہنچ ہی پہنچ چکی ہو۔..... صدیقی نے کہا۔
”کیا جہارے ذہن میں کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس سے تم
پولیس کی نظروں میں آنے بغیر اس کمرے تک پہنچ سکو۔..... عمران
نے کہا۔

”ہاں۔ ہے تو ہی۔..... صدیقی نے کہا۔

”پولیس اگر ہوئی تو باہر ہوگی تم اس راستے سے اندر جاؤ اور
دوبارہ بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دو اس کے بعد اس جہ
خانے کو چیک کرو۔ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ سنیہ اکمل نے بتایا ہے
تو تم فوراً ٹرانسمیٹر پر مجھے اطلاع دو لیکن ہینڈ کو آرڈر پر کسی کو چھوڑ جانا
تاکہ نواب اکبر اور سنیہ اکمل کا خیال رکھا جاسکے۔ یہ اس وقت
اجتہائی اہم آدمی ہیں۔..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں خاور کے ساتھ چلا جاتا ہوں۔ نعمانی ہمیں
رہے گا۔..... صدیقی نے کہا۔

”اوکے میں جہاری طرف سے ٹرانسمیٹر کال کا انتظار کروں گا۔

عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”اگر واقعی یہ ثبوت مل جاتے ہیں تو پھر نواب اکبر اور سنیہ اکمل

بچ اٹھی تو سر عبدالرحمن نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”ہیں..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”سر سلطان صاحب سے بات کیجئے جناب..... دوسری طرف

سے پی اے کی موڈ بانڈ آواز سنائی دی۔

”اسیلا عبدالرحمن بول رہا ہوں..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں۔ خیریت۔ کیسے یاد کیا ہے..... دوسری

طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”تمہارے لاڈلے کے خلاف ایک سازش سامنے آئی ہے اور اس

سازش کا بروقت پتہ چل گیا ہے ورنہ شاید وہ اب تک زندہ نہ

رہتا..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”میرے لاڈلے۔ کیا مطلب۔ اوہ کہیں تم عمران کی بات تو

نہیں کر رہے۔ کسی سازش..... سر سلطان نے چونک کر پوچھا تو

سر عبدالرحمن نے نواب اکبر آصف کے فون کرنے سے لے کر آخر

تک ساری تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ وزیری بیڈ۔ یہ تو واقعی انتہائی بھینانک سازش ہے۔ اگر تم

پوریج میں کار کے ٹائروں کے نشانات والا کتہ نہ سوچتے تو سازش

یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے لیکن یہ کون لوگ ہو سکتے

ہیں۔ کون ہے یہ سیٹھ اکمل اور کیوں انہوں نے یہ سازش کی ہے

اور عمران کا ان سے کیا تعلق ہے..... سر سلطان نے پریشان سے

لہجے میں کہا۔

سر عبدالرحمن اپنے آفس میں موجود تھے۔ سیٹھ اکمل کے بارے

میں انہیں رپورٹ مل چکی تھی کہ وہ ملک سے باہر گیا ہوا ہے جبکہ

انہوں نے نواب اکبر سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن

نواب اکبر بھی دستیاب نہ ہو رہے تھے۔ سر عبدالرحمن کافی دیر سوچتے

رہے کہ ان حالات میں انہیں کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ اچانک انہوں

نے رسیور اٹھایا اور پی اے کے شبر پرپس کر دیئے۔

”ہیں سر..... دوسری طرف سے پی اے کی موڈ بانڈ آواز سنائی

دی۔

”سر سلطان سے میری بات کراؤ..... سر عبدالرحمن نے کہا اور

رسیور رکھ دیا۔ چونکہ معاملہ عمران کا تھا اور عمران ان کا بیٹا تھا اس

لئے انہوں نے سوچا تھا کہ سر سلطان سے اس بارے میں مشورہ کر لیا

جائے۔ اس کے بعد ہی کوئی بڑا قدم اٹھایا جائے۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی

بیٹا ہے۔ وہ چاہے کچھ ہی کیوں نہ کر لے کم از کم بے غیرت نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود بہر حال اس کا بیان تو لینا ہی پڑے گا۔ یہ قانونی معاملہ ہے میں اس میں بے بس ہوں۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”فحیک ہے۔ میں چیف سے بات کرتا ہوں۔..... سر سلطان نے کہا۔

”انہیں کہہ دینا کہ میں عمران کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے انہیں میں زیادہ دیر تک بغیر مقدمہ درج کئے نہیں رکھ سکتا کیونکہ یہ بھی قانون کی خلاف ورزی ہے۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”فحیک ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ بے فکر رہو میں چیف سے کہہ دیتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ چیف یہ معاملہ خود اپنے ہاتھ میں لے لے کیونکہ عمران اس کا شائبہ خصوصی ہے۔..... سر سلطان نے کہا۔

”نہیں۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ سیکرٹ سروس کا اس معاملے میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم انہیں صرف اس کہہ دو کہ وہ عمران کو ڈھونڈ کر میرے پاس فوراً بھجوا دیں یا پھر مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ہے۔“ سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”فحیک ہے۔ بے فکر رہو میں ابھی ان سے بات کرتا ہوں۔“ دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا تو سر عبدالرحمن نے رسیور رکھ دیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی کام کرتے فون کی گھنٹی بج اٹھی

۔ سیل فون اکمل ملک سے باہر ہے ورنہ وہ خود بتا دیتا کہ اصل بات کیا ہے اور عمران فلیٹ پر موجود نہیں ہے۔ تجھانے وہ کہاں آوارہ گردی کر رہا ہو گا۔ میں اس معاملے میں کوئی فوری قانونی اقدام کرنا چاہتا ہوں اس لئے میں نے سوچا کہ پہلے تم سے بات کر لوں۔ تم چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس سے کہو کہ وہ عمران کو جہاں کہیں بھی وہ ہو فون کر کے میرے پاس بھجوا دے تاکہ میں اس کا بیان قلمبند کر کے اس معاملے کو قانونی حیثیت دے سکوں۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”جب سازش ثابت ہو گئی ہے اور سازش کے سرخنے بھی سامنے ہیں تو عمران کے بیان کی کیا ضرورت ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ سر سلطان نے کہا۔

”اس میں عمران پوری طرح ملوث ہے۔ ظاہر ہے یہ سارا معاملہ اس پر ڈالا گیا ہے تو لامحالہ وہ بھی اس میں کسی نہ کسی طرح ملوث بہر حال ہے اس لئے اس کا بیان ضروری ہے اور ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کی گرفتاری کے احکامات دینے پڑیں۔..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”تو جہاں کیا خیال ہے کہ واقعی عمران اس مکروہ کام میں ملوث ہو سکتا ہے۔..... سر سلطان کے لہجے میں ہلکا سا غصہ تھا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ جب میرے نوٹس میں بات آئی تو مجھے بھی اس پر یقین اس لئے نہ آیا تھا کہ وہ بہر حال میرا

جب نواب صاحب نے آئے اور نہ ہی ان کے بارے میں کہیں سے اطلاع ملی تو تجھے آپ کا خیال آیا اس لئے میں نے فون کیا ہے بھائی صاحب۔ میرا دل بے حد پریشان ہے۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ بیگم نواب اکبر نے اہتائی پریشان سے لہجے میں کہا۔
 "اوہ۔ یہ کب کی بات ہے۔" سر عبدالرحمن نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تقریباً ۱۵ دن دو گھنٹے ہو گئے ہیں۔" بیگم نواب اکبر نے جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں اور ہرگز پریشان نہ ہوں۔ میں معلوم کر لوں گا کہ کیا ہوا ہے۔ ہاں اگر نواب صاحب کی طرف سے کہیں سے اطلاع آئے تو آپ انہیں کہہ دیں کہ وہ تجھے فون کر لیں۔" سر عبدالرحمن نے کہا۔

"نھیک ہے بھائی صاحب۔ اب آپ کے تسلی دینے سے میری پریشانی کم ہو گئی ہے۔ خدا حافظ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سر عبدالرحمن نے رسیور رکھ دیا۔

"سب بے ہوش ہو گئے اور نواب اکبر غائب ہو گیا۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔" سر عبدالرحمن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ یہ بات تو وہ بہر حال سمجھ گئے تھے کہ رہائش گاہ میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی گئی ہوگی اور پھر نواب اکبر کو اغوا کر لیا گیا ہو گا لیکن وہ

تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"نہیں۔۔۔۔۔" سر عبدالرحمن نے کہا۔

"جنااب۔ نواب اکبر آصف کی بیگم آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔" دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

"کراؤ بات۔" سر عبدالرحمن نے اپنے آپ کو منبھلاتے ہوئے کہا۔

"بھائی صاحب۔ میں نے مجبوراً آپ کو یہاں آفس میں فون کیا ہے۔ امید ہے آپ ناراض نہ ہوں گے۔" چند لمحوں بعد نواب اکبر کی بیگم کی آواز سنائی دی۔

"نواب صاحب کہاں ہیں اور آپ نے کیوں فون کیا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔" سر عبدالرحمن نے اہتائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"نواب صاحب اپنے خاص کمرے میں تھے کہ اچانک ہم سب بے ہوش ہو گئے پھر جب ہمیں ہوش آیا تو نواب صاحب اپنے کمرے سے غائب تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب کیا ہے۔ مجھ سمیت تمام ملازمین بھی اچانک بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں تو خود خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ میں جیسے تو نواب صاحب کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ ہمارا پیغمبر بوئیس کو اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن میں نے منع کر دیا کیونکہ نواب صاحب کی اجازت کے بغیر میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن

کریں گے۔۔۔۔۔ سلطان نے کہا۔

لیکن نواب اکبر تو مجرم نہیں ہے پھر چیف اور اس کے آدمیوں نے اسے اس کی رہائش گاہ سے کیوں اغوا کیا ہے۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا کیونکہ سلطان کی بات سے وہ کچھ گئے تھے کہ بے ہوش کر کے نواب اکبر کے اغوا میں یقیناً فورسٹارز کا ہی ہاتھ ہو گا۔

نواب اکبر کا اغوا کیا مطلب۔۔۔۔۔ سلطان نے چونک کر پوچھا۔

ابھی نواب صاحب کی بیگم کا فون آیا تھا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اچانک سارے گھر والے بے ہوش ہو گئے اور جب انہیں ہوش آیا تو نواب اکبر غائب تھے۔ پچھلے تو میں نے کچھ سنا تھا کہ یہ کام کس کا ہو گا لیکن اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ یہ کام فورسٹارز کا ہی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

مجھے تو بہر حال اس بارے میں علم نہیں ہے۔ ویسے نواب اکبر جیسا آدمی اس کام میں ملوث ہی نہیں ہو سکتا اس لئے میرا خیال ہے کہ کوئی اور مسئلہ ہو گا۔ بہر حال تم بے فکر رہو۔ سب کچھ جہادی مرضی کے مطابق ہو گا۔۔۔۔۔ سلطان نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ شکر ہے۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

یہ سوچ رہے تھے کہ یہ کام کون کر سکتا ہے۔ یہ بات ان کی نگاہ میں نہ آرہی تھی۔ ابھی وہ بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور سر عبدالرحمن نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

ہیں۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کی کال ہے جناب۔۔۔۔۔ پی اے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

مکرو بات۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز مٹائی دی۔

عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ کیا ہوا۔ کچھ سچہ چلا عمران کا۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

میں نے چیف سے بات کی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اس کمپن پر پراکیشیا سیکرٹ سروس کی فوجی تنظیم فورسٹارز کا فنی عرصے سے کام کر رہی ہے اور عمران بھی اس سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مجرموں نے عمران کے خلاف سازش اس لئے کی ہے کہ وہ اس طرح جہاد سے ہاتھوں عمران کو ہلاک کرانا چاہتے تھے۔ بہر حال چیف نے کہا ہے کہ مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے جس پر میں نے انہیں کہا کہ یہ کمپن چونکہ انتہائی جنس کا ہے اس لئے یہ کمپن جہاد سے جھٹکے کے حوالے کر دیا جائے تو انہوں نے خود ہی اس بات سے اتفاق کیا ہے اور مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جلد ہی ایسا

صدیقی نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

یہ پہنچ گئے تھے۔ اور..... عمران نے پوچھا۔

وہاں پولیس موجود ہی نہیں تھی اور اس بار ہے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی کیونکہ نواب اکبر کا یہ خصوصی حصہ باقی رہائش گاہ سے بالکل علیحدہ ہے۔ میں اور خاور عقیبی دیوار پھلانگ کر اندر گئے اور پھر کسی کی نظروں میں آئے بغیر اس کمرے تک پہنچ گئے۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ اسے بند کر کے ہم نے جینٹنگ کی اور پھر ہم نے تہہ خانہ تلاش کر لیا اور اس کے بعد سب کچھ اسی طرح بند کر کے واپس آ گئے ہیں اور اب یہاں ہیڈ کوارٹر سے آپ کو کال کر رہا ہوں۔ اور..... صدیقی نے کہا۔

”اس سٹیج تک اہل اور نواب اکبر کی کیا پوزیشن ہے۔ اور۔۔۔“
عمران نے پوچھا۔

”دونوں بے ہوش ہیں۔ اور“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”اب تم ایسا کرو کہ ان دونوں کو اسی بے ہوشی کے عالم میں سیڑھ پلٹنگ پہنچا کر مجھے اطلاع دو اور وہاں موجود لاشیں اٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے آؤ اور جہاں انہیں برقی بجھنی میں ڈال دو تاکہ اب ان دونوں کے مکرہ اور بھیانک چہروں کی روشنائی کا کام شروع کیا جا سکے۔ اور.....“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی انتقام کرتا ہوں۔ اور.....“

عمران بدستور وائش منزل میں موجود تھا البتہ اس نے ٹرانسمیٹر پر اپنی فریکوئنسی ایڈجسٹ کر دی تھی تاکہ اگر صدیقی کی کال آئے تو وہ اسے انڈ کر سکے اور پھر ٹرانسمیٹر کال آگئی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بہن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو صدیقی بول رہا ہوں۔ اوور..... صدیقی کی آواز سنائی

وی-

میں۔ عمران انڈنگ یو۔ کیا پورٹ ہے۔ اور۔۔۔۔۔ عمران
کہا۔

- عمران صاحب سنیو اکمل نے درست نشانہ ہی کی ہے اور تہذیب نامے میں واقعی ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں۔ اور..... صدیق نے کہا تو عمران کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔

- کیا ثبوت ہیں۔ تفصیل بتاؤ۔ اور..... عمران نے کہا تو

کما خیوت ہیں۔ تفصیل بہاؤ۔ اور..... عمران نے کہا تو

نہیں ہو رہے اس لئے انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں جیٹ سے کہوں کہ وہ قہیں ٹریس کر کے ان کے پاس بھیجے۔..... سرسلطان نے کہا۔

”میں خود بھی وہاں جانا چاہتا ہوں لیکن اس سے جھٹے میں معاملات کو سمیٹ لینا چاہتا ہوں تاکہ پکا پکایا حل وہ ان کی خدمت میں پست اور بادام لگا کر پیش کیا جاسکے۔..... عمران نے کہا تو سرسلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

”کیا اس پر سیکرٹ سروس کام کر رہی ہے۔..... سرسلطان نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں تو یہ نہیں آتا۔ اس پر سیکرٹ سروس کی ذیلی تنظیم فورسٹارڈ کام کر رہی ہے۔..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن اصل مسئلہ کیا ہے۔ یہ عریاں فلموں کا کیا سلسلہ ہے۔ سرسلطان نے پوچھا تو عمران نے انہیں عریاں فلموں کے بارے میں تفصیل بتانا شروع کر دی۔

”اوہ۔ اوہ۔ وری بیڈ۔ اس قدر کمنگی اور بے فیرتی۔ اوہ۔ ایسے لوگ بھی ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ یہ پولیس اور انتیلی جنس کیا کرتی رہتی ہے۔..... سرسلطان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”پولیس کو تو چھوڑیں الٹہ انتیلی جنس کو اس بارے میں کام

نے کہا۔

”یہ انتظام کر کے تم نے پھر مجھے کال کرنی ہے تاکہ میں ڈیڑی کے پاس پہنچ کر کارروائی کا آغاز کر سکوں اور اس طرح یہ مشن انجام کو پہنچ سکے۔ اور اینڈ آف۔..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس سے جھٹے کے عمران اور بلیک زبرد کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھالیا۔

”ایکسٹو۔..... عمران نے غصوں لہجے میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں۔ کیا عمران یہاں موجود ہے۔ دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”نہ بھی موجود ہو تو فرمان شاہی پر اسے مجبوراً موجود ہونا پڑے گا۔..... عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔

”یہ تمہارے خلاف کون سازش کر رہا ہے عمران۔ تمہارے ڈیڑی نے ابھی فون کر کے مجھے تفصیل بتائی ہے۔..... سرسلطان نے کہا۔

”چند مکروہ اور بھیانک چہرے ہیں جو بظاہر شرافت کا نقاب اوڑھے ہوئے ہیں اور چونکہ میں ان چہروں کو بے نقاب کرنے کے درپے ہوں اس لئے یہ سازش ہوتی ہے لیکن ڈیڑی نے آپ کو کیوں فون کیا ہے۔..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ جلد از جلد قانونی کارروائی کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں تمہارے بیان کی ضرورت ہے اور تم انہیں کہیں دستیاب

دیکھتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب آپ کے حکم کے مطابق نواب اکبر اور سیٹھ اکمل دونوں کو سیٹھ بلڈنگ میں بچھڑا دیا گیا ہے اور وہاں سے لاشیں بھی اٹھوا لی گئی ہیں۔ اور.....“ صدیقی نے کہا۔

”وہاں اب کون موجود ہے۔ اور.....“ عمران نے پوچھا۔

”چوہان موجود ہے۔ اور.....“ صدیقی نے کہا۔

”ٹھیک ہے بے حد شکریہ۔ میرا چیک تیار رکھنا میں وصولی کے لئے جلد پہنچ رہا ہوں۔ اور ایضاً آل.....“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”تو اب آپ نے صدیقی سے بھی چیک وصول کرنے شروع کر دیئے ہیں.....“ بلیک زرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”جب آدمی باوقی رکھ لے اور باوقی بھی آغا سلیمان پاشا جیسا تو پھر اسے مجبوراً کئی کئی جگہ ٹرائیاں کرنی پڑتی ہیں.....“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا تو بلیک زرو بھی بے اختیار ہنستا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”ذرا صدیقی کو میری سفارش کر دینا تاکہ وہ بڑا سا چیک جاری کرے۔ تمہیں خود دیتے ہوئے تو تکلیف ہوتی ہے۔ سفارش کرنے سے تو تکلیف نہ ہوگی.....“ عمران نے کہا اور بلیک زرو بے اختیار کھٹکھٹا کر ہنس پڑا اور عمران مسکراتا ہوا تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیز رفتاری سے

کرنا چاہتے تھا اور یہی بات میں ڈیڑی سے کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”تو تم اس کہیں کو فورسٹارز کے ڈسے لگانا چاہتے ہو۔“ سرسلطان نے کہا۔

”نہیں۔ فورسٹارز پورے ملک میں پھیلے ہوئے اس میٹ ورک کو کور نہیں کر سکتی۔ یہ کام تیلی جنس ہی کر سکتی ہے اس لئے لامحالہ کہیں تو ان کا ہی سہنے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہے.....“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ خدا حافظ.....“ سرسلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ فتم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”آپ کے ڈیڑی اس سلسلے میں بڑے بے چین ہو رہے ہیں اسی لئے انہوں نے سرسلطان کو فون کیا ہے.....“ بلیک زرو نے کہا۔

”انہیں ہونا بھی چاہئے کیونکہ دو آدمی ان کی تحویل میں ہیں اور ڈیڑی قانونی ضابطوں کا بے حد خیال رکھتے ہیں اور جب تک باقاعدہ مقدمہ درج نہیں ہوتا ان دونوں کی تحویل غیر قانونی ہی سمجھی جائے گی.....“ عمران نے کہا اور بلیک زرو نے اجابت میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہو گئی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ صدیقی کاٹنگ۔ اور.....“ صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”میں۔ علی عمران ایڈنگ یو۔ اور.....“ عمران نے جواب

سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ سنٹرل انٹیلی
جنس بیورو پہنچ کر عمران نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر
تیز قدم اٹھاتا سر عبدالرحمن کے آفس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سر عبدالرحمن اپنے آفس میں موجود تھے۔ ان کی نظریں سامنے
رکھی ہوئی ایک فائل پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے قلمدان سے
قلم اٹھایا اور فائل پر اپنے دستخط کر کے قلم واپس رکھا اور فائل بند کر
کے ایک طرف رکھی ہوئی ٹرے میں رکھ دی لیکن دوسرے لمحے وہ یہ
دیکھ کر بے اختیار چونک پڑے کہ ان کی میز کے قریب دفتر کا سب
سے پرانا چہرہ اسی بابا نور دین ہاتھ باندھے اور سر جھٹکائے موڈب کھڑا
تھا۔

”تم اور یہاں۔ کس وقت آئے ہو۔ مجھے تو احساس ہی نہیں
ہوا.....“ سر عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں
کہا۔ بابا نور دین اب ریٹائر ہونے کے قریب تھے اور وہ چونکہ انتہائی
دیانتدار آدمی تھا اس لئے سر عبدالرحمن اس کی بے حد عزت کرتے
تھے۔

”جنتاب آپ مصروف تھے۔“ بابا نور دین نے اہتائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہونہ۔ کیسے آئے ہو۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔“ سر عبدالرحمن نے اسی طرح نرم لہجے میں کہا۔

”جی صاحب۔ آپ سے ایک درخواست کرنی ہے۔“ بابا نور دین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا ہوا۔ کیا رقم چاہئے۔“ سر عبدالرحمن نے کوٹ کی اندرونی جیب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں جنتاب۔ اس کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔ مجھے رقم نہیں چاہئے جنتاب۔“ بابا نور دین نے جواب دیا تو سر عبدالرحمن کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”پھر۔“ سر عبدالرحمن کا لہجہ اس بار قدرے سخت تھا۔

”درخواست ہے کہ آپ چھوٹے صاحب کو معاف فرمادیں۔“ بابا نور دین نے کہا۔

”چھوٹے صاحب کو۔ کون چھوٹا صاحب۔“ سر عبدالرحمن نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”علی عمران جینے کے بارے میں عرض کر رہا ہوں جنتاب۔“ بابا نور دین نے کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

”عمران کے بارے میں۔ کہاں ہے عمران۔ تم سے کب ملا ہے وہ۔“ سر عبدالرحمن نے اہتائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ باہر موجود ہیں جنتاب۔ اور وہ اہتائی خوفزدہ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں جا کر معافی دلا دوں۔ بڑے صاحب کے غلطیاں کرتے رہتے ہیں۔ بڑے پھر بڑے ہوتے ہیں جنتاب میں اس کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔“ بابا نور دین نے کہا۔

”تمہیں اس نے کیا بتایا ہے اس نے کیا غلطی کی ہے۔“ سر عبدالرحمن نے ہونٹ میچھٹتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عمران نے بابا نور دین کو بے وقوف بنایا ہے۔

”انہوں نے بتایا ہے بڑے صاحب کہ آپ نے انہیں فوری طلب کیا تھا لیکن وہ در سے چھپتے ہیں۔“ بابا نور دین نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا تو سر عبدالرحمن اپنی عادت کے خلاف بے اختیار ہنس پڑے۔

”اب واقعی اسے سزا ملنی چاہئے کہ اس شیطان نے تم جیسے بزرگ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔“ سر عبدالرحمن نے قدرے عصیے لہجے میں کہا۔

”جنتاب۔ چھوٹے صاحب میری بے حد عزت کرتے ہیں۔ وہ اہتائی سعادت مند ہیں۔ آپ بھی مجھ پر مہربانی فرماتے ہیں۔ آپ مخالف فرمادیں تو میرا اجر مہرہ جائے گا۔“ بابا نور دین نے اہتائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نکھیک ہے۔ میں نے جہادی خاطر اسے مخالف کر دیا ہے۔ مجھکو اسے اندر۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”نکھیک ہے۔ میں نے جہادی خاطر اسے مخالف کر دیا ہے۔ مجھکو اسے اندر۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”نکھیک ہے۔ میں نے جہادی خاطر اسے مخالف کر دیا ہے۔ مجھکو اسے اندر۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”نکھیک ہے۔ میں نے جہادی خاطر اسے مخالف کر دیا ہے۔ مجھکو اسے اندر۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

"بہت بہت شکر ہے جناب۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا۔" بابا نور دین اس طرح خوش ہو گیا جیسے اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ اس نے سلام کیا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ"..... چند لمحوں بعد عمران نے اندر داخل ہو کر اجنبی فطشوں و غصوں سے سلام کرتے ہوئے کہا۔
 "وعلیکم السلام۔ تم نے کیا ڈرامہ شروع کر دیا ہے۔ اوجھ آؤ۔
 سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بابا نور دین بہت عزت دار آدمی ہیں جناب۔ ڈرامہ نہیں ہیں"..... عمران نے کہا۔

"میں جہاری بات کر رہا ہوں۔ بابا نور دین کی نہیں۔ غصیلے یہ بتاؤ کہ تم کہاں آوارہ گردی کرتے رہتے ہو"..... سر عبدالرحمن نے اجنبی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اگر والد محترم صرف اپنے دفتر تک ہی محدود ہو جائیں تو ظاہر ہے پھر بیٹے کو ہی بھاگنا دوڑنا پڑتا ہے"..... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔ ان کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ حیرت کے تاثرات بھی ابھر آتے تھے۔
 "کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہ رہے ہو تم"..... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی گستاخی معاف۔ کیا حکومت نے آپ کو اس لئے انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل بنایا ہے کہ آپ بس آفس میں بیٹھ کر فائلیں

پڑھتے رہیں اور غریبوں کی حتمی سردارہ پامال ہوتی رہیں۔ کیا آپ نے کبھی معلوم کیا ہے کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے ڈیڈی لیکن میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ آپ کی انٹیلی جنس کی کارکردگی مثالی نہیں ہے"..... عمران کا لہجہ ہلکتا سرد اور سپاٹ ہو گیا۔

"تم۔ تم۔ بات کر رہے ہو۔ اور وہ بھی مجھے۔ جہاری جرات"..... سر عبدالرحمن کا چہرہ غصے کی شدت سے پھر کھنکھاتا تھا۔
 "آپ نے روشن کالونی کی کوٹھی میں جا کر فلم دیکھی تھی۔ دیکھی تھی ناں"..... عمران نے کہا۔

"مت بات کرو اس کی۔ اس کی بات کرنا ہی ذلالت ہے"۔ سر عبدالرحمن نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اور یہ ذلالت پورے ملک میں کھلے عام جاری ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس میں جو عورت دکھائی جاتی ہے وہ کون ہے"..... عمران نے کہا۔

"عورت۔ عورت تو بہت مقدس اور عظیم لفظ ہے۔ تم اسے عورت کہہ رہے ہو۔ نائسنس۔ یہ عورت نہیں ہو سکتی۔ یہ تو کتیا سے بھی بدتر ہے۔ کوئی بد ذات طوائف ہو گی"..... سر عبدالرحمن نے اجنبی غصیلے لہجے میں کہا۔

"سہی بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ نہ طوائف ہے اور نہ کوئی بد ذات ہے۔ یہ کام شریف اور عزت دار لڑکیوں سے زیر دستی

"ہاں۔ لیکن..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سب سے بڑا مجرم یہی نواب اکبر آصف ہے ڈیڑی اور اس نے یہ سازش اس لئے کی تھی کہ آپ کے ہاتھوں مجھے ہلاک کرا سکے کیونکہ میں نے اس کے اس مکروہ دھندے کے خلاف کام شروع کر رکھا تھا..... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ یہ ان کا نہیں۔ یہ سنیہ اکمل کا کام ہے۔ وہ ایسا نہیں کر سکتے..... سر عبدالرحمن نے حتی لکھ میں کہا۔
"اگر آپ کو اس کا ناقابل تردید ثبوت مہیا کر دیا جائے تب۔"
عمران نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ جہادے چیف نے فور سٹارز کے ذریعے اس کی ہائش گاہ سے اغوا کرایا ہے اور یقیناً تم نے اس پر جبر کر کے اس سے اقرار جرم کرایا ہو گا..... سر عبدالرحمن نے غصیلے لکھ میں کہا۔

"میں نے ثبوت کی بات کی ہے ڈیڑی۔ ناقابل تردید ثبوت کی اور محض اقرار جرم کوئی ثبوت نہیں ہوتا..... عمران نے کہا۔

"کہاں ہے ثبوت۔ بولو..... سر عبدالرحمن نے کہا۔
"تب میرے ساتھ چلیں۔ اپنے انسپکٹر اور محلے کو ساتھ لے لیں..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم درست کہہ رہے ہو..... سر عبدالرحمن نے حیرت بھرے لکھ میں کہا۔

کرایا جا رہا ہے۔ ان شریف باعزت اور باغیرت لڑکیوں سے جو ہم سب کی بیٹیاں ہیں۔ ہم سب کی بہنیں ہیں اور معاشرے کے منہ پر سیاہی ملنے والے بھی وہ لوگ ہیں جو بظاہر شریف اور باعزت ہیں۔ بظاہر شریف اور باعزت مگر بے لکھ لکھ، مکروہ غیبت اور بھینٹ بھینٹ بھرے..... عمران کا لہجہ اور بلند ہو گیا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔ اس حد تک ذلات اور کھنگلی کوئی شریف آدمی تو کیا بد معاشر بھی نہیں کر سکتا کہ کسی شریف لڑکی کو اس طرح کی قسموں میں استعمال کرے اور وہ لڑکی کیسے استعمال ہو سکتی ہے۔ نہیں۔ وہ مر تو سکتی ہے لیکن ایسا نہیں کر سکتی..... سر عبدالرحمن نے میز پر مکہ مارتے ہوئے اچھائی جلال بھرے لکھ میں کہا۔

"مجبوری اور بے کسی ڈیڑی۔ اس لئے کہ پولیس اور انتیلی جنس جس کا کام ان کی حفاظت کرنا ہے وہ نہیں کر رہی۔ یہ فیس پورے ملک میں حشرات الارض کی طرح پھیلی ہوئی ویڈیو کیسٹس کی دکانوں پر عام فروخت ہو رہی ہیں اور آپ کو اس کا علم تک نہیں..... عمران نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو..... سر عبدالرحمن نے غصے کی شدت سے کانپتے ہوئے لکھ میں کہا۔
"آپ کو نواب اکبر آصف نے فون کر کے میرے بارے میں اطلاع دی تھی ناں..... عمران نے کہا۔

”ہاں ڈیڈی۔ میں درست کہہ رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جب آپ خود اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھیں گے تو پھر آپ کو بھی احساس ہو گا کہ آپ کی اتیلی جنس کی کارکردگی مثالی نہیں ہے۔“..... عمران نے مرد لہجے میں کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”اور اگر یہ سب کچھ غلط ثابت ہوا تو میں جنہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔“..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”اور اگر میری بات درست ثابت ہوئی تو پھر یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اتیلی جنس کے ذریعے پورے ملک میں موجود ویڈیو کیمنٹس کی دکانوں کی پڑتال کریں گے اور ان میں سے جو لوگ یہ مکروہ کام کر رہے ہیں انہیں عبرت کا سزا نہیں دلائیں گے۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور سر عبدالرحمن نے اہلات میں سر ہلا دیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا اخبارات کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ آج کے تمام اخبارات ان کالی فلموں کے بارے میں اتیلی جنس کی کارکردگی پر مشتمل تھے۔ نواب اکبر آصف، سینہ اکمل اور ایسے ہی کئی اور لوگوں کے بارے میں تفصیلات درج تھیں اور پورے ملک میں ویڈیو کیمنٹس کی دکانوں پر اتیلی جنس کے چھاپوں کا بھی ذکر تھا۔ اخبارات نے لکھا تھا کہ نواب اکبر آصف کے خلاف پورے ملک میں جلوس نکالے جا رہے ہیں کہ ایسے آدمیوں کو عبرت کا سزا دی جائے جس نے اپنے مکروہ چہرے پر شرافت اور نہایت کاغذوں پر مصایا ہوا تھا۔ عمران بیٹھا یہ خبریں پڑھنے میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بہان خود بول رہا ہوں۔“..... عمران نے اپنی عادت کے مطابق

پوری ڈگریوں سمیت اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے“..... دوسری طرف سے

سرسلطان کی آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا۔

”اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کی آواز صبح صبح سن لی ہے۔ اب انشاء اللہ سارا دن بڑا خوشگوار گزرے گا۔“..... عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

”جہارے لئے خوشگوار ہو سکتا ہے لیکن میرے لئے نہیں۔“

سرسلطان نے کہا تو عمران ان کے اس خوبصورت جواب پر بے اختیار

ہنس پڑا۔

”مطلب ہے کہ مجھ سے بات کر کے آپ کا دن خوشگوار نہیں

گزرے گا لیکن جتنا اب آپ کی وہ عمر گزر گئی ہے جب دن عید اور

رات شب برات ہوا کرتی تھی۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

”یعنی اب تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ سب کو ان کی سیٹھوں سے

استعفیٰ دینے پر مجبور کرو۔ کیوں۔“..... سرسلطان نے کہا تو عمران

بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرتے۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں آپ کی بات۔“..... عمران نے

حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے یہی بات اپنے ڈیڈی سے کی اور جہارے ڈیڈی نے

استعفیٰ دے دیا ہے اور اب تم یہی بات مجھ سے کر رہے ہو۔ جب

مطلب ہے کہ میں بھی استعفیٰ دے دوں۔“..... سرسلطان نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

”ڈیڈی نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ کب اور کیوں۔“..... عمران

نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”بتایا تو ہے کہ جہاری وجہ سے انہوں نے استعفیٰ دے دیا

ہے۔“ سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میری وجہ سے۔ کیا مطلب۔ کیا رات کو کوئی ڈرنا خواب تو

نظر نہیں آگیا تھا آپ کو۔“..... عمران نے کہا۔

”بقول ان کے تم نے انہیں احساس دلایا تھا کہ وہ اب بوڑھے

ہو گئے ہیں اور ان کی سربراہی میں ایشیلی جنس کی کارکردگی مثالی

نہیں رہی۔“..... سرسلطان نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”ایشیلی جنس کی مثالی کارکردگی سے تو اعتبارات بھرے پڑے

ہیں۔“..... عمران نے کہا لیکن اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے

لگ گئے تھے کیونکہ اسے یاد آگیا تھا کہ اس نے آفس میں سر

عبدالرحمن سے واقعی ایسی باتیں کی تھیں لیکن اس سے اس کا یہ

مقصد نہ تھا کہ وہ استعفیٰ دے دیں۔

”ہاں۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ تم نے ذیل کیا ہے یا

فور سٹارڈ نے۔“ ایشیلی جنس کو تو تم نے صرف مجرم مع جہوت کے

حوالے کئے ہیں اور یہی بات ان کے نقطہ نظر سے ان کے استعفیٰ کا

باعث بنی ہے۔“..... سرسلطان نے کہا۔

”کب دیا ہے انہوں نے استعفیٰ“..... عمران نے حیرت بھرے

لہجے میں کہا۔

”میں ابھی آفس پہنچا ہوں تو مجھے سیکرٹری داخلہ نے فون کر کے بتایا ہے۔ اس پر میں بھی جہاڑی طرح حیران ہوا اور میں نے انہیں فون کیا تو انہوں نے یہی بات کی جو میں نے جہیں بتائی ہے۔ پھر میری منت سماجت کے باوجود انہوں نے استعفیٰ واپس لینے سے انکار کر دیا ہے اس لئے میں نے جہیں فون کیا ہے۔ چونکہ یہ سب کچھ جہاڑی وجہ سے ہوا ہے اس لئے اب یہ جہاڑی فرض ہے کہ تم انہیں استعفیٰ واپس لینے پر مجبور کرو کیونکہ ان کی ملک و قوم کو واقعی ضرورت ہے“..... سر سلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میرے پاس ایک تروپ کا تپ ایسا ہے کہ ڈیڑی استعفیٰ واپس لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کون سا“..... سر سلطان نے اچھائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اماں بی کا“..... عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں جہاڑی طرف سے خوشخبری کا“..... سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آیا تو اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ سلیمان چونکہ مارکیٹ گیا ہوا تھا اس لئے عمران نے فلیٹ سے باہر آ

کر دروازہ لاک کیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے کونٹری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پودج میں کار روک کر عمران نیچے اترے۔ جھونے صاحب آپ..... ایک ملازم نے آگے بڑھ کر عمران کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

”ڈیڑی آج آفس نہیں گئے“..... عمران نے کہا۔

”جی نہیں۔ وہ اپنے کمرے میں ہیں“..... ملازم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور اماں بی کہاں ہیں“..... عمران نے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتے ہوئے کہا۔

”بڑی ہیگ صاحبہ بھی اپنے کمرے میں ہیں جھونے صاحب۔“ ملازم نے جواب دیا اور عمران سر ملاتا ہوا راجداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اماں بی“..... عمران نے اپنی اماں بی کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو اماں بی جو محنت پوش پر ہنسی صبح بڑھنے میں مصروف تھیں غفلت ہونک پڑیں۔

”وعندیکم اسلام۔“ تم اور بغیر اطلاع کے۔ خیریت۔ جہاڑی طبیعت تو ٹھیک ہے..... اماں بی نے لگاتار پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”خیریت ہوتی تو اماں بی مجھے اس طرح چپانک کیوں آنا پڑتا۔“ عمران نے آگے بڑھ کر محنت پوش کے نیچے دنگے ہوئے قالین پر بیٹھتے

کے گھر نہیں گئے۔ جب بھی کہا تو کہتے ہیں کہ کام سے فرصت نہیں ہے۔ کام نہ ہوا جان کا روگ ہو گیا۔۔۔۔۔ اماں بی نے کہا۔

اماں بی۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے میری وجہ سے استعفیٰ دیا ہے کیونکہ میں نے انہیں کہا تھا کہ وہ اس طرح کام نہیں کر رہے جس طرح کرنا چاہتے۔۔۔۔۔ عمران نے پائس پلٹے دیکھ کر کہا۔

کیا کیا مطلب۔ کیا اب جہادی یہ جرات ہو گئی کہ تم اپنے باپ سے ایسی بات کرو اور پھر تم نے یہ بات کی کیوں۔ کام تو ان کی جان کا روگ بنا ہوا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ کام نہیں کرتے۔۔۔۔۔ اماں بی نے انتہائی فحش لہجے میں کہا۔

اماں بی۔ آپ نواب اکبر آصف کو تو جانتی ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

ہاں۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے انہیں۔ یہ جہیں کیا ہو گیا ہے۔ کبھی کوئی بات کرتے ہو کبھی کوئی بات۔ یہ نواب اکبر کی بات درمیان میں کہاں سے آئی۔۔۔۔۔ اماں بی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

اماں بی۔ نواب اکبر شریف یکن صوبوں کو اغوا کر کے اور انہیں مجبور کر کے ان کی وابستہ فلمیں بنانا تھا اور پھر یہ فلمیں بیچ کر دولت کماتا تھا۔ وہ انتہائی مکر وہ اور نہایت ادا بی ہے اس نے اپنے ہجرے پر شرافت کا خول چڑھایا ہوا تھا۔ مجھے اطلاع مل گئی تو میں نے ان کے خلاف کام شروع کر دیا اور پھر میں نے ان کے خلاف ثبوت اکٹھے کر کے ڈیڑی کے حوالے کر دیے۔ پھر مجھ سے

ہوئے کہا۔

اوہ۔ کیا ہوا۔ کیا ہوا۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ اماں بی کی حالت غروب ہونے لگ گئی تھی۔

مجھے تو کچھ نہیں ہوا اماں بی۔ میں تو ڈیڑی کی بات کر رہا تھا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے انہیں۔ وہ تو فحش ہیں۔ کیا کہہ رہو ہو۔ کیا اب مذاق کرنے کے سنے میں رہ جاتی ہوں۔ میرا آدھا خون خشک کر دیا ہے تم نے۔ کیوں۔۔۔۔۔ اماں بی نے غصے سے کہا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ڈیڑی آج آفس نہیں گئے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

تو کیا ہوا۔ آج چھٹی ہو گئی۔۔۔۔۔ اماں بی نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

چھٹی نہیں ہے اماں بی۔ ڈیڑی نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

استعفیٰ۔ جہاں مطلب ہے کہ انہوں نے نوکری چھوڑ دی ہے تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔ میں نے تو خود انہیں کئی بار کہا ہے کہ وہ کیوں دن رات کام میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے آرام سے بیٹھ کر کھائیں۔ اب دیکھو شریا کی شادی کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے یکن جہادے ڈیڑی آج تک ایک بار بھی ان

کبھی صحاف نہیں کر سکوں گا..... عمران نے بڑے مسکے سے بچے میں کہا۔

ان کی جرأت ہے کہ وہ استعفیٰ واپس نہ لیں۔ چلو میرے ساتھ میں پوچھتی ہوں ان سے کہ لوگ اپنے بیٹوں کے کام پر خوش ہوتے ہیں اور وہ انا ناراض ہوتے ہیں..... اماں بی نے پھونکارتے ہوئے بے میں کہا اور عمران کے ہجرے پر اطمینان کے تاثرات پھیلتے چلے گئے کیونکہ اب اسے یقین تھا کہ ڈیڈی کو استعفیٰ واپس لینا ہی بڑے گا۔ وہ بڑے موڈ بانہ انداز میں اماں بی کے پیچھے چلتا ہوا ڈیڈی کے کمرے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اماں بی نے دروازے پر دستک دی۔

کون ہے..... اندر سے سر عبد الرحمن کی آواز سنائی دی اور اماں بی نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہوئیں۔ عمران سر جھکانے ان کے پیچھے تھا۔ سر عبد الرحمن کرسی پر بیٹھے کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔

تم۔ کیا بات ہے..... سر عبد الرحمن نے حیرت ہجرے بچے میں کہا۔

یہ عمران بتا رہا ہے کہ تم نے نوکری چھوڑ دی ہے۔ اماں بی نے انتہائی سردی میں کہا۔

ہاں۔ میں نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا ہے کیونکہ اب میں واقعی اس اہم سیٹ کے قابل نہیں رہا ہوں..... سر عبد الرحمن

غلطی ہو گئی کہ میں نے ڈیڈی کو کہہ دیا کہ وہ اپنے دفتر میں بیٹھے رہتے ہیں اور ایسے لوگوں کا محاسبہ نہیں کرتے۔ ڈیڈی نے یہ ثبوت دیکھ کر نواب اکبر کو گرفتار کر لیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ثبوت میں نے کیوں بکڑا ہے میں۔ انہیں خود بکڑنے پائیں تھے..... عمران نے کہا۔

نواب اکبر نصف یہ کام کرتا ہے۔ وہ اس قدر بے غیرتی۔ مجھے تو یقین نہیں رہا..... اماں بی نے انتہائی حیرت ہجرے میں کہا۔

اماں بی میں درست کہہ رہا ہوں۔ آپ بے شک ڈیڈی سے پوچھ لیں لیکن اماں بی ڈیڈی کو تو مجھے انعام دینا چاہیے تھا انا انہوں نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اماں بی ڈیڈی نے استعفیٰ دے کر مجھے بے حد تعریف پہنچانی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے یہ نیک کام کر کے غلطی کی ہے۔ سر سلطان کا فون آیا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ جہارے ڈیڈی نے جہادری وجہ سے استعفیٰ دے دیا ہے..... عمران نے کہا۔

ہو لہ۔ تو اس نے دیا ہے استعفیٰ کہ بیٹے نے کوئی نیک کام کر دیکھا ہے۔ انا انہوں میں دیکھتی ہوں کہ کیسے انہوں نے استعفیٰ دیا ہے..... عمران کی توقع کے عین مطابق اماں بی نے بڑے جلال ہجرے بچے میں کہا اور محنت پوش سے نیچے ہڑائیں۔

اماں بی اگر ڈیڈی نے استعفیٰ واپس نہ لیا تو میں اپنے آپ کو

ذیلی۔ میں نے یہ بات اس لئے نہیں کی تھی کہ آپ خدا نخواستہ نااہل ہیں بلکہ میں نے اس لئے کی تھی کہ آپ کا عمل مستعد نہیں ہے۔ آپ کو اپنے عمل کو مزید جست کرنا چاہئے۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اب غلطی کو الہام تو نہیں ہو جاتا کہ نواب اکبر جیسا خاندانی آدمی اس قدر بے غیرت ہو سکتا ہے اور سنو تم اپنے ذیلی سے معافی مانگو اور وعدہ کرو کہ آئندہ تم اپنے باپ کی عزت پر طنز نہیں کرو گے۔ چلو مانگو معافی اور کرو وعدہ۔۔۔۔۔ اماں بی نے غصیلے لگے میں عمران سے کہا۔

نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کوئی غلطی نہیں کی کہ معافی مانگے۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔ تو پھر جب اس نے غلطی نہیں کی تو تم نے استعفیٰ کیوں دیا ہے۔ بتاؤ۔ کیوں دیا ہے استعفیٰ۔۔۔۔۔ اماں بی نے غصیلے لگے میں نے کہا۔

خود ہی تو کہتی تھیں کہ نوکری چھوڑ دوں۔ اب اگر میں نے چھوڑ دی ہے تو اب تم ہی یہ بات کر رہی ہو۔ سر عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم بیٹے کی وجہ سے نوکری چھوڑ دو۔۔۔۔۔ اماں بی نے کہا۔

تو تم کیا چاہتی ہو۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ یہ تمہیں اچانک کیسے احساس ہو گیا ہے کہ تم ایسے ہو چکے ہو۔۔۔۔۔ اماں بی نے پھنکارتے ہوئے لکچے میں کہا۔ وہ کرسی پر بیٹھی بجلی تھیں جبکہ عمران ان کے پیچھے ویسے ہی سر جھکا کے کھڑا تھا۔ عمران نے مجھے اس بات کا احساس دلایا ہے۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے جواب دیا۔

جہاں مطلب ہے کہ اگر اس نے کوئی ٹھیک کام سر نہ کیا ہوتا ہے۔ کسی بے غیرت کو پکڑ کر جہار سے سلنے لیتا ہے تو جس سے احساس ہو گیا ہے کہ تم کام نہیں کر سکتے۔ کیوں۔ کیا جہار سے بیٹے نے غلطی کی ہے۔ جہاں تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ جہار سے بیٹے نے یہ کام کیا ہے۔ اس بیٹے نے جسے تم ناکارہ اور گھٹو کہتے رہتے ہو اور اب جب اس نے کام کیا ہے تو تم الٹا ناراض ہو کر نوکری چھوڑ کر بیچہ لگے۔ کیوں۔۔۔۔۔ اماں بی نے پھنکارتے ہوئے لکچے میں کہا۔

اس نے کیا کام کرنا ہے۔ کام تو دوسرے لوگوں نے کیا ہے لیکن اس نے مجھے واقعی احساس دلادیا ہے کہ اس قدر اہم سیٹ پر مجھے نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے اس پر نہیں اپنے آپ پر غصہ ہے کہ پورے ملک میں اس قدر بے غیرتی اور فحاشی کئے عام پھیلائی جا رہی ہے اور مجھے اس کا علم ہی نہیں ہوا۔ اس نے مجھے درست احساس دلایا ہے کہ میں اب واقعی اس سیٹ کے قابض نہیں رہا۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

